بافضال خدائے دو جہاں مالک زمین و زمان

نسخۂ صحیحہ

اسم بامسمّٰی

آرائش محفل بالتصویرات

المعروف

قصۂ حاتم طائی

زیور طبع سے آراستہ ہوا

باہتمام

ن اینڈ کو بک سیلرز دریبہ کلاں دہلی

قیمت دو روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی دے مجھے روشن بیانی ! | کہ تا دل پہ کھلے رازِ نہانی
زباں کو مخزنِ تقریر کر دے | دہن کو گوہرِ معنی سے بھر دے
کمیتِ خامہ کو میرے لگا پر | یمِ معنی میں مجھ کو آشنا کر
پلا دے مجھ کو جامِ ارغوانی | کہ جس سے طے ہو حاتم کی کہانی

یہ قصہ عبارتِ سلیس سے زبانِ فارسی میں کسی شخص نے آگے لکھا تھا اب اس سے یہ متخلص یہ حیدری دہلی کے رہنے والے نے امیر بالاتدبیر پشت پناہ ہر پیر و جوان دستگیر درماندگان بیکس نوشیروانِ دقت ہمایوں بخت زبدۂ نوئینانِ عظیم الشان مشیرِ خاص شاہِ کیوان بارگاہِ انگلستان ما ولزلی گورنر جنرل بہادر دام اقبالہٗ کی حکومت میں اور خداوند خداوندگان والاشان عالی خاندان گلگرسٹ صاحب دام اقبالہٗ کے حکم سے سنہ ۱۲۱۶ھ اور سنہ ۱۸۰۱ع کے موافق اور سنِ جلوس تینتالیس شاہ بادشاہ غازی کے مطابق زبانِ ریختہ میں اپنی طبع کے موافق اس کتاب سے جو ہاتھ لگی تھی ترجمہ کیا اور اس کا نام آرائشِ محفل رکھا مگر اکثر اس میں اپنی طبیعت سے جہاں جہاں موقع پایا دوہا کیں تا کہ قصہ طولانی ہو جائے اور سننے والوں کو خوش آئے لکھنے والے نے یوں لکھا ہے کہ اگلے زمانے میں طے نام یمن کا بادشاہ تھا نہایت صاحبِ حشم عالیجاہ فوج کی طرف سے فرخندہ حال زر و جواہر مالامال اس کی رعیت ہژدہ ہزار اور سپاہ بیشمار القصہ اپنے چچا کی بیٹی کو نکاح میں لا کر ثمرہ حیات امیدوار ہوا بارے خدا کے فضل سے کتنے دنوں میں اسی بیگم سے ایک لڑکا مہر لقا پیدا ہوا یہ خبر فرحت سن کر اس نے حکیموں منجموں رمالوں ندیموں پنڈتوں کو بلا کر کہا کہ تم اپنی اپنی عقل کی رسائی پوتھی و قرعہ کی رو سے دریافت کرو اور دیکھو کہ اس لڑکے کے نصیب کیسے ہیں انھوں نے جو دریافت طرح سے اس شہزادے کو صاحبِ اقبال پایا عرض کی کہ خداوند ہم کو تو اپنے دل سے یوں معلوم ہوتا صاحبزادہ ہفت اقلیم کا بادشاہ ہوگا اور تمام کام اپنے خدا کر لیگا اور اس کا نام خورشید کی طرح چمکے اس بات کو سن کر اسے نہایت خوشی حاصل ہوئی اور سجدۂ شکر ادا کر کے ان لوگوں کو زر بے شمار دیا

کردیا اور اس لڑکے کا نام رکھ کر اپنے مصاحبوں سے یہ بات کہی کہ تم جلد اس بات کا اشتہار دو کہ میرے
قلمرو میں آج جس شخص کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا ہے وہ لڑکا آج ہی کی تاریخ سے نوکر شاہی کا ہے
بلکہ اس کے ماں باپ محل مبارک میں پہونچائے جائیں وہ پرورش یہیں پاوے گا چنانچہ اس روز اس کے
ملک میں چھ ہزار لڑکے پیدا ہوئے تھے یہ حکم سنتے ہی ہر ایک کے ماں باپ اپنا اپنا لڑکا حضور اعلی میں
پہونچا گئے اسی وقت چھ ہزار دائیاں ملازم رکھی گئیں اور ایک ایک لڑکے پر تقسیم ہو گئیں۔ چار
دائیاں حاتم کیواسطے مقرر ہوئیں اور کس کس طرح سے تھپکیاں اور لوریاں دے دے چمکارتیاں
تھیں کہ یہ کسی طرح دودھ پیئے پر وہ ہرگز آنکھیں نہ کھولتا تھا۔ اور کسی کی چھاتی منہ میں نہ لیتا تھا
چنانچہ یہ خبر بھی بادشاہ تک پہونچی وہ اس بات کے سنتے ہی نہایت متفکر ہوا اور اپنے اہلکاروں
سے کہنے لگا کہ جلد سیانوں کو بلواؤ غرض وہ آئے اور عرض کرنے لگے کہ جہاں پناہ یہ حاتم زمانہ ہوگا
تنہا دودھ نہ پئے گا پہلے ان کو پلوائے گا تو پیچھے آپ پئے گا حاصل کلام جب وہ لڑکے پی چکے تب اس نے
بھی پیا اور ابتدائے عمر سے نہ روتا نہ اکیلا کھاتا اور نہ غفلت کی نیند سے سوتا جب دودھ چھڑایا
تب انہیں چھ ہزار لڑکوں کے ساتھ کھانا پینا مقرر ہوا حق تو یہ ہے کہ جس غریب بھوکے پیاسے
ننگے کو دیکھتا روپیہ پیسہ دانہ پانی کپڑے لیے دیئے دلائے نہ رہتا اور رات دن دینے دلانے میں مشغول
رہتا تھا فضل خدا سے جب چودہ برس کا ہوا تو جو زر و جواہر باپ نے جمع کیا تھا اسکو راہ خدا
میں خرچ کرنے لگا جب شکارگاہ میں جاتا اور کوئی جانور نظر پڑتا تو جیتا ہی پکڑتا اور چھوڑ دیتا اور کبھی
کسی کو سخت سست نہ کہتا فضل الٰہی سے حسن بھی رکھتا تھا کہ جس زن و مرد نے دیکھا ہزار جان سے
عاشق ہوا اور اگر کوئی سر سواری بھی فریاد کرتا تو گھوڑے کی باگ تھام لیتا اور اسے مراد کو پہونچا دیتا
اور جو نہ مانتا اسکو میٹھی میٹھی باتیں کرکے سمجھا دیتا اور کبھی ظلم و ستم کا روادار نہ ہوتا بارے فضل خدا سے جوانی کا سبزہ
رخسار نازنین پر لہکا حسن دوبالا چمکا ہر ایک شخص کو یوں نصیحت کرنے لگا کہ بندگان خدا سب ہی مخلوق ہیں قدرت
خالق دیکھئے کہ اس نے اٹھارہ ہزار عالم کو پیدا کیا ہے اس کی سیر کیجیے اور سجدۂ شکر الٰہی بجا لایئے اور اپنی زندگی کو
جوانمردی اور نام آوری کے ساتھ بسر کیجئے چنانچہ اس کے حسن خلق اور دلیری و سخاوت کا شہر بشہر شہرہ ہو گیا
جس جس نے سنا اس کے منہ سے لفظ مرحبا بے اختیار نکلا اور اکثر اس کے دیکھنے کو آتے تھے اور [illegible]
اپنے اپنے گھر چلے جاتے [illegible] ایک دن وہ کسی جنگل میں شکار کھیلنے گیا۔ اتنے میں ایک شیر غراتا ہوا سامنے آیا

یہ اندیشہ کر کے اپنے جی میں کہنے لگا کہ اگر خنجر مارتا ہوں تو یہ حیوان بے زبان زخمی ہوتا ہے اور اگر چھوڑ دیتا ہوں تو میں جان سے جاتا ہوں یقین ہے کہ یہ لپکے اور مجھے کھا جائے ان دونوں شکلوں پر نظر کر کے یہ خیال کیا کہ اگر میرا گوشت یہ کھا کر اپنا دل تازہ کرے تو اس بات سی اور کونسی بات بہتر ہے مجھکو تو ایسا ہوگا اور اس کا پیٹ بھرے گا یہ سوچکر اس کے آگے گیا اور کہنے لگا اے شیر صحرائی میرا گوشت اور میرے گھوڑے کا گوشت حاضر ہے جس کے گوشت کیطرف رغبت ہو اس کے گوشت کو کھانا اور اپنا پیٹ بھر جہاں چاہے وہاں چلا جا یہ بات سنتے ہی وہ اپنا سر جھکا کر حاتم کے قدموں پر گر پڑا اور آنکھیں اس کے تلووں سے ملنے لگا حاتم نے کہا کہ اے شیر حاتم کی ہمت سے دور ہوگا کہ تو بھوکا جائے اگر مجھ کو نہیں کھاتا تو میرا گھوڑا موجود ہے اسکو کھا اور اپنے جنگل کو چلا جا وہ ہرگز نہ بولا اور سر جھکا کر چلا گیا حاصل کلام یہ ہے کہ اپنے شہر میں بہم سنوں سمیت رہا کرتا تھا۔

پہلا قصہ حسن بانو برزخ سوداگر کی بیٹی کے خراسان کے شہر سے نکلنے کا اور کسی جنگل سے زر و جواہر بیشمار اس کے ہاتھ آنے کا اور منیر شامی شہزادے کا اس پر عاشق ہونے کا اور حاتم کی مدد کرنے کا

سنا ہے کہ خراسان کے ملک میں ایک بادشاہ تھا کہ لاکھوں سوار و پیادے اس کے جلو میں ہمیشہ حاضر رہا کرتے تھے اور عدل انصاف میں بھی ایسا تھا کہ شیر و بکری کو ایک گھاٹ پر پانی پلاتا تھا بلکہ اپنے بیٹے کا بھی پاس نہ کرتا تھا اس کے وقت میں برزخ نام ایک سوداگر نہایت مالدار صاحب شکوہ و وقار تھا۔ اپنے گماشتوں کو ہر ایک ملک میں سوداگری کیواسطے مال و اسباب دیکر بھیجا کرتا تھا اور آپ اس ملک میں دلجمعی سے رہتا تھا بادشاہ سے بھی اس نے نہایت رسوخ بہم پہونچایا۔ ایک مدت کے بعد قریب مرگ پہونچا وہ حسن بانو کے سوا کوئی بیٹا بیٹی وارث نہ رکھتا تھا چنانچہ اس کا مال و اسباب اسی لڑکی کو پہونچا اور اسوقت وہ بارہ برس کی تھی آخر اس نے اس کو اپنے گھر کا مالک کیا اور بادشاہ کے سپرد کر کے آپ ملک عدم کا راستہ لیا بادشاہ نے بھی اس لڑکی کو اپنی لڑکیوں کیطرح سے رکھا۔ اور اس کے زر و جواہر کا لالچ نہ کیا بلکہ

وہ اسباب سب کا سب اسی کو بخشا چند روز کے بعد جب وہ لڑکی شعور دار ہوئی تب اپنے ذہن کی رسائی سے
اور نیک بختی کے باعث سے دائی کو بلا کر کہنے لگی کہ اے مادر مہربان دنیا مثل حباب کے ہے اس کا ٹھکانا کچھ بڑی بات نہیں
اس قدر دولت دنیا لیکر میں تن تنہا کیا کرونگی مصلحت یہ ہے کہ اس کو خدا کی راہ میں لٹا دوں اور آپ کو
آلائش دنیا سے پاک رکھوں اور شادی بیاہ بھی نہ کروں بلکہ یاد خدا میں شب و روز مشغول رہوں اسواسطے
تم سے پوچھتی ہوں کہ اس سے کس صورت سے چھٹکارا پاؤں جو مناسب جانو سو کہو دائی نے پہلے دونوں
ہاتھوں سے بلائیں لیں اور کہا اے جان مادر تو ان ساتوں سوالوں کا اشتہار نامہ اپنے دروازے پر لگا دے
اور یہ کہہ کہ جو کوئی میرے ساتوں سوال پورے کریگا میں اس کو قبول کرونگی وہ ساتوں سوال یہ ہیں
پہلا سوال تو یہ ہے کہ ایکبار دیکھا ہے دوسری دفعہ کی ہوس ہے دوسرا سوال یہ ہے کہ نیکی کر اور دریا میں ڈال
تیسرا سوال یہ ہے کہ کسی سے بدی نہ کر اگر کرے گا تو وہی پاوے گا چوتھا سوال یہ ہے کہ سچ کہنے والے کو
ہمیشہ راحت ہے پانچواں سوال یہ ہے کہ کوہ ندا کی خبر لاوے چھٹا سوال یہ ہے کہ وہ موتی جو مرغابی کے
انڈے کے برابر بالفعل موجود ہے اس کی جوڑی پیدا کرے ساتواں سوال یہ ہے کہ حمام بادگرد کی خبر لاوے
حسن بانو نے دائی کی اس بات کو پسند کیا اور خوش ہو کر اپنے جی میں کہا کہ وہ اپنے ملک میں ایسا کون ہے
جو ان ساتوں سوالوں کا جواب بہم پہنچائیگا اسی گمان پر وہ آپ کو آٹھوں وقت روزہ نماز میں مشغول
رکھتی تھی اتفاقاً ایکدن اپنے کوٹھے پر بیٹھی ہوئی بازار کا تماشہ دیکھ رہی تھی کہ اتنے میں ایک فقیر نہایت بزرگ
صورت ظاہر درست چالیس خادموں کو ساتھ لئے ہوئے اس کی طرف سے گذرا اور پاؤں بھی زمین پر نہ رکھتا
تھا چنانچہ اس کے ساتھی سونے چاندی کی اینٹیں قدم کے نیچے رکھ دیتے تھے وہ ان پر پاؤں رکھتا ہوا
چلا جاتا تھا۔ اس حال سے جو حسن بانو نے اسے آتے دیکھا تو نہایت خوش ہو کر دائی سے کہا اے اماں دائی
یہ فقیر بادشاہ کا پیر ہے ہر مہینے میں دو چار بار بادشاہ اس کے گھر جاتا ہے اور یہ بھی کبھی اس کے پاس
آتا ہے اس کے برابر اب دنیا میں کوئی عمدہ درویش نہ ہوگا کیونکہ یہ نہایت پرہیزگار اور متقی ہے حسن بانو نے
اس سخن کو سن کر کہا کہ اگر تم پروانگی دو تو میں اس درویش کی مہمانی کروں اور گھڑی دو گھڑی کیواسطے اپنے
گھر بلا کر تکلیف دوں اور اپنی آنکھیں اس کے قدموں پر ملوں دائی نے کہا کہ جانی تجھکو مبارک ہو یہ کام
غرض اس نے کسی شخص کے ہاتھ اس فقیر کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ اگر کبھی اور بزرگوں کے طور سے میرے
غریب خانے کو اپنے قدم مبارک سے روشن کرو اور تشریف فرما ہو تو یہ کمترین دونوں جہان کی دولت حاصل

کرے اور اپنے دامن مراد کو گوہر مقصود سے بھرے وہ گیا اور اس کی آرزو کا حال سنا کر کہنے لگے کہ بزرگوں کو
لازم ہے کہ خوردوں پر مہربانی کرے ان کے دامن تمنا کو گل مراد سے بھر دیں اس بات کو اس نے قبول کیا اور
کہا کہ میں ضرور آؤں گا کیونکہ یہ سنت نبوی ہے جو کوئی اس سے پھرے وہ قعر جہنم میں گرے مگر آج مجھے
کام ہے کل میں صبح آؤں گا یہ خبر حسن بانو کو پہونچی اس خبر کے سنتے ہی اس نے اقسام اقسام کے کھانے پکوائے
اور کئی خوان میوے اور مٹھائی کے تیار کیے اور کئی کشتیاں زر و جواہر اور روپے اور اشرفیوں کی بھی
شاہ صاحب کی نذر کے واسطے درست کر رکھیں صبح کو وہ درویش اپنے چالیس فقیروں کے ساتھ اپنی عادت
قدیم سے سونے چاندی کی اینٹوں پر پاؤں رکھتا ہوا حسن بانو کے گھر تک آ پہونچا اور حسن بانو نے دروازے
سے نشست گاہ تک فرش زری بافت پہلے ہی سے بچھوا رکھا تھا وہ اس کو روندتا ہوا مسند شاہانہ پر آ کر بیٹھا
اور خواجہ سرا زر و جواہر کی کشتیاں اس کے سامنے لائے اس نے کسی کشتی کو ہرگز قبول نہ کیا بلکہ کہا کہ
یہ اسباب میرے کس کام کا ہے پھر وہ اندر گئے اور کئی خوان پوشاک کے لے آئے اس نے اسکو بھی پسند نہ
کیا وہ پھر محل میں گئے اور بہت سے خوان شیرینی اور میوے کے لے آئے اور بڑا ایک دسترخوان لطیف اور
پاکیزہ بچھا کر اس پر چننے لگے وہ خوان سونے چاندی کے برتنوں سے بھرے تھے اور انہیں اقسام اقسام کے
کھانے دھرے تھے اور فروش شاہانہ بچھے تھے اور زربفت کے پردے کلابتون کی ڈوریوں سے دالان
کے دروں پر بندھے تھے خوجے لباس زریں اور جواہر سے سجے سجائے چالاک و چست جڑاؤ سونے
چاندی کی چلمچی آفتابے لے آئے اور ہاتھ دھلوا کر سامنے باادب کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے کہ ہماری
بی بی اس بات کی امیدوار ہے کہ حضرت کچھ تناول کریں اس بات کو سن کر وہ مکار کھانا کھانے لگا
اور اس سونے چاندی کے اسباب کو بھانپنے لگا اور ہر ہر نوالے پر اپنے جی میں یہی کہتا تھا کہ برزخ
سوداگر کوئی بڑا مالدار تھا جو اس قدر مال و اسباب بادشاہوں کی طرح اپنے گھر میں چھوڑ گیا چاہیئے کہ
اس سب کو آج ہی کسی طرح اپنے گھر لے چلیئے۔ اور غنیمت سمجھئے اس میں اس ملعون نے تھوڑا بہت
کھانا زہر مار کر کے ہاتھ کھینچا پھر وہ خواص جڑاؤ عطردان لے آئے اس نے وہ عطر اپنی داڑھی اور پوشاک میں
ملا اور سب ظروف مینا کار آنکھ اور ظاہر میں حسن بانو کو دعائیں دے دے کر رخصت ہوا اور
اس کے لوگ اس کم بخت کی ضیافت کے کاروبار میں دن بھر کے تھکے ہوئے تھے رات کے ہوتے ہی
بے اختیار پاؤں پھیلا کر سو رہے نہ انھوں نے کوٹھوں کے دروازے بند کیے نہ اس اسباب و جواہر کو

ڈھکلانے سے رکھا پھر رات کے بعد وہ لسان ڈکیت صورت شیطان خصلت اپنے انھیں چالیس چوروں
کیساتھ اس کی حویلی میں در آیا اور تمام زر و جواہر مال متاع غارت کرنے لگا اس عرصے میں جو تھوڑے بہت کہ
جاگ رہے تھے ان ظالموں کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور کچھ مارے گئے حسن بانو اپنے کوٹھے کی کھڑکی سے
جھانک کر دیکھتی تھی اور سب کو پہچان کر ہاتھ مل کر کہتی تھی کہ افسوس یہ موا تو وہی خانہ خراب درویش ہے اور
اس کے ساتھی ہیں اس کا علاج کوئی کیا کرے غرض رات ہی چھپانے میں کاٹی صبح کو ان مردوں کو
اور زخمیوں کو چارپائیوں پر ڈال کر بادشاہ کے در دولت پر لے گئی اور فریادیوں کے طور سے جا کر
کھڑی ہوئی اور بآواز بلند دہائی دے دے کر کہنے لگی کہ میں لوٹی گئی بادشاہ نے پوچھا یہ کون ہے
خبرداروں نے عرض کی اے خداوند سوداگر کی بیٹی دو چار چارپائیوں پر کئی مردے کئی زخمی لائی ہے
اور عرض کرتی ہے کہ اگر جہاں پناہ اپنی مہربانی سے نزدیک بلوائیں تو یہ لونڈی کچھ حال اپنی واردات کا
حضور میں ظاہر کر دے اس بات کو سنتے ہی بادشاہ نے اسے بلوایا اور حال پوچھا اس نے عرض کیا
کہ عمر و دولت خداوند کی بڑھے اور مہر انصاف سپہر حق پرستی پر تا قیامت جلوہ گر رہے کل دن کو
اس لونڈی نے اس فقیر کی مہمانی کی تھی سو اس نے یہ غضب ڈھایا کہ پہر رات گئے اپنے چالیسوں
فقیروں سمیت آ کر مجھ غریب بے کس کے گھر کو لوٹا دس بیس کے گھر کو لوٹا دس بیس کو زخمی کیا دو چار کو مار ڈالا
اور گیارہ بارہ لاکھ روپے کے قریب زر و جواہر لے گیا خدا اس کا منہ کالا کرے کہ اس قدر ظلم و ستم اس نے
اس عاجزہ پر کیا اس سخن کے سنتے ہی بادشاہ آگ ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے نادان بیوقوف تجھے
کچھ بھی شعور ہے جو ایسے ولی کو اس طرح کی تہمت لگاتی ہے وہ تمام جہان کی چیزوں سے نفرت
رکھتا ہے حسن بانو نے پھر عرض کی کہ اے حضرت ایسے کافر کو ولی نہ کہیئے یہ تو شیطان سے بھی زیادہ ہے
آپ کیا ارشاد کرتے ہیں اس بات کے سنتے ہی بادشاہ اور بھی غضبناک ہوا اور تاؤ پیچ کھا کر کہنے لگا ارے
کوئی ہے کہ اس بدبخت لڑکی کو میرے سامنے ہی سنگسار کرو کہ یہ اپنی سزا کو پہنچے تا اوروں کو عبرت ہو
کہ پھر کوئی ایسی حرکت نہ کرے کہ ایسے بزرگ کی اس وضع کی بات کہے اتنے میں ایک وزیر نہایت نیک خصلت
اپنی جگہ سے اٹھا اور پایہ تخت بادشاہی کو چوم کر عرض کرنے لگا کہ جہاں پناہ یہ وہی برزخ سوداگر کی بیٹی
ہے کہ جس کے سر پر خداوند ہمیشہ دست شفقت رکھتے تھے اور پیار کر کے اپنے سینے پر بٹھلاتے تھے آج
اُسے سنگسار کرتے ہو اگر ان کو مار ڈالو گے تو ان غلاموں کے دل سے خداوند کی مہربانی کا اعتماد اپنے فرزند ان

کے حق میں اٹھ جائے گا بلکہ ہر ایک اس اندیشے سے ہلاک ہوگا کہ جہاں پناہ ہمارے بعد ہمارے
فرزندوں سے یہی سلوک کریں گے جو آج ہما کی لڑکی کے ساتھ کرتے ہیں اور اس خیال کو اپنے جی میں جگہ
دیکر کنارہ کش ہونگے اور فرصت پا کر بھاگ جائیں گے اغلب ہے کہ غنیموں سے ملیں اور خداوند سے
دشمنی کریں یہ حقیقت عرض کرنی واجب تھی جو عرض کی آگے جو مرضی خداوند کی اس بات کو سن کر بادشاہ
نے کہا کہ اے دانشمند میں نے تیری سفارش سے اور برزخ سوداگر کی روح کی خاطر سے اس کی جان بخشی
کی اگر یہ اپنا بھلا چاہتی ہے تو آج ہی اس شہر سے نکل جائے بلکہ ہمنوا رعائی سے لوگ جائیں اور اس کو
دیس سے نکال کر آئیں اور زر و جواہر بیکر جہاڑو کے تنکے تک اس کے گھر کا مال و اسباب توشے خانے میں
داخل کریں اس بات کو سنتے ہی فوج بادشاہی گئی اور اس کو اس کے گھر سے بے گھر کرکے مال اسباب اس
تیتر کے ہاتھ سے جو بچا تھا وہ سب کا سب لوٹ لائی اور وہ غریب تن تنہا وہاں سے نکل کر کسی جنگل میں
دائی سمیت جا پڑی چاروں طرف گھبرائی صحرا میں پھرتی تھی اور دائی سے کہتی تھی کہ اے مادر مہربان
ایسی خطا مجھ سے کیا ہوئی جو میں عذاب میں پڑی وہ اس کو گلے لگا کر بلائیں لے کر یوں دلاسے دیتی
تھی کہ بابا گردش فلکی سے کچھ چارہ نہیں صبر کر اگر خدا فضل کرے گا تو سب بہتر ہے گا اسی صورت سے
گریہ و زاری کرتی ہوئی اپنی دائی سمیت ایک اور جنگل میں جا پہونچی اور ایک درخت سایہ دار کے نیچے ملے
دھوپ کے جا بیٹھی دو چار دن کی بھوکی پیاسی تو تھی ہی بے اختیار نیند آگئی تو وہ لڑکی اسی درخت کے
نیچے خاک ہی پر سو رہی تو کیا خواب دیکھتی ہے کہ ایک شخص بزرگ صورت سفید کپڑے پہنے ہوئے
عصائے سبز ہاتھ میں لئے گلے میں تسبیحیں ڈالے کھڑاؤں پہنے سرہانے کھڑا کہتا ہے کہ بابا غم نہ کھا اور
اندیشہ نہ کر وہ کریم کارساز ہے اس سے کچھ عجب نہیں جو تجھے اسی مرتبہ کو پہنچا دے چنانچہ اس درخت کے
نیچے سات بادشاہت کی دولت گڑی ہے سو حق تعالےٰ نے تیرے ہی واسطے یہاں چھپا رکھی ہے
اب تو اٹھ اور اس خزانے کو اپنے تصرف میں لا اور یاد خدا میں لگا اس نے کہا کہ میں ایک عورت ناتوان
کیونکر اس زمین کو کھودوں اور کیونکر اس دولت بیشمار کو اپنے قبضے میں لاؤں اس نے کہا تو ایک لکڑی سے
کھود اور قدرت خدا دیکھ کہ وہ اس مشکل کو کیونکر آسان کرتا ہے اس بات کے سنتے ہی حسن بانو
چونک اٹھی اور اپنی دائی سے یہ حقیقت کہنے لگی آخر کار اس نے اور ان کی دائی نے جو اس درخت
کی جڑ اپنے زور سے ہلائی اور قدرے ایک لکڑی سے کھودی تو سات کنوئیں اشرفیوں سے

بھرے اور صندوق ہر طرح کے جواہر سے معمور اس موتی سمیت جو مرغابی کے انڈے کے برابر تھا وہ
دیا حسن بانو نے شکر خدا کیا اور اپنی دائی سے کہنے لگی کہ تم اس گھڑی شہر کیطرف جاؤ اور ہمارے
کنبے کے لوگوں کو اور کچھ تھوڑی بہت چیزوں کو کھانے پینے کی قسم سے لے آؤ اس نے کہا کہ جانی تجھے
تنہا چھوڑ کر کیونکر جاؤں اور ان کو لاؤں اگر تیرے پاس کوئی اور ہوتا تو مضائقہ نہ تھا مجھ کو یہ ڈر ہے
کہ کہیں اور کچھ آفت نہ آئے اسی بات چیت میں دونوں تھیں اتنے میں حسن بانو کا ملازم فقیری لباس
پہنے اس جگہ آ نکلا او بے اختیار اس کے پاؤں پر گر کے لوٹنے لگا اس نے اس کو گلے سے لگا لیا اور دردر
دلاسا دیا اور کہا کہ تو خاطر جمع رکھ حق تعالے نے اس قدر زر و جواہر بے شمار دیا ہے کہ جس کا حساب نہیں
تو اسوقت کچھ خرچ راہ لے اور شہر میں جتنے میرے اقربا ہیں سب کو اس احوال سے آگاہ کر کے لے آ۔
اور اچھے اچھے مزدور اور معمار بھی بلا لا کہ ایک عمارت عالیشان تیار کریں کیونکہ یہ منظور ہے کہ میں
ایک شہر بڑا بساؤں اور اس کا نام شاہ آباد رکھوں مگر یہ حال تو کسی پر ظاہر نہ کرنا وہ یہ بات سن کر
کچھ تھوڑے بہت روپے لیکر شہر میں گیا اور اس کے اقربا کہ جابجا بحال تباہ بھیک مانگتے پھرتے
تھے ان سبھوں کو بخوبی جمع کر کے اس کے پاس لے آیا حسن بانو کو دیکھکر بہت خوش ہوئے اور ایک
خیمہ بہت بڑا کھڑا کر کے آپس میں رہنے لگے اس کاروبار کے بعد جب اس نے فرصت پائی تب وہ پھر
شہر میں آیا اور معماروں کے سردار سے ملاقات کر کے کہنے لگا کہ تم تھوڑے کاریگروں کو اپنے ساتھ
لیکر فلانے جنگل میں چلو مجھے تم سے کام ہے اس نے یہ بات قبول کر لی اپنے گلے سمیت اس کی ہمراہی
اختیار کی وہ ان کو اپنے ساتھ لئے ہوئے حسن بانو کے ہمراہ آیا اس نے جس کام کیواسطے بلوایا
تھا اس میں لگوا دیا چھ مہینے کے بعد جب ایک حویلی ستھری سی بنوا چکی تب معماروں سے کہنے لگی
کہ اب تم اس کے گرد شہر عالیشان کا ڈول ڈالو اور اسے آباد کرو انھوں نے عرض کی کہ
بادشاہ کی بے مرضی اتنا بڑا شہر یہاں بسانا اچھا نہیں یہ سنتے ہی حسن بانو لباس مردانہ پہن کر ایک
عربی گھوڑے پر سوار ہو کر تھوڑے پیادوں کو آگے رکھ کر ایک خوان جواہر اور ایک مور لعقوت کا
اپنے ساتھ لیکر شہر کیطرف روانہ ہوئی یہ خبر بادشاہ کو پہنچی کہ ایک سوداگر بچہ نہایت عمدہ حضور
کی قدمبوسی کی آرزو رکھتا ہے اور در دولت تک پہونچا ہے بادشاہ نے سنتے ہی فرمایا کہ اس کو
نہایت عزت و حرمت سے حضور میں حاضر کرو لوگ اس کو ہاتھوں ہاتھ اعزاز کے ساتھ

حضور میں لے آئے وہ مجرا گاہ میں کھڑی ہو کر آداب شاہی بجا لائی اور نذر کے خوان زیر تخت
لگا کر مہربانی کی امیدوار ہوئی بادشاہ اس کو دیکھ کر خوش ہوا شفقت سے احوال پوچھنے لگا
کہ تم کس شہر کے رہنے والے ہو اور کس کام کو یہاں آئے ہو تمہارا کام کیا ہے وہ عرض کرنے لگا
کہ میں فلانے سوداگر کا بیٹا ہوں قبلہ گاہی گردش فلکی سے فلانے شہر کے قریب جہاز پر
مر گئے ہیں اس آستانے پر جبیں سائی کی کمال آرزو رکھتا تھا آج طالع کی مدد سے حاصل ہوئی
جو یہاں تک پہونچا اس بات کا امیدوار ہوں کہ دامن دولت کے سایے میں باقی عمر بسر کروں
کیونکہ اس در دولت سے مشرف ہونا سعادت دارین ہے اور نعمت کونین اور اس
بات کی درخواست رکھتا ہوں کہ اگر ہم کو حکم ہو تو فلانے جنگل میں چند روز رہوں اور
ایک شہر آباد کر کے اس کا نام شاہ آباد رکھوں بادشاہ اس شخص سے نہایت خوش ہوا۔
اور خلعت فاخرہ دیکر کہنے لگا کہ اے جوان صالح تیرے ماں باپ نہیں ہیں تو آج سے انکی
جگہ مجھ کو سمجھ میری فرزندی میں داخل ہو جو چاہے سو کر جہاں چاہے سو کر حسن بانو آداب
بجا لا کر عرض کرنے لگے کہ اے خداوند اگر اس غلام کو شہزادوں میں شمار کیا ہے تو کسی عمدہ
خطاب سے سرفراز فرمایئے۔ اگر زیادہ عزت بڑھے بہرام نام میرے لائق نہیں جہاں
پناہ نے اس سخن کو پسند کیا اور اس کا نام ماہر دشاہ رکھا اور فرمایا اے فرزند اگر جنگل
جنگل یہاں سے بہت دور ہے جی چاہتا ہے کہ ایک شہر اپنے نام سے تو شہر کے قریب آباد
کرے اس میں بہتری رہے اس نے پھر عرض کیا کہ جہاں پناہ صحرا بہت دلچسپ ہے اس کے
سوا نزدیک دار السلطنت کے دوسرا شہر آباد کرنا ترک ادب ہے امیدوار فضل و کرم کا ہوں
کہ معماروں کو حضور سے ارشاد ہو کہ جو اس جنگل میں شہر میں بساؤں بادشاہ نے ان کو
حکم دیا ملکہ فرمایا کہ ہر کارکن جائے اور اس شہر کے آباد کرنے میں مشغول ہو وہ بھی ایک مہینے
میں دو تین بار حضور کے مجرے کے لئے آیا جایا کرتی تھی اور ہر روز راج مزدوروں کو انعام
دیکر تاکید کرتی کہ جلدی کرو وہ اس کے بنانے میں رات دن مستعد رہتے دو برس کے بعد
ایک شہر عظیم الشان بنا نام اس کا شاہ آباد رکھا کاریگروں کو بہت سا انعام دے کر
رخصت کیا پھر حسن بانو اکثر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگی کہ ایک دن بادشاہ کے

بجرے کو آئی اور وہ حضرت اس وقت درویش بزرگ صورت شیطان سیرت کے گھر جانا چاہتے
تھے حسن بانو کو دیکھتے ہی کہنے لگے کہ اے فرزند آج جی چاہتا ہے کہ ہم تم دونوں اس بزرگوار نیک کردار
کی خدمت میں حاضر ہو کر سعادت دارین حاصل کریں کیونکہ ایسے غوث زمانہ کی زیارت نجات کی صورت
ہے حسن بانو نے عرض کی کہ بسم اللہ کیجئے خداوند ایک تو ایسے بزرگ کی قدمبوسی سے دونوں جہان کی
خوبی حاصل ہوتی ہے دوسرے جہاں پناہ کے ہمرکاب چلنا اس سے بہتر اور کیا ہے مگر جی میں کہتی تھی
کہ ایسے شیطان مجسم کی صورت دیکھنا روا نہیں لیکن کیا کروں مطیع بادشاہ ہوں اس کے ساتھ اس
بقر کے گھر گئی اور بادشاہ اس کی تعریف اس شیطان کے آگے کہنے لگا جو کہ یہ ماہرو شاہ کے نام سے
مشہور تھی اپنا سچھلک کے تعریفیں سنتی اور چپکے چپکے کہتی تھی کہ اس قدر جو مجھپر سرفرازی و مہربانی کرتے ہیں
یہ سب زر و جواہر کی تعریف ہے نہیں تو میں وہی برزخ سوداگر کی بیٹی ہوں کہ جس کو اپنے شہر سے بھی نکلوا دیا
تھا اور مال خزانہ لوٹ لیا تھا اتنے میں بادشاہ اٹھا اور اس فقیر سے رخصت ہونے لگا۔ ماہرو شاہ نے
ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ اگر پیر و مرشد اس کمترین کے گھر میں قدم رنجہ فرمائیں تو عین سرفرازی اور
بندہ نوازی ہے اور یہ بات بزرگوں کی خصلت سے بعید نہیں اس انسان شیطان سیرت نے
کہا کہ بابا البتہ میں آؤں گا ماہرو شاہ نے پھر بادشاہ سے عرض کی کہ میری حویلی سے نہایت دور ہے
شاہ صاحب کو تصدیع ہو گی صلاح یہ ہے کہ یہاں ایک حویلی برزخ سوداگر کی جو قابل
بادشاہوں کے ہے بالفعل خالی پڑی ہے اگر خداوند دو چار روز کیواسطے عنایت کریں تو غلام
ایسے ولی کی خدمت قرار واقعی کرے اور دولت بے زوال سے بہرہ مند ہو بادشاہ نے کہا کہ اے فرزند
ارجمند تو نے اس کی خبر کہاں سے پائی اس نے عرض کی کہ [illegible]
ہیں اور اس کا نام بخوبی جانتے ہیں بادشاہ نے کہا کہ اے ماہرو شاہ وہ حویلی ہم نے تجھ کو بخشی اس بات
سنتے ہی وہ آداب بجا لایا اور اپنے لوگوں کو ساتھ لے کر اس حویلی میں داخل ہوا [illegible]
دیکھ کر بے اختیار در و دیوار سے لپٹ کر رو دیا اور لوگوں سے کہا کہ اس حویلی کو مرمت کر کے جلد
درست کر دو یہ کہکر اپنے شہر کو چلا گیا ایک [illegible]
اور کئی خوان سونے چاندی کے جڑاؤ [illegible]
اور ایک بوم طلا اور ایک طاؤس یاقوتی اور بہت سا جواہر بیش قیمت اپنے ساتھ لایا پھر [illegible]

نوکر جاکر اس حویلی میں چھوڑ کر بادشاہ کے پاس گیا تھا ہاتھ باندھ کر عرض کرنے لگا جہاں پناہ یہ
ارادہ ہے کہ چند روز بر زرح سوداگر کی حویلی میں رہوں سلام و مجرے کو بھی ہر روز حاضر ہوا کروں
لیکن کل اپنے پیر و مرشد کی تواضع کروں بادشاہ نے فرمایا بہت بہتر یہ تیرا اختیار ہے ملکہ ہماری
بھی بادشاہت اپنی ہی جان وہ اٹھ کر آداب بجا لایا اور عرض کرنے لگا کہ اس قدر بندہ نوازی
اور اتنی سرفرازی خداوندی کی محض پرورش ہے فدوی ہر صورت سے بادشاہ عالم پناہ کا فرمانبردار
ہے عرض بادشاہ سے رخصت ہوا اور اپنے باپ کے گھر آکر ضیافت کی تیاری کی پھر ایک آدمی سے
کہا کہ تو جا کر اس فقیر مکار کی صورت میں ایک عاجز کی طرف سے بندگی عرض کر کہ کل اگر تشریف
ارزانی فرماؤ تو گویا اس کمترین کو بے داموں مول لو عرض وہ گیا اور اس کے کہنے کے بموجب عرض
کی اس نے قبول کیا صبح کو اسی اپنی عادت سے فقیروں کو ساتھ لے سونے چاندی کی اینٹوں
پر پاؤں رکھتا ہوا چلا ماہرو شاہ نے فرش مکلف اور مسند شاہانہ سے پہلے ہی ایک مکان آراستہ
کر رکھا تھا جس میں داخل ہوا ماہرو شاہ نے مسند شاہانہ پہ بٹھایا خوان زر و جواہر مع طاؤس مرصع نذر دیئے
فقیر نے قبول نہ کیے تب اس نے تمام جواہر اپنے طاقوں میں جڑوا دیئے اس لئے کہ ان پہ فقیر کی نظر پڑے
اور اس کی طمع بڑھے پھر کئی خوان ہیرے کے منگوائے اور ایک دستر خوان زربفت کا بچھایا۔ جڑاؤ
سنگ یشب کے بادیوں میں طرح بطرح کے کھانے نکال کر چنے اور رنگا رنگی چلیچی آفتابے سے ہاتھ دھلا کر
عرض کی کہ پیر و مرشد کچھ نوش کریں اور اس کمترین کو سرفراز کریں اس بات کو سن کر اس کوتہ اندیش نے ہاتھ
بڑھا کر اپنے انہیں چالیسوں فقیروں کے ساتھ کھانا کھانا شروع کیا دو چار ہی لقمے کھا کر کہا بس زیادہ
کرو۔ فقیر کو پیٹ بھر کھانا اچھا نہیں ہے کیونکہ اگر بہت کھائیں گے تو عبادت الٰہی نہ کر سکیں گے
ماہرو شاہ نے پھر عرض کی کہ پیر و مرشد اس کمترین کی تسلی نہیں ہوتی دو چار تو لے آپ اور بھی تناول
کریں اس نے کہا کہ بابا اتنا کھانا تیری خاطر سے کھایا وگرنہ تمام رات دن میں دو چار دانے کھا لیتا ہوں
آٹھ پہر رات دن یاد خدا میں مشغول رہتا ہوں کیونکہ جو زیادہ کھاؤں تو عبادت کیا خاک کروں۔
پر دل میں کہتا تھا کہ یہ اسباب سب کا سب اپنا ہے کہاں جاتا ہے پھر ایک مرصع عطردان اور پاندان آگے
لاکے رکھا اس نے عطر ملا گھڑی دو گھڑی کے بعد رخصت ہو کے اپنے گھر آیا اور ان چوروں سے کہنے لگا
کہ یہ کھانا جب حلال ہوگا کہ ہم تم آج ہی رات کو چل کر تمام اسباب چرا کے اپنے گھر لے آئیں سب

اسی گفتگو میں تھے کہ رات ہوگئی تب اس نے چوروں کے کپڑے پہنے اور انھیں چالیسوں کو ساتھ لیکر آدھی رات کو اس کی حویلی کیطرف چلا ماہرو شاہ نے اپنے لوگوں سے پہلے ہی کہہ رکھا تھا کہ تم کچھ اسباب کہیں سے نہ سمیٹنا جہاں کا تہاں پڑے رہنے دینا مگر مستعد رہنا اور ایک رقعہ شہر کوتوال کو بھی لکھ بھیجا کہ آج کی رات ڈاکہ پڑنے کی خبر ہے تم تھوڑے سے لوگ لیکر جلد آؤ اور ایک کونے میں چھپے گھات میں رہو جس وقت اس حویلی سے شور و غل کی آواز بلند ہو اسی گھڑی تم آپہونچنا اور چوروں کو باندھ لینا کوتوال اس خبر کو سنتے ہی سو دو سو پیادوں سے اس کی حویلی سے داہنے بائیں آکر بیٹھ رہا کہ اتنے میں وہ اجل گرفتہ ایک دھاڑے کو لیکر اس کی حویلی میں آبیٹھا اور اسباب غارت کرنے لگا غرض ہر ایک نے ہر ایک طرح کے اسباب کا گٹھر باندھ کر اپنے اپنے سر پر رکھا اور وہ درویش بھی اس طاؤس مرصع کو لے کر حویلی سے نکلا پیادے تو اسی تاک پر لگ رہے تھے اپنی اپنی جگہ سے کود کے اور ان کو باندھنے لگے جھٹ پٹ ان سبھوں کی مشکیں باندھیں اور گٹھریاں ان کے گلے میں ڈالدیں غرض اس قدر شور و غل ہوا کہ کوتوال خود چلا آیا انھوں نے عرض کی کہ اب آپ بھی ان سے خبردار رہیا صبح کو حضور معلی میں لے چلیں گے وہاں سے جو حکم ہوگا سو کیا جائے گا حسن یا توان دشمنوں کو گرفتار دیکھ کر نہایت خوش ہوئی اور اپنے نوکروں کو انعام دیکر ٹھنڈے جی سے پاؤں پھیلا کر سو رہی اتنے میں صبح ہوئی بادشاہ نے برآمد ہو کر تخت سلطنت پر جلوس فرمایا وزیر و امیر خان ولواب مجرا کر کے اپنے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے اور حضرت نے ارشاد فرمایا کہ آج کی رات شہر میں کیا شور و غل تھا اتنے میں کوتوال ان سبھوں کو باندھے ہوئے آپہونچا اور آداب شاہی بجالا کر عرض کرنے لگا جہاں پناہ آج آدھی رات گئے برزخ سوداگر کی حویلی میں ڈاکہ پڑا تھا یہ نمک خوار اس حال پر دریافت کرتے ہی وہاں جا پہونچا اور ڈاکوؤں کو مع زر و جواہر باندھ کر حضور اعلی میں لے آیا مگر معلوم ایسا ہوتا ہے کہ شاید میں نے ان کو کہیں دیکھا ہے ظاہر صورت آشنا سے نظر پڑتے ہیں وہ عرض کر ہی رہا تھا کہ اتنے میں ماہرو شاہ آیا اور مجرا قواعد بادشاہی سے کر کے ایک کرسی جواہر نگار پر بیٹھ گیا بادشاہ نے پوچھا کہ اے فرزند ارجمند کیا تمہاری حویلی میں شب کو چور آئے تھے اس نے کہا کہ جہاں پناہ کوتوال بروقت پہونچا نہیں تو گھر لٹتا اور میں مارا جاتا یہ بات سن کر بادشاہ نے کہا کہ ان چوروں کو ہمارے سامنے لاؤ اسی طرح سے ان کو باندھے ہوئے لے آئے بادشاہ ہنسا اور کہنے لگا اے فرزند یہ تو ہمارے

ازرق شاہ صاحب معلوم ہوتے ہیں ان کو اور نزدیک لاؤ غرض آگے آئے اور بخوبی پہچانے گئے وہی
شاہ صاحب تھے اور وہی ان کے چالیسوں مرید پھر کوتوال کو حکم کیا کہ تو ان کی گٹھری اور کمریں کھول
اسباب دکھلا اس نے ان کا جھاڑا لیا تو ہر ایک کے پاس سے مال اور کمندیں اور پھالسیاں نکلیں
بلکہ ازرق شاہ صاحب کی کمر سے طاؤس مرصع اور کئی پھالسیاں ہاتھ آئیں اور بادشاہ اس حال کو
دیکھکر متعجب ہوا اور غضب سے کہنے لگا کہ ان کو بھی سولی دو کہ پھر کوئی ایسی دغابازی نہ کرے وہاں زبان
ہلانے کی دیر تھی جلادوں نے ہر ایک کا کام تمام کیا حسن بانو نے جو دیکھا کہ دشمن اپنے ساتھیوں سمیت مارا
گیا کرسی سے اٹھی اور عرض کرنے لگی کہ جہاں پناہ یہ لونڈی موروثی برزخ سوداگر کی بیٹی ہے حضرت نے
اسی فقیر بے حیا کے واسطے اس لونڈی کو شہر بدر کیا تھا تب بھی اس عاجزہ کی تقصیر نہ تھی چنانچہ
میرے باپ کا تمام مال اس کے گھر میں ہے اگر خداوند اس کو کھدوا کر دیکھیں تو نکلے اور جھوٹ سچ اس
لونڈی کا حضور پرنور میں ظاہر ہو وے بادشاہ نے حسرت سے انگلیاں کاٹیں اور فرمایا کہ ازرق کا گھر کھود
اور حسن بانو کو بہت سی تحسین و آفرین کی آخر کار جب اس کا مکان کھودا تو تمام برزخ سوداگر کا مال
نکلا حسن بانو نے اس کو بادشاہ کی نذر کیا اور عرض کی کہ خداوندا یہ کمترین امیدوار اس بات کی ہے
کہ اگر آپ اس بیکس کے گھر قدم رنجہ فرمائیں تو یہ لونڈی بہت کچھ رکھتی ہے سب کا سب حضور عالی
میں گذارے اور اپنی حقیقت بھی ظاہر کرے بادشاہ نے اس کی عرض قبول کی وہ حضور سے رخصت
ہو کر اپنے ملک میں آئی اور تمام شہر کو آئینہ بندی کروا کے محل کو بھی فرش سے آراستہ کیا دو تین
دن کے بعد بادشاہ نے اس کے شہر کی طرف کوچ کیا جب نزدیک جا پہنچا وہ اپنی سپاہ سمیت
استقبال کو شہر کے باہر آئی اور قدمبوس ہو کر بخوبی اہتمام کرتی ہوئی محل میں لے گئی ایک مسند
شاہانہ پر بٹھا کر دوسرا طاؤس بھی مرصع اور کئی خوان زر و جواہر کے آگے رکھے بادشاہ ان کو دیکھکر
نہایت خوش ہوا پھر اس نے ساتوں کنویں زر سرخ سے بھرے ہوئے دکھلائے اور ہاتھ باندھ کر
عرض کی کہ اہلکاروں کو حکم ہو کہ اس مال و اسباب کو چھکڑوں پر لدوا کر خزانہ شاہی میں داخل کریں بادشاہ
نے وزیروں سے کہا کہ تم ابھی اس مال کو خزانہ عامرہ میں یہاں سے اٹھوا کر بھجوا دو اور وہ متصدیوں
سمیت کنویں پر گئے دیکھتے کیا ہیں کہ زر سرخ سے مالا مال ہیں جونہی چاہا کہ اس کو نکال کر لادیں وہیں
وہ زر سانپ بچھو کی صورت ہو گیا وہ اس واردات سے ڈر کر بادشاہ کے پاس گئے اور اس حال کو

ظاہر کیا بادشاہ حیران ہوا اور حسن بانو کے چہرہ کا رنگ زرد ہوگیا تب حضرت نے فرمایا کہ اے فرزند کچھ
اندیشہ نہ کر حق تعالےٰ نے یہ مال و اسباب تیری ہی قسمت میں لکھا ہے تو مختار ہے دوسرا اس کو نہ
لے سکے گا وہ ان تسلی آمیز باتوں باتوں سے خوش ہوئی اور آداب بجا لا کر عرض کرنے لگی کہ اگر حکم
ہو تو یہ لونڈی اس دولت بے قیاس کو راہ خدا میں صرف کرے بادشاہ نے پروانگی دی اور اس سے
رخصت ہو کر اپنے دولتخانہ کو تشریف لے گئے تھوڑے لوگ سپاہ کے اس کی حفاظت کیواسطے وہاں
چھوڑے اس نے اسی روز سے ایک مسافرخانہ عالیشان بنوایا اور ہر ایک مسافر کو کھانا کپڑا نقد جنس
دیتی اور رخصت کرتی اور جو کوئی کہیں کا ارادہ کرکے اس کے شہر میں آتا تھا یہ اس کو اس کی قدر کے
موافق خرچ دے کر رخصت کر دیتی تھی کتنے دنوں میں مسافروں نے یہ چلن اس کا ملک ملک اور
گاؤں گاؤں میں مشہور کیا کہ ایک نئے شہر میں ایک ایسی لڑکی پیدا ہوئی ہے اور سخاوت و مروت
اس قدر رکھتی ہے کہ ہر ایک خدا کے بندے کا سر اپنے بار احسان سے جھکا دیتی ہے اور اپنی شیریں سخنی سے
ہر ایک بشر کو غلام کر دیتی ہے حق تو یہ ہے کہ نہ ایسی سنی ہے نہ دیکھی اور نوکر بھی اس کے امانت دار ہیں ہر ایک
محتاج اور غریب کو روپے اور اشرفیوں سے نہال کر دیتی ہے اس کا نام اس زمانے میں سخاوت
اور رحم کے باعث چاند سورج سے بھی زیادہ روشن ہے یہ خبر رفتہ رفتہ شہر خوارزم میں پہونچی۔
وہاں کا بادشاہ بھی لشکر عظیم اور ملک وسیع رکھتا تھا ایک بیٹا اس کا منیر شامی نام چودہ برس کا
نہایت حسین و خوبصورت تھا اتفاقاً حسن بانو کی سخاوت و خوبصورتی کا آوازہ اس لڑکے نے
سنا سنتے ہی عاشق ہو گیا اور ایک مصور کو بلوا کر کہا کہ میں اس قدر روپے تجھے دیتا ہوں تو شاہ آباد
میں جا اور حسن بانو کی تصویر جس طرح بنے اس طرح کھینچ لا وہ کئی مہینے کا وعدہ کر کے اس سے
رخصت ہوا اور شاہ آباد کے قریب جا پہونچا کئی نوکر حسن بانو کے اسی کام کے واسطے مقرر تھے کہ وہ
ہر ایک مسافر کو اپنے مکان لیجاتے تھے اور اچھے کھانے کھلاتے جب اس کو رخصت کرنے لگتے تب اس کے
پاس لے آتے تھے وہ اس کا احوال پوچھتی تھی اور اس کے حال کے مطابق خرچ دیکر رخصت کرتی تھی
اسی صورت سے وہ لوگ اس کو حسن بانو کے پاس لے گئے تب اس نے ایک پردہ ڈال کر اس کو اپنے
پاس بلوایا اور کچھ احوال پوچھا اس نے عرض کی کہ میں اس بات کا امیدوار ہوں کہ یہ باقی عمر
آپ کے سایۂ دولت میں بسر کروں اس نے کہا کہ تو کیا کام جانتا ہے اور کیا ہنر رکھتا ہے وہ بولا کہ

میں مصوری کا کام ایسا جانتا ہوں کہ جس کی چاہوں تصویر پس پردہ کھینچوں یہ سن کر اس نے نوکر رکھا تھوڑے دنوں کے بعد اس کو یہ خیال گذرا کہ اپنی تصویر کھنچوایئے اور اس کو دیکھئے اس کا جھوٹ سچ معلوم ہو جائے گا ایکدن اس کو بلوایا اور کہا کہ اے مصور میری تصویر بے دیکھے کھینچ اس نے کہا کہ آپ کوٹھے پر چڑھیں اور ایک لگن پانی سے بھر کر زیر دیوار رکھوا دیں میں پانی میں سے ذرا سا عکس دیکھ لوں تو تمہاری تصویر ہو بہو کھینچوں اس نے فرمایا کہ ایک طشت پانی سے بھر کر جلد دیوار تلے رکھ دو نوکر نے ویسا ہی کیا تب ادھر گئی اور اس کی پرچھائیں اس میں پڑی مصور نے ایک نظر پانی میں اس کی شبیہ دیکھ لی اور اپنے گھر آکر دو تصویریں کھینچیں جو تصویر کہ تصویر تھی اپنے پاس رکھی اور ایسی ویسی حسن بانو کے حوالے کی اس نے اس کو بھی پسند کر کے لے لیا اور انعام دیکر رخصت کیا مصور تھوڑے دنوں میں منیر شامی کے پاس جا پہونچا اور وہ تصویر اس کو دکھلا کر انعام کا امیدوار ہوا وہ اس کو دیکھتے ہی غش کر گیا جب ہوش میں آیا تب آہیں سرد دل پر درد سے کھینچنے لگا۔ دفعتاً یہ بات جی میں ٹھہرائی کہ بہتر یہی ہے کہ اب نکل چلئے گو مرضی ماں باپ کی نہیں آخر کار آدھی رات کو فقیروں کا سا حال بنا کر اپنے گھر سے تن تنہا نکلا اور شاہ آباد کیطرف راہی ہوا ایک مدت کے بعد اس شہر میں جا پہونچا پر کچھ نہ کھایا خبرداروں نے یہ خبر حسن بانو کو پہونچائی کہ ایک مسافر اس شہر میں ایسا آیا ہے کہ وہ نہ کچھ کھاتا ہے اور نہ کچھ کسی سے بات کرتا ہے حسن بانو نے اس کو اپنے پاس بلوایا اور کہا کہ اے مسافر تو نے کھانا پینا کیوں چھوڑا اور اس قدر زر و نقد کیوں نہ لیا اگر تو لے لیتا تو وہ پیسا کہیں نہ کہیں تیرے کام آجاتا اس نے کہا کہ میں زر و جواہر کا محتاج ہو کر نہیں آیا ہوں میں بھی بہت سی دولت و حشمت رکھتا ہوں - ملکہ شہر خوارزم کا شہزادہ ہوں اس نے کہا کہ اگر تو شہزادہ ہے تو فقیروں کا سا حال کیوں بنایا ہے بولا کہ میں تیری تصویر دیکھ کر دیوانہ ہو کر اپنی شہزادگی کو خاک میں ملا کر شہر سے نکلا خاک چھانتا یہاں تک آپہونچا فقط آرزوئے وصال رکھتا ہوں جو بات سچ تھی کہی اب آگے تیری مرضی جو چاہے سو کر اس بات کے سنتے ہی حسن بانو نے تامل سے سر نیچا کر لیا ایک دم کے بعد کہا کہ اے جوان اس خیال کو اپنے دل سے دور کر کیونکہ اگر خاک ہو کر ہوا کے ساتھ اڑتا پھرے گا تو بھی میرے ایک رونگٹے تک نہ پہنچے گا منہ دیکھنے کا تو کیا ذکر ہے مگر وہ شخص جو میری یہ ساتوں شرطیں پوری کرے تب

شہزادہ بولا میں تیرے دروازے پر اپنی جان دوں گا وہ مسکرائی اور بولی کہ جان دینا آسان ہے پر میرا دیکھنا مشکل ہے تب اس نے کہا تم کو اپنی قسم ہے وہ سوال کون ہے مجھ سے کہو تب حسن بانو بولی پہلا سوال تو یہ ہے کہ ایکبار دیکھا ہے دوسری دفعہ کی ہوس ہے اس کا جواب دے اس نے کہا کہ وہ کہاں ہے اور کب سے یہ سخن کہتا ہے یہ بات سن کر وہ ہنسی اور کہنے لگی کہ کیا خوب اگر میں جانتی تو تجھ سے کیوں پوچھتی شہزادہ سن کر اپنے گریبان میں سر ڈال کر رہ گیا اور جی میں کہنے لگا اب کیا کروں بن دیکھے ہوئے مکان کیطرح کیونکر جاؤں تب حسن بانو بولی اے عزیز یہی اندیشہ ہے تو میرے دیکھنے کے خیال کو دل سے اٹھا دے اور جہاں چاہے چلا جا یہ سن کر اس نے کہا اے سراپا ناز میرے حق میں تیرے شہر کا رہنا اچھا ہے اور یہیں مرنا مبارک ہے یہ سن کر اس نے کہا ہم ایسے بیہودہ گو کو اپنے شہر میں نہیں رہنے دیتے اگر آپ سے جاتا ہے تو جا نہیں تو بے حرمت ہو کر نکلے گا شہزادہ اس گفتگو سے مایوس ہوا اور ایک برس کا اس سے وعدہ کر کے چلنے کا قصد کیا۔ تب سوداگر بچے نے جانا کہ یہ اپنا نقد دل یہاں کھو چکا ہے تھوڑے روپے خرچ راہ دئے اور نام پوچھا اس نے کہا منیر شامی یکبارگی روتا پیٹتا سر بصحرا چلا کسی جنگل میں جا کر ہنس دیتا کسی پہاڑ سے سر ٹکرا کر کبھی رو دیتا پر قدم بڑھاتا ہی جاتا تھا اور بھی اس فتنہ انگیز کے یہاں سے اسی صورت کے کتنے ہی شہزادے اور وزیرزادے آئے اور انہیں سوالوں میں گرفتار ہو کر کتنے کافور ہو گئے اور بہتیرے مر گئے پر اس کے سوال ایک بھی پورے نہ کر سکے القصہ منیر شامی اس کی تصویر بغل میں دابے ہوئے جنگل میں بگولے کیطرح پھرتا تھا مگر کہیں مطلب کا کھوج نہ پاتا تھا اتفاقاً پھرتے پھرتے ایک دن متصل یمن کے ایک جنگل میں جا نکلا اور کسی درخت کے نیچے بیٹھ کر ابر بہار کے مانند زار زار رونے لگا۔ حاتم بھی اس روز وہیں شکار کھیلنے کو گیا تھا اتنے میں ایک آواز دردناک اس کے کان میں پڑی اس نے اپنے لوگوں سے کہا اس آواز کی خبر لاؤ دیکھو تو اس بیابان میں ستم رسیدہ کون ہے جو اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روتا ہے غرض کئی شخص گئے اور آ کر عرض کرنے لگے اے خداوند ایک شخص نوجوان خوبصورت فقیروں کی شکل فلانے درخت کے نیچے روتا ہے نہ آنکھیں کھولتا ہے نہ کسی سے کچھ بولتا ہے۔ حاتم اس بات کو سنتے ہی اس کی طرف آیا چپکا کھڑا رہا دور سے تماشہ دیکھنے لگا وہ بے خبر درد کر آہیں بھرتا

تھا اور اپنے جگر کے ٹکڑے کرتا تھا یہ حالت اس کی دیکھکر بیتاب ہو گیا۔ آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور اپنے جی ہی میں کہنے لگا یا الٰہی اسپر کیا حادثہ پڑا ہے جو اس کا ایسا حال ہو گیا ہے غرض اس کے سرہانے گیا اور رحم سے پوچھنے لگا کہ اے جوان رعنا تجھپر ایسی کیا مصیبت پڑی کہ تیری یہ حالت ہے اس نے سر اٹھا کر دیکھا کہ ایک نوجوان جسپر بادشاہوں کی سی پوشاک پہنے حال پوچھتا ہے جب ان سے الفت و شفقت ظاہر ہوئی بے اختیار دل اٹھا اے بھائی کیا کہوں طاقت تقریر کی نہ قدرت تحریر کی اس کے سوا ایسا کوئی نظر نہیں آتا جو میرے درد دل کو سنے اور اس کا علاج کرے حاتم نے کہا تو خاطر جمع رکھ اور مجھ سے کہہ کیونکہ میں نے خدا کی راہ میں کمر باندھی ہے تیرے بھی کام کرنے میں تقصیر امقدور نہ کروں گا اگر دولت دنیا درکار ہے تو مجھ سے لے اور جو کسی دشمن سے تنگ آیا ہے تو اس کو میرے سامنے کر دے یا ماروں گا یا مر جاؤں گا۔ اگر معشوق سے ملنے کی آرزو رکھتا ہے تو وہ مجھکو بتا ممکن ہے اس کی تدبیر کروں گا خدا کے فضل سے اس کو تجھ سے ملا دوں گا۔ اگر سر کا طالب ہے یہ بھی حاضر ہے منیر شامی نے جب یہ باتیں سنیں آفرین و مرحبا کہہ کے دعائیں دیں اور کہا کہ اے جوان صاحب وفا تو سلامت رہے جو ہم غریبوں کو دلاسا دیتا ہے یہ کہکر وہ تصویر بغل سے نکالی اور اسے دکھا کر پوچھا کہ اب تو ہی بتا کہ میں بن دیکھے اس کے کیسے جیوں اور اپنا حال تباہ کس طرح نہ کروں حاتم نے جو وہ شکل دیکھی جھجک کر رہ گیا پھر کہنے لگا حق بطرف تیرے ہے پر تو بیتاب نہ ہو میں تیرے کام میں قصور نہ کروں گا جب تک تیرا یار تجھ سے نہیں ملاؤں گا تب تک تیرا ساتھ نہیں چھوڑوں گا غرض اسی طرح تسلی دے کر دلداری کر اپنے ہمراہ یمن کو لے گیا۔ داخل حمام کر کے پوشاک بدلوائی ضیافتیں کھلائیں دو چار روز اسی طور پر مشغول رکھا پھر ایک دن اسے اداس دیکھ کر کہا اے عاشق صادق میں تجھے کہتا ہوں کہ اب تیرے مطلب کی تلاش کرتا ہوں اور کوشش کی کمر باندھتا ہوں شہزادہ بولا میرے کام کا آغاز انجام نہیں دکھتا میں روادار نہیں کہ تو عیش و عشرت چھوڑ دے اور آپ کو مشقت میں ڈالے۔ حاتم بولا تو نہیں چاہتا تو نہ چاہ مگر میں اپنے سخن کو

تا مقدور رہنما ہوں گا اور تجھے تیری محبوبہ سے ملاؤں گا۔

تصویر حاتم کا لیجانا منیر شامی کو اپنے شہر یمن میں اور تسلی دینا



[illegible] میں اپنے ارکان دولت کو جمع کر کے فرمایا کہ [illegible]

اور کپڑا ننگوں کو اور خرچ مفلسوں کو [illegible]

[illegible] کہ حاتم [illegible] شہر یمن میں [illegible]

[illegible] جاری رکھنا۔ اور آپ منیر شامی کے ساتھ آباد [illegible]

[illegible]

[illegible]

طالب [illegible] ہو کر نہیں آیا ہوں حق تعالیٰ نے بہت [illegible]

[illegible] ہے میری تو آرزو بڑی [illegible] لوگوں نے اس بات کو سن کر [illegible] کہا کہ [illegible]

تازہ وارد تمہارے سوالوں کا جواب دینے پر مستعد ہے لیکن منیر شامی بھی اس کے ساتھ ہے اس نے اس خبر کو سن کر ان دونوں کو بلوایا جب وہ آئے چلمن کی اوٹ میں ہو بیٹھی اور پوچھنے لگی تمہارا کیا حال ہے حاتم نے کہا تسکے ہے جیتے تو ہیں لیکن اے مہ لقا اپنے مبتلا کو ذرا صورت دکھا کہ اس کو ذرا تسکین ہو جائے اور کچھ زندگانی کا پھل پائے وہ بولی اے بندۂ خدا میں نامحرم کے سامنے کیونکر ہوں اور کس طرح اپنا دیدار دکھاؤں مگر ہاں جو کوئی ساتوں سوال پورے کرے گا وہی عقد کے بعد میرے گلشن عیش سے گل مراد چنے گا۔ تب حاتم نے کہا کہ وہ کون سے سوال ہیں اپنی شیریں زبان سے بیان کر اس کے ساتھ یہ قول بھی دو کہ اگر ان سوالوں کو پورا کر دوں تو تجھ کو جسے چاہوں بخش دوں اس نے اس بات کو مانا اور اقرار بھی کیا پھر ایک دسترخوان پاکیزہ بچھا کر طرح بطرح کے کھانے کھلا کر تھوڑے بہت روپے دئے اور رخصت کیوقت کہلا کہ اے حاتم پہلا سوال تو یہ ہے کہ ایکبار دیکھا ہے دوسری بار کی ہوس ہے اس کی خبر لا کہ وہ کون ہے اور کہاں ہے پہلے اس کو پورا کر پھر دوسرے کی فکر کیجیو حاتم نے اس بات کو سنتے ہی منیر شامی کو اس کے سپرد کیا اور کہا کہ میرا بھائی ہے جب تک میں یہاں نہ آؤں تب تک اس کو اپنی مہمانی میں رکھنا اور خاطرداری کرنا یہ کہکر حاتم وہاں سے رخصت ہوا منیر شامی کو مہمانسرا میں چھوڑ کر چلدیا۔

پہلا قصہ حاتم کے جانے کا اور پہلی شرط بجا لانے کا !!!

القصہ جب حاتم تھوڑی دور گیا تب اپنے جی میں کہنے لگا اب میں کیا کروں اور کس سے پوچھوں لے دیکھے بھلا کدھر جاؤں اور اس عقدے کی گرہ کیونکر کھولوں مگر برائے خدا یہ مشکل اپنے اوپر لی ہے اور وہی آسان کرے گا مجھ سے تو کچھ نہیں ہو سکتا یہ کہکر توکل بخدا آگے بڑھا رستے میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک بھیڑیا قریب ہے کہ ایک ہرنی کو پکڑے اور پھاڑ چیر کر کھا جائے اس بیکسی میں اس نے اس ہرنی کو دیکھا جلد جا کر ایک آواز مہیب ناک سے پکارا اے نابکار خبردار کیا کرتا ہے یہ غریب بچے والی ہے دودھ اس کی چھاتیوں سے بہا جاتا ہے وہ اس بات کو سن کر ڈرا اور کہنے لگا شاید تم حاتم ہو جو ایسے وقت میں اس کے آڑے آئے وہ بولا تو نے کیونکر جانا اس نے کہا تیری ہمت اور شفقت سے پہچانا بلکہ تمام ملک میں مشہور ہے کہ تو ہر ایک مخلوق پر احسان کرتا ہے یہ سبب معلوم نہیں ہوتا کہ تو نے میرا نوالہ آج میرے منہ سے کیوں چھڑایا حاتم نے کہا تو کیا چاہتا ہے وہ بولا میری خوراک گوشت ہے جو

پاؤں تو کھاؤں حاتم نے کہا بہتر جہاں کا گوشت چاہے میرے بدن سے کاٹ لے اور اپنا پیٹ بھر کر چلا جا اس نے کہا کہ سرین کا گوشت بے ہڈی ہوتا ہے اگر وہ دو تو خوب چکھوں اور دعائیں دوں تب حاتم نے اسی وقت خنجر سے ایک لوتھڑا چوتڑ سے کاٹ کر اس کے آگے ڈال دیا وہ گوشت اس نے کھایا اور سیر ہو کر کہا اے حاتم ایسی کیا مصیبت پڑی کہ تو نے یمن سے شہر کو اور راحت و آرام کو چھوڑا اور اس جنگل خونخوار میں آ پڑا تب حاتم نے جواب دیا کہ منیر شامی حسن بانو پر عاشق ہوا ہے اور وہ سات سوال رکھتی ہے جو کوئی ان کو پورا کرے گا اس کو وہ قبول کرے گی میں نے لِلّٰہ اس کام پر کمر باندھی ہے چنانچہ پہلا سوال اس کا یہ ہے کہ ایک شخص ہے کہ وہ کہتا ہے ایکبار دیکھا ہے دوسری دفعہ دیکھنے کی ہوس ہے نہیں جانتا کہ وہ مکان کہاں ہے اور وہ شخص کون ہے اور ایسا اس نے کیا دیکھا ہے کہ جسے دیکھنے کی دوبارہ آرزو رکھتا ہے خدا کی طرف لو لگائے سر بصحرا چلا جاتا ہوں کہیں تو کھوج اس کا ملے گا اس بات کو سن کر بھیڑیے نے کہا اے جوان میں اس کا مکان جانتا ہوں اکثر بزرگوں کی زبانی اس کا پتہ پایا ہے اس کا نام دشت ہویدا ہے وہاں جو جاتا ہے سو تمام دن پھرتا ہے اور یہی آواز سنتا ہے حاتم نے کہا یہ دشت کہاں ہے بھیڑیا بولا یہاں سے تھوڑی دور ہے آگے جا کر دو رستے ملیں گے تو بائیں ہاتھ کی راہ چھوڑ کر داہنے رستے پر ہو لینا یقین ہے کہ وہیں پہونچے گا۔ ہرنی اس کو دعائیں دیتی ہوئی چلی گئی اور وہ بھیڑیا بھی اس سے رخصت ہوا پر وہ دونوں اس کی جوانمردی پر تحسین کرتے ہوئے دو چار ہی قدم بڑھا ہو گا کہ درد کے مارے پاؤں لڑکھڑائے ناچار ایک قدم کے بعد ایک درخت کے نیچے تڑپنے لگا۔ وہاں ایک گیدڑ کا بھٹ تھا اور وہ اپنی مادہ سمیت خوراک کے لئے گیا تھا وہ لومڑی کے بعد چر چگ کر آیا اور حاتم کو اپنی جگہ پر تڑپتے پایا تب مادہ نے اس سے کہا یہ آدمی زاد کہاں سے آیا ہے اب اس مکان کو چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ غیر جنس سے موافقت کس طرح ہو اور صحبت کب ہے مثل مشہور ہے کہ آدمی کو حیوان سے کیا نسبت گیدڑ نے کہا اے مادہ شاید یہ حاتم ہے دشت ہویدا کی خبر کو جاتا ہے اب چوتڑ کے درد سے درخت کے نیچے گر پڑا ہے وہ بولی کہ تو نے کیونکر دریافت کیا اس نے کہا کہ میں نے اپنے بزرگوں کی زبانی سنا ہے کہ فلانی تاریخ فلانے روز اس جگہ حاتم کا گذر ہو گا اور اس درخت کے تلے [illegible] سو وہ تاریخ یہی ہے اس نے کہا اس کا حال سچ کہہ وہ بولا کہ یمن کا شہزادہ ہے اور بڑا سخی فلانے جنگل میں ایک ہرنی بچے والی چرتی ہے اور ایک بھیڑیا اس پر لپکا اس نے اپنے چوتڑ کا گوشت

دیکر اس بھیڑیے سے وہ ہرنی چھڑائی اور اپنے اوپر یہ مصیبت لی اس نے کہا کہ انسانوں میں کب ایسے
صاحب مروت ہوتے ہیں اس نے جواب دیا برائے خدا یہ کیا کہتا ہے انسان ہر ایک مخلوق پر بزرگی رکھتا
ہے اشرف المخلوقات کہلاتا ہے خصوصاً حاتم نہایت اہل ہمت صاحب مروت خدا پرست ہے
سخاوت بھی اس قدر رکھتا ہے کہ اپنا گوشت دے کر جان بچا دی اس نے جو اتنی خوبیاں اس کی
سنیں تو کہا کہ یہ ایسے زخم سے اتنی دور کیسے جائے گا گیدڑ نے کہا کہ اگر پریرو کے سر کا بھیجا اس
کے زخم پہ لگے تو یہ زخم اچھا ہو جائے گا پریرو ایک جانور ہے دشت مازندران میں کہ جسم اس کا
سور کے مانند اور سر آدمی کا سا جو کوئی اس کے پاس جاتا ہے اور شربت پلاتا ہے تو وہ مست ہو کر
ناچنے لگتا ہے اور تماشا دکھلاتا ہے بعضے آدمی محبت اس سے ایسی رکھتے ہیں جیسی عورتوں سے
یہ سن کر وہ بولا کہ ایسا کون شخص ہے کہ اس کا سر کاٹ لادے اس نے کہا اگر تو سات دن کو دن نہ سمجھے
اور نہ رات کو رات جانے اور نہ کھائے نہ پیوے اور آٹھوں پہر اس کی خبر گیراں رہے تو میں جاؤں
اور اس جانور کا سر کاٹ لاؤں اس نے کہا کہ اس سے بہتر کیا ہے کہ انسان پر حیوان کا احسان ہو
غرض وہ دونوں کو وہاں چھوڑ کر گیا دشت مازندران میں وارد ہوا اور اس کو ایک درخت کے نیچے
سوتا پایا نزدیک جا کر اس کا گلا اس زور سے پکڑ کر کھینچا کہ سر بدن سے جدا ہو گیا پھر اس کو لئے ہوئے
اپنے وعدے پر آ پہنچا مادہ بھی اسی صورت سے اس کی خبرداری میں مستعد رہی چنانچہ اس کے قوت
تک اس نے چڑیلکے بچے کو بھی اس کے پاس آنے نہ دیا اور رات دن اس کے پاس بیٹھی رہا کیا ہم
نے بھی بڑے بڑے اس کی محنت کو دیکھا کہتے ہیں گیدڑ نے پیرو جانور کا سر لا کر مادہ کے پاس رکھا
اس نے وہ سر توڑا اور اس کا مغز حاتم کے چوٹ پر لگا دیا وہ زخم دیں بھر آیا اور درد جاتا رہا حاتم
اٹھ کھڑا ہوا اور اس کی طرف دوڑ کر یہ کہنے لگا کہ اے حیوان یہ تجھ پر احسان کیا تو نے مگر خوب نہ کیا
کہ میرے واسطے ایک جانور کی جان لی اس کا عذاب مجھ پر ہوگا میں خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا اس نے
سن کر اس نے کہا کہ یہ گناہ میری گردن پہ ہے کیونکہ ہم بھی اپنے خالق کو جانتے ہیں پھر حاتم نے کہا
کہ اگر تم نے مجھ پر احسان کیا ہے تو مجھ سے بھی کہو کہ میں بھی اس کو بجا لاؤں اور اس کام کو پورا کروں
گیدڑ بولا کہ اے جوانمرد اس جنگل کے قریب کفتاریں رہتی ہیں اور ہمارے بچے ہر سال کھا جاتی ہیں
ہمارا اتنا قابو نہیں چلتا جو ان کو مار کر اپنے بچے بچائیں اگر تو ان کو مارے اور ہمارے سر سے یہ آفت

لے تو بڑا احسان کرے بلکہ بے دام مول لے حاتم نے کہا کہ تم مجھ کو ان کا مکان دکھا دو میں تا
مقدور قصور نہ کروں گا۔ وہ مکان وہاں سے چھ کوس پر تھا غرض وہ حاتم کو لیکر گیا اور دکھا کر آپ کسی
جھاڑی میں چھپ رہا حاتم آگے گیا اور اس جگہ کو خالی پاکر بیٹھا کہ اتنے میں ایک جوڑا آیا تو کیا دیکھتا ہے
کہ ایک آدمی ہمارے مکان پر بیٹھا ہے اس بات کو دریافت کرکے دونوں آگے بڑھے اور کہنے لگے کہ
اے شخص یہ جگہ تیری نہیں جو یہاں تو امیر ہو کر بیٹھا ہے اگر اپنا بھلا چاہتا ہے تو الٹے پاؤں پھر جا نہیں تو
ابھی تکا بوٹی کر لیتے ہیں اس نے کہا کہ اے نادانو میں مردم آزار نہیں ہوں نہ میر شکار ہوں تم مجھ سے
اتنا کیوں ڈرتے ہو اگر یہ مکان تمہارا ہے تو تمہیں مبارک رہے شوق سے آرام کرو گفتاروں نے
کہا کہ آدمی کو مروت سے کیا کام تو ہم کو فریب نہ دے چلا جا ورنہ تو رنج کھینچے گا اور مارا جائیگا حاتم نے
کہا اے حیوانو برائے خدا جیسی اپنی جان جانتے ہو ویسے ہی غیر کی بھی جانو یہ کیا انصاف ہے جو
گیدڑ کے بچوں کو مار ڈالو اور آپ کو پالو وہ بولے کہ اے جوان تو کیا اس گیدڑ کا حمایتی ہو کر ہم سے لڑنے
آیا ہے اس نے کہا میں انکا حمایتی بن کر نہیں آیا ہوں بلکہ منت کرتا ہوں کہ تم اس کے بچوں کو کھانے سے
توبہ کرو اور غضب خدا سے ڈرو وہ بولے کہ اے انسان تو ان کا غم کھاتا ہے کوئی دم میں وہی حال
تیرا بھی ہوتا ہے اس بات کو سن حاتم نے کہا از برائے اس کے بچوں کے بدلے مجھے کھاؤ مگر ان بچوں کے
کھانے سے ہاتھ اٹھاؤ وہ بولے کہ ان کو تو کھا ہی لیں گے پر آج تجھ کو بھی نہ چھوڑیں گے حاتم نے کہا قسم ہے
تم کو خدائے معظم کی کہ جس نے اٹھارہ ہزار عالم کو پیدا کیا ہے تم گیدڑ کے بچوں کو کھانے سے باز آؤ
وہ کریم روزی رساں ہے بہر صورت تمہیں رزق پہنچاوے گا وہ بولے کہ ان کو کب چھوڑتے ہیں
اور تجھے کب سلامت جانے دیتے ہیں تب تو حاتم نے معلوم کیا کہ یہ کمبخت سخت دل ہیں خدا کی بھی
قسم نہیں مانتے ان کو مارا چاہیئے یہ سمجھ کر وہ مارے غصے کے لال ہو گیا اور اپنی جگہ سے اچھل کر ان
دونوں کی گردن پکڑ کر زمین پر دے پٹکا اور جی میں کہا کہ اب ان کو کیونکر ماروں کیونکہ میں نے آج تک
نہ کسی کو مارا ہے اور نہ کسی کو دکھ دیا ہے پر انہوں نے خدا کی قسم سے انکار کیا ہے کچھ سزا دینا چاہیئے
اس بات کو جی میں ٹھہرا کر خنجر کمر سے کھینچا منہ سے ان کے دانت توڑے اور پھل سے ناخن کاٹ ڈالے
پھر سجدہ شکر ادا کرکے دعا مانگی کہ الٰہی ان حیوانوں کا درد دور کر یہ دعا قبول ہوئی اسی گھڑی دونوں کا
درد جاتا رہا پھر اس نے ان کو کھول کر آزاد کیا وہ دونوں کہنے لگے کہ اب ہم کو رزق کیونکر ملے گا۔

اور ہم کیونکر جئیں گے حاتم نے کہا کچھ اندیشہ نہ کر خدا رازق ہے وہ خدا پروردگار عالم بھر کا ہے

تصویر حاتم اور گیدڑ اور اُن دونوں گفتارن کی نداشت کی گفتگو



اتنے میں گیدڑ سامنے سے آکر کہنے لگا کہ آپ خاطر جمع رکھیں کہ آج کے دن سے ان کا کھانا پینا ہمارے ذمے ہوا ہم جہاں میں جب تک جئیں گے جہاں سے پائیں گے وہاں سے لاکر ان کو کھلائیں گے یہ بات سُن کر اُن سے رخصت ہوا اتنے میں مادہ نے نر سے کہا کہ اے گیدڑ یہ مروّت سے بعید ہے جو حاتم دشت ہویدا کو تنہا جائے اور تو اس کا ساتھ نہ دے اس سخن کے سنتے ہی وہ ڈرا اور پکار کر کہنے لگا کہ اے حاتم میں بھی تیرے ساتھ دشت ہویدا کو چلوں گا اس نے کہا کہ اے حیوان میں تیرے ایک احسان سے گردن اٹھا ہی نہیں سکتا دوسرا بوجھ کیونکر لوں اور اپنے واسطے تجھے وطن سے آوارہ کس لئے کروں برائے خدا تو ان باتوں سے باز آ یہ مجھ سے ہرگز نہ ہوگا اگر تو ساتھ ہی دینے پر مستعد ہے تو یہی احسان بہت ہے کہ مجھے راہ راست بتلادے اس نے کہا جو راستہ نزدیک ہے اسمیں بہت سی آفتیں ہیں اور دوسری راہ دور دراز ہے مگر اس میں اس قدر خطرہ نہیں اسواسطے میں تیرے ساتھ چلنے کا ارادہ کرتا ہوں کہ ان کو بتا دوں آگے تیری خوشی اس نے کہا کہ خدا را

نزدیک کا مشکل مجھ پر آسان کر دیگا تب گیدڑ نے کہا کہ جو راہ تیرے آگے آئی ہے وہی نزدیک ہے
اگر سلامت رہے گا تو دشت ہویدا کو پہونچے گا حاتم اس کو رخصت کر کے آگے چلا ایک مدت کے
بعد ایک چوراہا دکھائی دیا یہیں کھڑا ہو کر سوچنے لگا کہ اب کدھر جاؤں اور اس جنگل میں خرس بہت بادشاہ
کرتا تھا اتفاقاً سو دو سو ریچھ اس جگہ سیر کرنے آئے تھے حاتم کو دیکھتے ہی نہایت خوش ہوئے
اور پکڑ کے اپنے بادشاہ کے پاس لیگئے وہ دیکھ کر خوش ہوا اور کہنے لگا تم ہمارے پاس بیٹھو اور
اپنا حال کہو کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو اور کیا نام ہے ہمیں تو یوں معلوم ہوتا ہے
کہ شاید یمن کے بادشاہ حاتم ہو اس بات کو سن کر اس نے کہا یہ تو تم سچ کہتے ہو میں حاتم ہی ہوں
ہوں اس جنگل میں آنکلا ہوں اس نے کہا تمہارے آنے سے میں بہت راضی ہوا جو تم یہاں پر
تشریف لائے اب میں اپنی بیٹی تمہیں بیاہوں گا کیونکہ اس جنگل میں میری دامادی کے لائق
کوئی نہ تھا مگر تم آئے ہو اس بات کو سن کر اس نے اپنا سر جھکا لیا بادشاہ نے کہا تو جواب نہیں دیتا
شاید میں تیرے خسر ہونے کے لائق نہیں ہوں تب اس نے کہا میں انسان ہوں اور تو حیوان میری
تیری موافقت کیونکر ہو وہ بولا کہ شہوت کی لذت میں انسان حیوان ایک ہیں تو کچھ اندیشہ
نہ کر اور میری لڑکی تجھ ہی سی ہے اس نے اپنے دو چار ریچھوں سے کہا کہ تم لڑکی کو عروسی کپڑے لے
کپڑے سے سنوار اور دلہن بنا کر فلانے حجرے میں بٹھاؤ وہ اس لڑکی کو سنوار کر اس حجرے میں لیگئے
پھر حاتم کو بھی وہاں لے آئے اس نے جونہی اس پری پیکر رشک قمر کو دیکھا متعجب ہو کر مجلس میں
پھر آیا اور کہنے لگا کہ اے خرس تو بادشاہ ہے اور میں فقیر اگر اس شہزادی کو اپنی جورو کروں تو
ترک ادب ہے اس نے کہا کہ اس بات کو قبول کر اور حیلہ حجت چھوڑ دو کہ تم بھی شہر یمن کے شہزادے ہو
وہ متفکر ہوا اور جی میں کہنے لگا کہ ہائے ظالم میں کس بلا میں پڑا اب کیا کروں میں ایک کام کیواسطے
شہر سے نکلا ہوں اگر اپنا بیاہ کر کے رنگ رلیاں مناؤں گا تو وہاں منیر شامی میرا انتظار کھینچکر مرجائیگا
میں خدا کو کیا جواب دونگا بادشاہ خرس نے پھر سے سر نیچا دیکھا تو کہا اے جوان خوش رو
اگر اس بات کو قبول نہ کرے گا تو قیامت تک نہ چھوٹے گا اسی قید شدید میں مرجائے گا۔
اس نے اس بات کا بھی جواب نہ دیا اور سر اٹھا کر نہ دیکھا تب شاہ خرس نے غضبناک ہو کر
اپنی قوم سے کہا کہ اس کو فلانے غار میں ڈال دو اور اس کے منہ پر ایک سل سنگ خارا کی رکھوا دو

اور خبردار رہو اس کلام کے سنتے ہی کتنے دوڑے اور حاتم کو اس اندھیرے گڑھے میں بند کرکے اس کے منہ پر ایک بھاری پتھر رکھ آئے وہ اس غار میں بھوکا پیاسا حیران تھا کہ سات دن کے بعد خرس نے بادشاہ نے پھر اسے بلوا کر اپنے پاس بٹھلایا اور سمجھا بجھا کر کہا کہ اے حاتم میری لڑکی کو قبول کرو وہ پھر سر بسر نہ ہوا اور اس شخص کو خاطر میں نہ لایا تب اس نے ایک خوان میوے کا منگوا کر اس کے آگے رکھا وہ بھوکا تو تھا ہی بے اختیار کھانے لگا جب خوب اس کا پیٹ بھرا تب اس نے کہا کہ اے جوان اس پری پیکر کو اپنے نکاح میں لا اور حظ زندگی کا اٹھا حاتم نے کہا یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا انسان کو حیوان سے کیا نسبت اس نے پھر اپنے ریچھوں سے کہا کہ اسی غار میں ڈال دو انھوں نے اسی طرح کیا وہ کئی دن تک بے آب و دانہ قید میں رہا اتفاقاً ایک شب خواب میں وہ نیم جان کیا دیکھتا ہے کہ ایک پیر مرد سرہانے کھڑا کہتا ہے کہ اے حاتم کیوں اپنی جان خواہ مخواہ اس اندھے کنوئیں میں گنواتا ہے اور نہیں جانتا کہ تو کس کام کے واسطے آیا ہے جب تک اس کی لڑکی کو قبول نہ کرے گا تب تک قید سے نہ چھوٹے گا اس بات کو سن کر اس نے کہا کہ اے بزرگ اگر میں اس کی لڑکی سے اپنا بیاہ کروں گا تو وہ مجھے کب فرصت دے گی جو میں آپ کو اس کام میں لگاؤں گا اس نے کہا اے حاتم تیرا چھٹکارا اسی میں ہے بے خطر کر گزر نہیں تو قید میں مر جائے گا تجھ کو لازم ہے کہ اس بیٹی کو راضی اور خوش کرے وہی تجھ کو بخوبی رخصت دلوا دے گی یہ خواب دیکھتے ہی وہ چونک پڑا اتنے میں پھر بادشاہ خرس نے اس کو اپنے پاس بلوایا اور کہا کہ اے حاتم تیرے حق میں یہی بہتر ہے کہ میری لڑکی کو قبول کرے اس نے اس پر یہ بات بناچاری مانی کہ جب میں اس کے ساتھ اپنا بیاہ کر دوں تب کوئی ریچھ میرے گھر میں نہ آوے بادشاہ نے کہا کہ اے حاتم کیا طاقت ہے کسی خرس کی جو وہاں کا دھیان بھی کرے آنا تو درکنار حاصل کلام اس نے اپنے ارکان دولت کو جمع کرکے مجلس شادی کی جمائی مسند شاہانہ بچھائی اور حاتم کو اس پر بٹھا کر اپنے رسوم کے مطابق اس لڑکی کو حاتم کے ساتھ بیاہ دیا اور اس کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے آپ اپنے لوگوں سمیت حجرے میں سے نکل آیا حاتم نے اس مسند عروسی پر اس کے ساتھ آرام فرمایا اور مزہ بہت اٹھایا اسی صورت سے ہر روز وہ اس رشک کیا تھا جیسی کرتا اور میوے قسم قسم کے کھاتا تھا غرض یہاں تک میوے کھائے کہ جی بھر گیا آخر اکتا کر

ایک دن اپنے خسر کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ حضرت سلامت میں میوے کھاتے کھاتے گھبرا
گیا اگر کچھ اناج کی قسم سے عنایت ہو تو جی بھرے اور طبیعت لگے اس لئے اسی وقت اپنے دیہوں
بلوا کر کہا کہ تم ہر قسم کا غلہ اور شکر اور گھی وغیرہ اور پاس گاؤں اور شہروں سے لے آؤ وہ
اس بات کو سنتے ہی دوڑے اور ہر ایک شہر سے طرح بطرح کے پاس خوش اسلوب اور ہر قسم کی
اجناس انسان کے مرغوب ایک پل میں لے آئے حاتم نے انواع واقسام کے کھانے پکوائے
اور اپنی بی بی کے ساتھ بیٹھ کر کھائے ملکہ اسی طرح سے ہر روز کھاتا اور عیش مناتا جب تین
مہینے گذر گئے تب اس نے ایک دن عین اختلاط میں اپنی اہلیہ سے کہا کہ جانی میں ایک کام
کے واسطے اپنے شہر سے نکلا تھا تیرے باپ نے زبردستی میرا بیاہ تیرے ساتھ کر دیا اگر اپنی
خوشی سے چند روز کیواسطے اپنے باپ سے مجھے رخصت دلا دے تو عین احسان و مہربانی
ہے جب میں اس کام سے فرصت پاؤں گا اور جیتا بچوں گا تو پھر تجھ سے ملاقات کروں گا
وہ اس بات کے سنتے ہی اپنے باپ کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ بابا جان وہ اس طرح کی بات
کہتے ہیں اس لئے کہا کہ بی بی اگر تو اس بات میں راضی ہے تو وہ تیرا خاوند ہے اور تو اس کی
جورو وہ چلنے پاتو وہ بولی کہ وہ مرد نہایت راست گو معلوم ہوتا ہے اپنے وعدے پر
مقرر آئے گا کچھ مضائقہ نہیں پروانگی دو اس نے بلوا کر رخصت کیا اور پھر بہت سے لوگوں
کو کہدیا کہ اس کو تم تحویلی اپنی سرحد سے باہر پہونچا دو تب اس کی بیٹی نے ایک مہرہ حاتم
کی پگڑی میں باندھ دیا کہ یہ اکثر جگہ تیرے کام آئے گا غرض وہ ان دونوں سے رخصت
ہو کر آگے چلا چند روز کے بعد ایک ایسے ریگستان میں جا پڑا جہاں نہ دانہ نہ پانی تھا مگر شام
کے وقت ایک پیر مرد برقع منہ پہ ڈالے دو روٹیاں ایک آبخورہ پانی کا دے جاتا وہ اُسے
کھا پی لیتا اور رات دن منزلیں طے کرتا کہ ایک دن سامنے سے ایک اژدہا پہاڑ کی مانند
نظر پڑا اس کو دیکھ کر گھبرا گیا لیکن چلنے سے باز نہ آیا جونہی اس کے پاس پہنچا دہیں اس نے
دم کھینچا حاتم نے ہر چند اپنے تئیں سنبھالا پر نہ سنبھل سکا ناچار اس کے منہ میں چلا گیا جبکہ
آپ کو اس کے پیٹ میں دیکھا سجدہ شکر بجا لایا اور یہ کہنا شروع کیا خوب ہوا جو یہ میرا
تن آلودہ گناہ ایک بندۂ خدا کے منہ میں پڑا نہیں تو یہ جامہ خاکی کسی کام کا نہ تھا

حق تو یہ ہے کہ جو کوئی آپ کو راہِ خدا میں ڈالے اور اپنا گھر برباد کرے اور آپ اس کی یاد میں مشغول رہے تو برباد نہیں ہوتا مگر وہ اس کے امتحان کیواسطے کچھ رنج اٹھاتا ہے اگر وہ اس مصیبت سے نکلا اور ثابت قدم رہا تو بجبر مشقت راحت کا گوہر لے نکلے گا اس طرح سے اپنے دلکو تسلی دیتا تھا اور حضرت ایوب کی مصیبتوں کو دھیان میں لاتا تھا کہ خدا کریم و کارساز ہے میری مشکل بھی آسان کرے گا غرض تین روز تک اس کے پیٹ میں پھرکیا اور ادھر ادھر رستہ ڈھونڈا کیا راہ تو کہیں نہ پائی مگر آپ ہی اس کی گندگی میں لتھڑ گیا پر سانپ کے زہر نے جو اس کو اثر نہ کیا اس کا سبب یہ تھا کہ چلتے ہوئے اس کی جورو نے اس کی پگڑی میں ایک مہرہ باندھ دیا تھا اس کے یہ خواص تھے کہ جس کے پاس رہے نہ وہ آگ میں جلے نہ پانی میں ڈوبے نہ زہر اسے اثر کرے اسی سبب سے وہ جیتا رہا تین روز کے بعد وہ اژدہا گھبرایا اور اپنے جی میں کہنے لگا یہ بلا میں نے کیا کھائی ہے جو ہضم نہیں ہوتی اور پیٹ میں دوڑی دوڑی پھرتی ہے غرض وہ اپنے پیٹ کے* کھنے سے بیقرار تھا اور حاتم اس کے پیٹ میں چین نہ لیتا تھا بلکہ چاروں طرف دوڑتا پھرتا تھا اور اس کی انتڑیوں کو پاؤں سے روندتا پھرتا تھا آخر کار اس نے معلوم کیا کہ یہ لقمہ تمام عمر کا کھانا پینا نکلے گا یہ سوچکر اس نے قے کی حاتم نکل پڑا اور اس ریت پر کھڑا ہو کے کپڑے سکھانے لگا جب وہ خشک ہوئے تب وہاں سے روانہ ہوا تھوڑی دور گیا تھا کہ ایک تالاب نظر آیا بے اختیار اس کے کنارے پر جا پہنچا اور اپنے کپڑے دھونے لگا اتنے میں ایک مچھلی پانی سے نکلی اس کے نیچے کا آدھا دھڑ مچھلی کا اور سر سے ناف تک آدمی کا تھا حاتم اس کی عجیب شکل دیکھ کر شکر بجا لایا اور صفت خداوندی پر عش عش کرنے لگا غرض ٹکٹکی باندھے ہوئے تھا کہ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس تالاب میں لے گئی اور اپنے مکان میں ایک ستھرے بچھونے پر بٹھایا پھر آپ از سرتا پا ایک عورت نازنین بن کر ارادہ ہم بستری کا کیا اس نے اس بات کو ہرگز نہ مانا اور کہا کہ میں ایک کام کو اپنا گھر چھوڑ کر یہاں پہنچا ہوں تو راہ ہی میں رہزنی کرکے چاہتی ہے کہ مجھ کو ٹھہرا رکھے یہ مجھ سے کب ہو گا کہ تیرے ساتھ اس جگہ عیش کروں مگر اس صورت پر کہ جس جگہ سے تو لائی ہے وہیں پہونچا دے تو خیر میں بھی چند روز تیرے دل کی بھی آرزو بخوبی بر لاؤں اس نے

اس بات کو قبول کر کے کہا کہ میں تین روز کے بعد تجھ کو جہاں سے لائی ہوں وہاں پہونچا دونگی
حاتم خوش ہوا اور برغبت تمام اس سے ملا تین روز بعد اس نے کہا کہ اے بھلی تو بھی اب اپنے
وعدہ کو پورا کر اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر غوطہ مارا اور کنارے پر پہونچا دیا پھر کہنے لگی
اے جوان رعنا تو مجھ سے جدا کیوں ہوتا ہے حاتم نے کہا مجھے ایک ایسا ہی کام ضروری ہے
نہیں تو میں تجھ سے کب کا جدا ہوتا وہ اس بات کو سن کر چلی گئی اس نے وہاں اپنے کپڑے
دھو کر سکھائے اور اپنا راستہ پکڑا ایک مدت کے بعد کسی ایسے پہاڑ پر جا پہونچا کہ جس پر
ہزاروں درخت سرسبز طرح بطرح کے میووں سے لدے کوسوں تک لہلہاتے تھے
اور سیکڑوں مکان عالیشان ستھرے چمکتے تھے ہر طرف آبجوئیں جاری تھیں اور
ہر سمت پھلواری نظر آتی تھی الغرض وہ مقام نہایت پرفضا تھا یہ تھکا ماندہ تو
تھا ہی لیٹتے ہی سو رہا کہ اتنے میں اس مکان کا مالک آ پہونچا اور دیکھا کہ ایک جوان
خوبصورت غافل سو رہا ہے نزدیک اس کے آکر بیٹھ گیا حاتم دیر کے بعد بیدار
ہوا اور آنکھیں مل ملکر دیکھنے لگا تو ایک شخص اس کے پاس نظر آیا وہ اس کو دیکھکر
گھبرایا اپنی جگہ سے اٹھا اور جھک کر سلام کیا اس نے پوچھا تو کون ہے اور کہاں جائے گا اور اس
جنگل میں کس کام کیواسطے آیا ہے حاتم نے کہا کہ میں دشت ہویدا کو جاؤں گا بہتر ہوا کہ آپکی
بھی زیارت نصیب ہوئی آگے جو مرضی اللہ کی اس نے کہا کہ اے جوان اس خیال کو دل سے
دور کر کیوں جان گنواتا ہے مجھ کو یہ افسوس ہے کہ تیرے آشناؤں میں کوئی ایسا دلسوز
نہ تھا جو تجھ کو منع کرتا اس نے کہا میں اپنی مرضی سے نہیں جاتا ہوں میں نے اللہ کیواسطے
ایک غیر کے لئے کمر ہمت باندھی ہے آگے جو مرضی اللہ تعالےٰ کی اے شخص یہ سن
منیر شامی خوارزم کا شہزادہ حسن بانو برزخ سوداگر کی بیٹی پر عاشق ہوا ہے اور وہ
سات سوال رکھتی ہے جو کوئی اس کے سوالوں کو پورا کرے گا اس کو وہ قبول کرے گی
اور وہ شہزادہ اس کے جوابات سے عہدہ برآ نہو سکا تب اس نے اپنے شہر میں نہ
رہنے دیا تھا ناچار وہاں سے نکلا جنگلوں میں خراب پھرنے لگا اسی صورت سے یا حال
تباہ میرے مکان میں آیا مجھ سے ملاقات کی میں نے احوال پوچھا اس نے اپنا ماجرا

جو ابتدا سے تا انتہا قرار واقعی تھا مفصل میرے سامنے ظاہر کیا اس وقت میرے خیال میں یہ گذرا کہ اس کا حال پوچھنا اور اس کی مدد نہ کرنا یہ بات جوانمردی سے دور ہے اس واسطے میں نے کمر باندھی اور اس قدر مصیبت اپنے اوپر لی اس بات کو سن کر اس نے کہا کہ معلوم ہوا تو حاتم بن طے ہے کیونکہ اس کے سوا اس زمانے میں کون ہے جو ایسا کام کرے اور غیر کے واسطے آپ آفت میں پڑے خبر کچھ اندیشہ نہ کر خدا کریم و رحیم ہے یہ مشکل آسان ہوگی لیکن میرے جی میں یہ خطرہ ہے کہ آج تک دشت ہویدا سے کوئی پھر کر نہیں آیا اور جو کوئی پھرا بھی ہے تو وہ آپ میں نہیں رہا یہ نصیحت میری یاد رکھ کہ جس وقت تو اس دشت کے قریب پہونچے گا تو تجھے طلمات میں لے جائیں گے تو چپکا چلا جانا کسی جگہ زور کر کے ڈر نہ رہنا اور جو پری پیکر تیری خواہش کرے تو اس کی طرف ہرگز التفات نہ کرنا ان کے پیچھے ایک ایسی نازنین مہ جبین آوے گی کہ جس کے دیکھتے ہی تیرا دل ہاتھ سے جاتا رہے گا پر خدا کیواسطے کہیں استقلال نہ چھوڑنا اور اضطراب نہ کرنا سچ تو یہ ہے کہ وہ جوں ہی تیرا ہاتھ پکڑے گی وہیں دشت ہویدا میں جا پہونچے گا۔ اگر ایک ہفتہ تک کچھ کام کو اس سے کہے گا تو دم مرگ تک پشیمان رہے گا اور وہ دونوں اسی گفتگو میں تھے کہ ایک دو پیالے کھیر کے اور دو کوزے پانی کے اپنے ہاتھوں پہ دھرے غیب سے پیدا ہوا اور ان کے آگے رکھدیا ان دونوں نے خوب پیٹ بھر کر کھایا اور سجدۂ شکر ادا کرکے وہ رات کاٹی صبح کو حاتم اس سے رخصت ہوکر جنگل کیطرف راہی ہوا تھوڑے دنوں کے بعد ایک تالاب خوش قطع پر جا پہونچا اور اس کے کنارے بیٹھ کر پانی پینے لگا اتنے میں ایک عورت جبین سر سے پاؤں تک ننگی پانی سے نکلی اور حاتم کا ہاتھ پکڑ کے پھر اسی تالاب میں غوطہ مارا جونہی حاتم کا پاؤں زمین پر پہونچا آنکھیں کھول کر جو دیکھا تو آپ کو اور اس نازنین کو پھولے پھلے باغ عالیشان میں پایا چھجک کر رہ گیا اور وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر کسی طرف چلی گئی وہ سیر کرتا ہوا ادھر ادھر پھرتا تھا کہ ایک طرف سے ہزاروں پری پیکر پھول باندھے گلے میں باہیں ڈالے سر سے پاؤں تک گہنے میں لدی ہیں اور حاتم کو زبردستی

اپنی طرف کھینچنے لگیں اس نے ہرگز کسی کی طرف رغبت نہ کی اور نہ کسی کو سر اٹھا کر دیکھا کہ یہ کون ہے اور کیا کرتی ہے کیونکہ اس مرد کا کہنا اس کو یاد تھا اور اپنے دل میں کہتا تھا کہ ایسا ہو کہ تیرے استقلال کا پاؤں ڈگے اور تو خواہ مخواہ مکر و فریب کے غار میں گرے خبردار رہ کہ ظلمات یہی ہے آخر کار وہ بہر صورت اس کو ایک ایسے مکان میں لے گئیں جو تمام جواہر لعل و یاقوت سے بنا ہوا تھا لاکھوں تصویریں ہر ایک طرف اس میں لگی تھیں اور تخت مرصع بھی ایک دالان خوش قطع میں نہایت تکلف سے بچھا تھا جب وہ اس تخت کے پاس پہونچا تب وہ سب کی سب بطور تصویر کے نقش بدیوار ہو گئیں اور ہزاروں پریاں اس محل کی دیوار سے نکلیں وہ ہر ایک طرف حیرت سے دیکھتا تھا اور اپنے دل میں کہتا تھا کہ الٰہی یہ کیا حکمت ہے یہ کہاں سے آئیں اور کیوں نقش بدیوار ہو گئیں غرض اس تخت کے پاس تو کھڑا ہی تھا اپنے جی میں کہنے لگا کہ اے حاتم اگر ذریعہ تک پہونچا ہے تو اس تخت پر بھی بیٹھ یہ سوچ کر جونہی اس نے اس پر پاؤں رکھا دہیں اس میں سے ایک آواز تڑ اقے کی آئی اس نے معلوم کیا کہ شاید اس کا پایہ ٹوٹ گیا نیچے جھانکنے لگا تو اس تخت کو جیسا تھا ویسا ہی پایا پھر اس پر بیٹھ گیا پھر اس میں سے ویسی آواز آئی ساتھ ہی اس آواز کے وہ نازنین جو سب سے خوبصورت اور قد و قامت میں بڑھی تھی دیوار کو چھوڑ کر حاتم کے پاس ناز و ادا سے چلی آئی حاتم اس صورت سے اس کو دیکھ کر حیران ہوا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ الٰہی یہ تو ابھی تصویروں کے طور پر تھی پھر کیونکر اس ناز و کرشمہ سے منہ پر نقاب ڈالے اس تخت کے آگے آکر کھڑی ہوئی اسے دیکھ کر بیقرار ہو کر چاہتا تھا کہ اس کا گھونگھٹ کھول کر رخسار نازنین کی دید کرے کہ اس مرد کی نصیحت یاد آئی فوراً سنبھل گیا اور جی میں کہنے لگا کہ اگر میں اس کا ہاتھ پکڑ دوں گا تو پھر قیامت تک اس ظلمات سے باہر نہ جاؤں گا یارو تماشا دیکھا چاہیئے کہ یہ میرا ہاتھ آپ سے پکڑتی ہے اور میں ظلمات سے باہر جاتا ہوں یا نہیں غرض وہ اسی آرزو میں تین رات دن تک اس تخت مرصع پر بیٹھا رہا جب رات ہوتی تھی تب ہر ایک مکان میں کافوری شمعیں خود بخود روشن ہو جاتیں اور ہر ایک سمت سے

گانے بجانے کی آواز چلی آتی تھی اور وہ صورتیں جو نقش دیوار تھیں مجسم ہو کر ناچتی تھیں اور وہ نازنین تخت کے آگے کھڑی ہوئی حاتم کو دیکھتی تھی اور مسکراتی تھی اور طرح بطرح کے میوے بھی حاتم کے حضور میں دھرے تھے ہرچند کہ وہ کھاتا تھا پیٹ نہ بھرتا تھا تب حیران ہو کر کہتا تھا کہ الٰہی میں اتنا کچھ کھاتا ہوں پر سیر نہیں ہوتا کیا سبب ہے القصہ اسی صورت سے تین روز گذر گئے چوتھے روز اس کے جی میں آیا کہ اگر میں اپنی تمام عمر یہاں رہوں گا تو نہ اس میوے سے سیر ہونگا نہ اس مجلس سے نکلوں گا اور منیر شامی کو جو منتظر چھوڑ آیا ہوں اگر اس کو کچھ ہو جائے گا تو خدا کو کیا جواب دونگا اس نازنین کا ہاتھ پکڑا دہیں ایک اور نازنین منہ چھپائے اس تخت کے نیچے سے نکلی اور ایک لات اس نے ایسی ماری کہ یہ کہیں کا کہیں جا پڑا اور وہاں سر اٹھا کر جو دیکھا تو نہ وہ نازنین نظر پڑی نہ وہ تخت نہ وہ باغ ہی دکھائی دیا مگر ایک جنگل ایک لق و دق سنسان نظر پڑا کہ جس کا اور نہ چھور تب اس نے معلوم کیا کہ دشت ہویدا یہی ہے اور وہ شخص بھی یہیں ہوگا جو کہتا ہے ایکبار دیکھا ہے دوسری دفعہ دیکھنے کی ہوس ہے بس اب اسے ڈھونڈھیے اسی خیال میں ادھر ادھر پھرتا تھا کہ اتنے میں وہی آواز پھر اس کے کان میں آئی اور اسی صورت سے دن میں تین مرتبہ وہ آواز سات روز تک متواتر اس کے کان میں آئی اور اسی صورت سے آٹھویں روز وہ منتظر تھا مگر آٹھویں روز شام کے وقت وہ صداجب اس کے کان میں تب وہ اسی طرف دوڑا دیکھتا کیا ہے کہ ایک شخص فقیر باریش سفید بیٹھا ہے یہ اس کے آگے گیا اور سلام کیا اس نے علیک السلام کہکر کہا کہ اے جوان خوش رو کہاں سے آیا ہے اور تیرا کیا کام ہے اس نے کہا کہ میں اس بات کا متجسس ہو کر اپنے شہر سے نکلا ہوں کہ تم نے ایسا کیا دیکھا ہے کہ جس کے دیکھنے کی دوبارہ آرزو رکھتے ہو بہر خدا کہو اس نے کہا کہ تم بیٹھو میں کہوں گا اس بات کے سنتے ہی حاتم بیٹھ گیا جب رات ہوئی دو روٹیاں اور دو آبخورے پانی کے ان کے آگے خود بخود آ رہے ایک روٹی ایک آبخورہ پانی کا اس نے حاتم کو دیا اور دوسرا حصہ آپ لیا غرض دونوں نے روٹیاں کھائیں پانی پیا جب کھا پی چکے حاتم نے کہا اے بندۂ خدا اب کہہ اس نے کہا

کہ اے مسافر شہر غریب میں کسی روز سیر کرتا ہوا ایک تالاب خوش قطع پر جا نکلا اور اس کے
کنارے پر بیٹھ کر تماشہ دیکھنے لگا اتنے میں ایک عورت سر سے پاؤں تک ننگی اسی تالاب کے
نکلی اور میرا ہاتھ پکڑ کر اس میں لے گئی میں نے تہہ پر جا کر جو آنکھیں کھول کر دیکھا ایک باغ
نہایت دلچسپ عجیب و غریب نظر پڑا اور بہت سی عورتیں خوبصورت ہر ایک طرف سے
نکلیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر ایک تخت مرصع کے پاس لے گئیں میں اس پر بیٹھ کر تماشا دیکھنے لگا
کہ ایک نازنین مہ جبین منہ پر نقاب ڈالے ہوئے اس تخت کے پاس آ کھڑی ہوئی دیکھتے
ہی اس کو میں غش کر گیا اور میرا دل میرے ہاتھ سے جاتا رہا آخر بے قرار ہو کر جو برقع اٹھا کر
میں نے اس کا مکھڑا دیکھا تو عجیب حسن خداداد دکھائی دیا میں نے جوں ہی ہاتھ پکڑ کے اس کو
اپنی طرف کھینچا وہیں ایک عورت حسین اس تخت کے نیچے سے نکلی اور ایک لات اس نے
ایسی ماری کہ میں اس مکان سے اس جنگل ویران میں آ پڑا اور وہ عشرت کدہ میری نظر سے
غائب ہو گیا۔ اسی دن سے اب میں اٹھ بیٹھا پھر گریہ و زاری کے سوا کچھ کام نہیں رکھتا اور چاہتا
ہوں اسے اپنے دل سے بھلا دوں پر وہ ہرگز فراموش نہیں ہوتی یہ کہکر اس نے ایک
نعرہ مارا اور آہ سرد بھر کر بگولے کی طرح خاک بسر اس جنگل ویران میں دوڑنے لگا اور یہی
کہتا تھا کہ ایک بار دیکھا ہے اور دوسری دفعہ کی ہوس ہے حاتم نے معلوم کیا کہ یہ عاشق
ہے کہا کہ اے پیر مرد اگر تو اس تماشے کو دیکھے تو خوش ہو اس نے کہا کہ اے مسافر یہ بات محال ہے
تب حاتم نے کہا اے پیر مرد تو میرے ساتھ آ وہ جلسہ میں تجھے دکھاؤں گا اس بات کو سن کر
وہ حاتم کے ہمراہ ہوا چند روز کے بعد وہ دونوں ایک درخت کے نیچے جو متصل اس تالاب کے
تھا جا پہونچے حاتم نے کہا کہ اے بزرگوار اگر اس نازنین کو ہمیشہ دیکھا چاہتا ہے تو تو کبھی
اس کا ہاتھ نہ پکڑنا اور برقع اس کے منہ کا ہرگز نہ اٹھانا وہ تمام عمر تیرے آگے ہاتھ
باندھے کھڑی رہے گی اور اگر اس کا ہاتھ پکڑے گا تو پھر آپ کو اسی جنگل میں دیکھے گا پھر اس
مکان میں قیامت تک نہ جا سکے گا اور میں جو اس جگہ آیا ہوں تو ایک بزرگ کی دستگیری
سے ورنہ میں اس جگہ آتا یہ میرا مقدور تھا بس اب تو جا آگے وہی بلا سبب ہے اس بات کو
سنتے ہی وہ عاشق زار اس تالاب پر پہونچا کہ اتنے میں ایک عورت ننگی اس پانی سے
نکلی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر پھر اس میں لے گئی اور حاتم شاہ آباد کی طرف روانہ ہوا ایک مدت
کے بعد آفتیں اٹھاتا اس فقیر کے پاس آیا اور اس سے مل کر وہاں سے روانہ ہوا پھر تھوڑے
دنوں میں اس مچھلی کے گھر پہونچا اور ایک مہینے تک وہیں رہا وہاں سے رخصت ہو کر ریچھوں
کے جنگل میں گیا اور خرس کی لڑکی سے ملاقات کی دو مہینے اس کے پاس بھی رہا پھر اس نے

جدا ہو کر ان دونوں گیدڑوں کے پاس آیا وہاں ان کو دیکھ بھال کے چند روز میں شاہ آباد میں جا پہونچا حسن بانو کے لوگ اس کو ہاتھوں ہاتھ اس کی حویلی تک لے گئے اور حسن بانو سے عرض کی کہ حاتم صحیح سلامت آیا ہے۔ انہوں نے سنتے ہی اُسے بلوا کر پردے کے پاس بٹھایا اور پوچھا کہ کیا خبر ہے کہا کہ ایک پیر مرد ظلمات میں ایک عورت نازنین پر عاشق ہو کر جنگل میں آ پڑا تھا اور پکارتا پھرتا تھا کہ ایک بار میں نے دیکھا ہے دوسری مرتبہ کی ہوس ہے پھر میں نے اس کی معشوقہ سے اس کو ملا دیا اب وہ آواز اس جنگل سے نہیں آتی اس کو سن کر حسن بانو اور اس کی دائی نے حاتم کی ہمت اور محنت پر آفریں کی پھر اس نے کہا اے حسن بانو اب دوسری شرط بیان کرو کہ میں اس کی بجا آوری کروں اور ڈھونڈھ نکالوں اس نے نہایت رحم دلی اور مہربانی سے کہا کہ اے حاتم تو بہت سے دکھ سہتا ہے قدرے آرام کر حاتم نے کہا کہ آرام تو مجھے اسی روز ہوگا جس روز خدا کے فضل سے تیرے ساتوں سوال پورے کروں گا یہ کہکر اٹھ کھڑا ہوا اور کاروانسرا میں جا کر آٹھ روز منیر شامی شہزادے کے پاس رہا تمام ماجرا اپنا اس کے آگے ظاہر کیا پھر نویں دن حسن بانو سے جا کر کہا کہ تیرا دوسرا سوال کیا ہے جلد کہہ۔

دوسرا سوال حاتم کے جانے کا اور اس شخص کے دروازے کے نوشتے کی خبر لانے کا

حسن بانو نے کہا دوسرا سوال یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے دروازے پر لکھ کر لگا دیا ہے کہ نیکی کر دریا میں ڈال آیا یہ کیا بھید ہے اور اس نے ایسی کیا نیکی کی ہے اس کی خبر لا اس سخن کے سنتے ہی حاتم اٹھ کھڑا ہوا اور حسن بانو سے پوچھنے لگا کہ وہ شخص کون ہے اور کس طرف کو رہتا ہے حسن بانو نے کہا کہ میں نے اپنی دائی سے سُنا ہے کہ اس کی جگہ اُتر کی طرف ہے پس اتنی بات دریافت کر کے وہاں سے توکل بخدا چل نکلا ایک مدت کے بعد کسی جنگل ہیبت ناک میں پہونچا اور شام کے وقت ایک درخت کے نیچے چپکا ہو کر بیٹھ رہا کہ اتنے میں ایک آواز سوزناک کسی طرف سے اس کے کان میں ایسی آئی کہ اُس کے سنتے ہی آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور کلیجہ جلنے لگا بے اختیار اپنے جی میں کہنے لگا کہ اے حاتم یہ بات جوانمردی سے دور ہے کہ ایک شخص بندۂ خدا کسی آفت میں گرفتار ہو کر روئے اور تو اس کی آواز سن کر مدد نہ کرے اور اس کا احوال نہ پوچھے اس کلام کو دل میں ٹھہرا کر اسی طرف کا راستہ پکڑا تھوڑی دور گیا ہوگا کہ اس جگہ جا پہونچا کہ جہاں سے رونے کی آواز آتی تھی کیا دیکھتا ہے کہ ایک خوبصورت جوان سطح خاک پر بیٹھا گوہر اشک بہا رہا ہے حاتم نے کہا اے دردمند ایسی کیا مشکل تجھ پر پڑی ہے جو اتنا حیران و پریشان ہے اس نے کہا کہ اے مسافر میں سوداگر ہوں اور یہاں سے بارہ کوس پر ایک شہر ہے وہاں

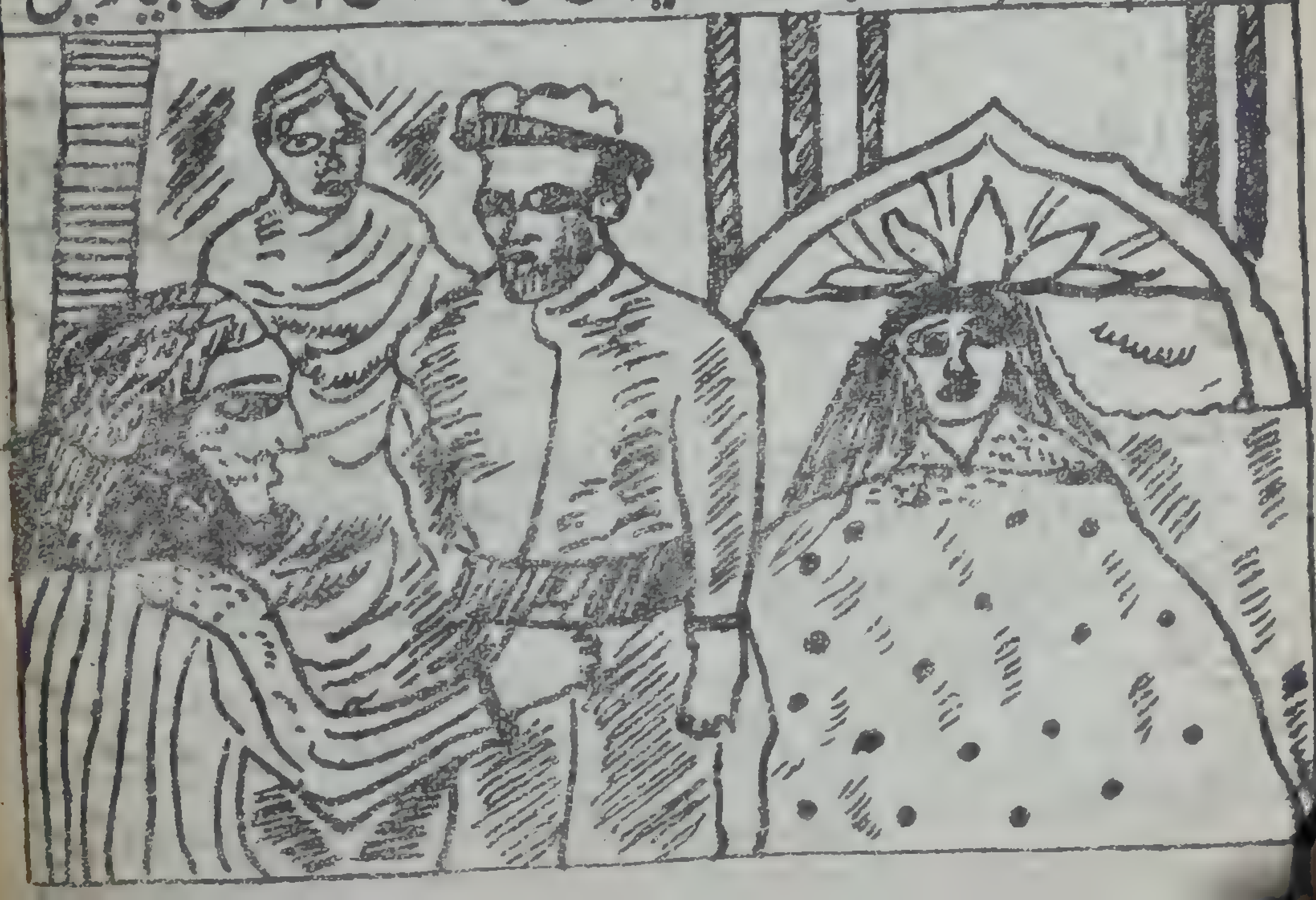
رس نام ایک سوداگر نہایت مالدار رہتا ہے اور ایک لڑکی بھی پری پیکر رشک قمر رکھتا ہے
تفاقاً ایک دن کسی طرف سے پھرتا پھراتا کچھ مال سوداگری کا لے کر اس شہر میں جا نکلا اس
ن حویلی کے نیچے مارے دھوپ کے بیٹھ گیا یکایک میری نظر کوٹھے کی طرف جو گئی تو ایک
عورت نازنین مہ جبین نظر آئی اور میری حالت تباہ ہو گئی تب اس شہر کے لوگوں سے میں نے
پوچھا یہ کون ہے اور یہ حویلی کس کی ہے انھوں نے کہا یہ محل حارس کا ہے اور وہ بڑا مالدار ہے
میں نے پھر ان سے کہا کہ یہ لڑکی شوہر دار ہے یا نہیں انھوں نے کہا اس کا باپ بیاہ
نہیں کر سکتا اور اس کا اس میں کچھ بس نہیں چلتا لڑکی شادی کرنے میں آپ مختار ہے
اور یہ تین سوال رکھتی ہے جو کوئی اس سوال کو پورا کرے گا اسی سے بیاہ کرے گی اس
بات کے سنتے ہی میں اس کی ڈیوڑھی پر گیا اور دربان نے خبر کی اس نے مجھے اندر بلوایا
اور ایک فرش پاکیزہ پر بٹھلا کر کہلا بھیجا کہ اگر تو عہد و پیمان پر قائم رہے تو میں اپنے
سوالوں سے تجھے آگاہ کر دوں میں نے کہا دل و جان سے اس نے کہا اگر تو میرا کہنا کرے گا
تو میں تیری ہی ہو کر رہوں گی میں نے اس کو قبول کیا اس نے کہا پہلا سوال میرا یہ ہے
کہ اس شہر کے قریب ایک غار ہے وہاں آج تک کوئی نہیں گیا اور معلوم نہیں اس
کی انتہا کہاں تک ہے دوسرا سوال یہ ہے کہ شب جمعہ کو ایک آواز جنگل سے آتی ہے
کہ میں نے وہ کام نہ کیا جو آج کی شب میرے کام آتا تیسرا سوال یہ ہے کہ وہ مہرہ جو
سانپ کے پیٹ میں ہے مجھے لا دے اس بات کے سنتے ہی اور بھی رہے سہے میرے ہوش
و حواس گم ہو گئے میں نے ذرا پاؤں کھینچا اس نے دست ظلم سے میرا مال اسباب زر و
جواہر لوٹ لیا اور مجھ کو بھی اپنے شہر سے نکال دیا میں ناچار ہو کر اس جنگل میں آ پڑا ایک
تو وہاں گیا دوسرے رسوا ہوا تیسرے عشق کے تیر نے کلیجہ چھلنی کر ڈالا ہمراہیوں نے
ساتھ چھوڑ دیا میں فقیر ہو گیا حاتم نے کہا تو خاطر جمع رکھ اور مجھے اس شہر میں لے چل کہ
میں تیرا اسباب بھی تجھے دلوا دوں اور معشوقہ سے ملا دوں اس نے کہا کہ اے عزیز میں
زر و جواہر کا خیال نہیں کرتا اگر وہ ہاتھ لگے اس واسطے کہتے ہیں دیکھنا یار کے دولت بیدار
بے شمار دولت [illegible] حاتم اس کو اپنے ساتھ لے کر شہر میں آیا اور کاروانسرا میں
سوداگر کو وہاں [illegible] کی لڑکی کے دروازے پر گیا اور کہا کہ میں بیاہ کرنے آیا ہوں خبر دار
نے جا کر کہا کہ ایک شخص تجھ سے بیاہ کرنے کو آیا ہے اس نے اس بات کے سنتے ہی پردہ ڈال
کر حاتم کو گھر میں بلوایا اور جو عہد و پیمان اس سے لیتے تھے سو لئے اس کے بعد حاتم نے کہا کہ
تو حارس سوداگر کی بیٹی ہے اگر وہ اس بات پر ہاتھ مارے اور اقرار کرے تو میں اس کی

کہا میں کمر باندھوں کہ جس روز فضل خدا سے یہ کام کر چکوں اس روز میں تیرا مختار ہوں جس کو
چاہوں دے ڈالوں اس نے کہا بہت بہتر حاتم نے کہا کہ اب تم اپنے باپ کو بلوا دو
اس نے حارث کو بلوایا حاتم نے یہ احوال اس سے کہا اس نے بھی اس بات کو مانا پھر
حاتم نے اس لڑکی سے کہا کہ اپنا سوال ظاہر کر اس نے کہا کہ اس شہر کے نزدیک ایک
غار ہے تمام مرد و زن اس شہر کے جانتے ہیں تو اس کی خبر لا کہ وہ کتنا گہرا ہے اور کتنا لمبا کہاں
تک ہے اور اسمیں کیا ہے اس سخن کے سنتے ہی حاتم وہاں سے رخصت ہوا کتنے لوگ بھی شہر کے
اس کے ساتھ آئے اور اس غار کو دکھلا کر چلے گئے حاتم اس میں کود پڑا ایک رات دن غلطاں
و پیچاں چلا گیا ایک عرصہ کے بعد روشنی نمودار ہوئی تب حاتم نے معلوم کیا کہ اب یہ غار تمام ہوا
پس اب یہاں سے پھریے اتنے میں اسکو خیال گذرا کہ اگر کوئی اس کی حقیقت پوچھے تو کیا جواب
دوں گا یہ سمجھ کر آگے کو بڑھا تھوڑی دور جا کر ایک میدان وسیع پایا کہ وہ اس کو نظر پڑا اور ایک تالاب
اس میں اچھا خاصا صاف ستھرا پانی سے بھرا ہوا دکھائی دیا حاتم اپنے ساتھ ایک صراحی پانی کی
اور تھوڑے سے بادام بھی رکھتا تھا کبھی کبھی دو تین بادام کھا لیتا تھا اور ایک آدھ بادام کھا کر
پانی پی لیتا تھا اور رات دن چلا ہی جاتا تھا کہ یک پانی نبڑ گیا اور اس نے تالاب کا پانی پیا
اور صراحی کو بھر کر آگے کا رستہ لیا سامنے ایک دیوار ایسی نظر پڑی جس کو یک نگاہ اپنی پگڑی تھام
کے دیکھے تو بھی اس کے پشتے تک نہ پہنچے اور طائر خیال بھی اس کی طولانی تا قیامت تک طے نہ کر سکے
پھر آگے بڑھا اور اس دیوار کے پاس جا کر جو دیکھا تو ایک دروازہ نظر آیا یہ اندر گھس گیا وہاں ایک
بستی نظر پڑی جب نزدیک پہنچا تب ہزاروں دیو دوڑے اور چاہا کہ اس کے ٹکڑے کر کے
کھا جائیں اتنے میں ایک نے انھیں میں سے کہا کہ اے یارو یہ آدمی ہے اس کو تم نہ مارو کیونکہ گوشت
اس کا لذیذ ہوتا ہے اگر تم اس کو کھاؤ گے اور یہ خبر کوئی بادشاہ تک پہنچا دے گا وہ سبھوں کو مروا ڈالے گا
چاہیئے کہ اسے یہاں نہ چھیڑو بلکہ بادشاہ کے پاس لے چلو انھوں نے کہا کہ وہ ایسا ہمارا دشمن
کون ہے جو بادشاہ سے کہے گا اس نے کہا یہ کیا کہتے ہو اپنی ہی صورتوں میں بہت سے مدعی ہیں یہ بات
میری یاد رہے کہ بہتر یہی ہے کہ تم سب کے سب اس سے دست بردار ہو اس بات کو وہ سن کر ڈرے اور
اس کو چھوڑ کر اپنے اپنے گھر چلے گئے حاتم نے اس جگہ سے پاؤں اٹھایا اور ایک طرف کا رستہ لیا رستے
میں اسے ایک گاؤں نظر آیا اس نے معلوم کیا کہ شاید یہ بستی آدمیوں سے آباد ہو گی اس گمان پر آگے گیا
تو بہت سے دیوں نے آ کر ہر طرف سے گھیر لیا اور اس کے کھانے کا قصد کیا ان میں سے بھی ایک دیو نے
کہا کہ اس کو تم نہ کھاؤ بلکہ جیتا ہی بادشاہ کے پاس پہنچاؤ کیونکہ اس کی بیٹی نہایت بیمار ہے شاید اس
آدمی کے ہاتھ سے اچھی ہو انھوں نے کہا کہ تو یہ کیا کہتا ہے ہم تو سیکڑوں آدمیوں کو کھا گئے

اور شرمندہ ہوئے اب کہیں ایسی کیا ضرورت ہے جو لیجائیں۔ یہ تو ملک بادشاہی میں آہی پہنچا اب کہاں جا سکتا ہے یقین یہ ہے کہ کوئی نہ کوئی اس کو بادشاہ تلک پہنچا دے گا حاتم وہاں سے بھی آگے بڑھا اور ایک موضع دوسرا اس کو نظر پڑا وہاں کے دیو اس کو پکڑ کے اپنے سردار کے پاس لے گئے اس سردار کی زوجہ کی آنکھیں دکھتی تھیں اور پانی آٹھوں پہر جاری تھا اس کے غم سے سردار اپنا سر جھکائے بیٹھا تھا اس نے حاتم کو دیکھتے ہی سر اٹھا کر ان سے کہا کہ تم میرے پاس اپنے باپ کو کیوں لائے ہو چلو دور ہو میرے سامنے سے اور اسے چھوڑ دو حاتم نے جو اسے غم میں گرفتار دیکھا تو پوچھا کہ اے دیو تجھے کس بات کا غم ہے اس نے کہا کہ بھائی میری بی بی کی آنکھیں دکھتی ہیں اسی فکر میں میں نے چین اور آرام چھوڑ دیا ہے اس نے کہا کہ تو خاطر جمع رکھ میں تیری جورو کی آنکھیں اچھی کردوں گا اس بات کو سنتے ہی وہ دیو اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گیا اور اپنی جورو کو اپنے پاس بٹھا کر کہنے لگا کہ اے شخص اگر تیری دوا سے یہ اچھی ہو گئی تو جب تک جیتی رہے گی تب تک تیری ممنون احسان رہے گی تب تک میں بھی اپنی بساط کے موافق تیری کچھ نہ کچھ خدمت کروں گا اس بات کو سن کر حاتم نے اس سے کہا بشرطیکہ تو میرے اس سخن کو قبول کرے کہ جب تیری بی بی کو میں اچھا کردوں تب تو مجھے بادشاہ کے پاس لے جا اور میری حکمت کی تعریف اس کے سامنے کر تو میں دوا اس کو دوں اور اچھا کروں اس دیو نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی قسم کھا کر کہا کہ بہت اچھا اگر یہ تیری تدبیر سے اچھی ہو گئی تو میں تجھے دربار شاہی میں لیجاؤں گا اور بادشاہ کی ملازمت کرا دوں گا حاتم نے ایک مہرہ اپنی پگڑی سے کھولا اور پانی میں رگڑ کے اس کی آنکھیں دیکھ کر لگا دیا اس میں شفا پائی اور اسی گھڑی درد جاتا رہا اسی صورت سے اس نے دو تین بار لگایا وہ آنکھیں کنول سی کھل گئیں اور پانی بند ہو گیا۔ دیووں کا سردار خوش ہوا اور اس کی خدمت بہت سی کی چند روز کے بعد اس کو اپنے ساتھ بادشاہ کے پاس لے گیا اور اس کی تعریف کے بعد عرض کرنے لگا کہ خداوند یہ شخص بہت دانا ہے حکمت میں یکتا چنانچہ میری زوجہ کی آنکھیں کئی برس سے دکھتی تھیں اس نے ایک پل میں اچھی کیں یہ حال سن کر فرقاش بادشاہ نے اس پر بہت سی مہربانی کر کے کہا کہ اے شخص میں آزار شکم رکھتا ہوں اور میری قوم سے کوئی میری دوا نہ کر سکا اگر تیرے ہاتھ سے شفا پاؤں تو میں بھی مرہون احسان رہوں حاتم نے کہا کہ جس وقت تم کھانا کھاتے ہو اس وقت تمہارے پاس کس قدر امیر امرا جمع ہوتے ہیں اس نے کہا کہ جتنے چھوٹے بڑے ہیں سب کے سب حاضر رہتے ہیں۔ حاتم نے کہا کہ آج اس وقت میں بھی حاضر ہوں وہ بولا کہ بہت اچھا اتنے میں ایک دسترخوان وسیع بچھا اور طرح طرح

کے کھانے اسپر چنے گئے بادشاہ چاہتا تھا کہ اس پر ہاتھ ڈالے اور کچھ تناول کرے حاتم نے کہا اے بادشاہ ذرا ٹھہر جاؤ وہ رک گیا تب اس نے ایک قاب کے سرپوش اٹھایا اور اسے سب کو دکھا کر پھر ڈھک دیا ایک دم کے بعد کہا کہ اس کو کھول کر دیکھو کھولا تو تمام قاب کیڑوں سے بھری ہوئی تھی بادشاہ اس ماجرے کو دیکھکر حیران ہوا اور کہنے لگا کہ یہ کیا باعث ہے حاتم نے کہا یہ سب ان دیوؤں کی نظر کا سبب ہے آپ کو لازم ہے کہ نعمت خانے میں اکیلے کھانا نوش جان فرمایا کریں تاکہ یہ اس کو نہ دیکھیں اس نے اسی ڈھب سے جو اس روز کھایا آرام رہا پیٹ میں درد نہ ہوا دو تین روز کے بعد بالکل اچھا ہو گیا تب حاتم کو گلے لگا کر کہنے لگا کہ اے شخص مجھ سے کیا چاہتا ہے مانگ اس نے کہا کہ میں انسان ہوں اور بہت سے میرے بھائی تیرے یہاں قید میں اگر چھوڑ دے تو عین بندہ پروری ہے اس بات کے سنتے ہی فرقاش بادشاہ نے ان سبھوں کو بلوایا اور خلعت فاخرہ سے سرفراز کر کے کچھ کچھ خرچ راہ دے کر رخصت کیا پھر حاتم سے کہنے لگا کہ اب میں ایک عرض رکھتا ہوں اگر تو اس کو قبول کرے حاتم نے کہا فرمائیے جان سے حاضر ہوں فرقاش بادشاہ نے کہا کہ میری لڑکی ایک مدت سے بیمار ہے اگر اس کو دیکھو اور کچھ تدبیر کرو تو میں نہایت ممنون احسان ہوں گا اس بات کے سنتے ہی حاتم فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ بسم اللہ چلئے میں اسے بھی دیکھوں

تصویر حاتم اور فرقاش بادشاہ دیوان کی اور غش آنا اسکی بیمار بیٹی کا



بادشاہ فرقاش نہایت محبت سے اس کو اپنے ساتھ محل میں لے گیا حاتم نے اس لڑکی کو دیکھا
کہ نہایت دبلی ہو رہی ہے اور رنگ زرد ہو گیا ہے کہا کہ تھوڑا شربت بنا لاؤ جونہی وہ لائے
دو ہی اس مہرے کو اس میں گھس کر اسے پلا دیا ایک ساعت کے بعد دست آنے لگے تمام دن
تو یونہی گذرا شام کے وقت کئی مرتبہ قے کی اور غش میں ہو گئی فرقاش ڈرا اور کہنے لگا کہ اے
عزیز یہ کیا حالت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مر جائے حاتم نے کہا کچھ اندیشہ نہ کر خدا اچھا کر دیگا
تمام رات اسی طرح گذری صبح ہوتے ہی اس کو بھوک لگی خاصہ یاد کر کے کچھ کھایا غرض
پندرہ روز کے عرصہ میں آزار بالکل جاتا رہا چہرہ چمکنے لگا حاتم نے بادشاہ سے کہا اب تمہاری
بیٹی نے شفا پائی مجھ کو رخصت کرو کہ میں اپنے کام کیواسطے جاؤں بادشاہ نے بہت سے
روپے اور اشرفیاں اور بہت سے جواہر کے جوال منگوا کر اس کے آگے رکھے اور کہا
اگرچہ یہ تیرے لائق نہیں ہیں یہ ہماری خوشی یہی ہے کہ لیجئے حاتم نے کہا میں تن تنہا
ان کو کیونکر اٹھاؤں اور کہاں لے جاؤں اس نے اپنے دیو بلا کر کہا کہ یہ کل زر و جواہر
تم اپنے سروں پر رکھ کر اس کے ساتھ لے جاؤ حاتم اس سے رخصت ہوا ایک مہینے کے
بعد دیووں نے تمام اسباب سمیت اس کو غار پر پہونچا دیا اور آپ چلے گئے یہ دیکھ کر
کئی جاسوس کہ حارث کی بیٹی نے غار کے دروازے پر تعین کر رکھے تھے ڈر کر بھاگے جب
حاتم نے پکار کر کہا کہ نہ بھاگو میں وہی ہوں جو غار کی خبر لینے کو گیا تھا خدا کے فضل سے جیتا
پھر آیا ہوں بارے وہ اس کی آواز پہچان کر پھرے تو کیا دیکھتے ہیں حاتم ہے فوراً حاتم
اس مال و اسباب کو اٹھوا کر کارخانے میں لے آیا اور اسی سوداگر کو بخشدیا وہ اس کے
پاؤں پر گر پڑا اس نے اس کو اپنے گلے سے لگایا پھر یہ حال خبرداروں نے جا کر اس لڑکی
سے کہا اس نے حاتم کو بلوا بھیجا اور غار کا ماجرا پوچھا حاتم نے ہو بہو اس کی حقیقت سے
اس کو آگاہ کیا اور کہا کہ ایک شرط تیری میں بجا لایا اب اور کہہ اس نے کہا کہ جمعہ کی رات کو
ایک آواز آتی ہے کہ وہ کام نہ کیا جو آج کی رات میرے کام آتا اس کو سن کر حاتم
وہاں سے روانہ ہوا اور سیر کرتا بصحرا چلا چند روز کے بعد وہ آواز اس کے کان میں آئی یہ اسکی
کھوج میں رات دن پھرنے لگا کہ ناگاہ ایک گاؤں نظر پڑا وہاں کے لوگ گریہ و زاری
کر رہے تھے یہ آگے بڑھے اور اس خلقت سے پوچھنے لگے کہ تم سب کے سب کس واسطے
روتے ہو اور کیوں جانیں کھوتے ہو کسی نے کہا کہ سال میں تاریخ پنجشنبہ کے دن ایک بلائے
عظیم آتی ہے اور ایک آدمی کو کھا جاتی ہے اگر اس وقت کسی کو نہ پاوے تو پھر تمام شہر کو
اجاڑ دے چنانچہ اس مرتبہ رئیس کے لڑکے کی باری ہے اس واسطے یہ سب آہ و زاری کرتے

رئیس اس سخن کو سن کر حاتم رئیس کے پاس گیا اور اسے دلاسا دیا کہ تو خاطر جمع رکھ تیرے بیٹے کے
بدلے میں جاؤں گا وہ اس جرأت پر حاتم کو آفریں کہہ کے بولا کہ اے جوانمرد چار روز اس
بلا کے آنے میں باقی ہیں حاتم نے کہا کہ اس کی صورت کیسی ہے اگر کسی نے دیکھی ہے تو
مجھے بتا دے رئیس نے اس کی صورت زمین پر کھینچ کر دکھلا دی حاتم نے کہا اس کا نام حلوقہ
ہے کسی کی ضرب سے نہ ماری جائے گی اور نہ کسی کی چوٹ کھائے گی ہاں میرا کہنا قبول کرو
تو میں تمہارے سر سے یہ بلا ٹالتا ہوں اور جس صورت سے بنے ماروں اس بات کو سن کر وہ
خوش ہوا اور کہنے لگا کہ پھر کیوں نہیں ارشاد کرتے ہو جلد ارشاد کرو حاتم نے کہا کہ تیرے شہر
میں کوئی شیشہ گر بھی ہے اس نے کہا کہ جتنے چاہو اتنے موجود ہیں پھر حاتم اور رئیس شیشہ گروں
کی دوکان پر گئے اور کہنے لگے کہ آج کے دن سمیت چار روز کے عرصہ میں ایک آئینہ دو سو گز
لمبا اور سو گز کا چوڑا تیار کر دو کہ یہ بلا ٹلے نہیں تو تمام گاؤں کو کھا جائے گی انھوں نے کہا
اتنے بڑے آئینے بنانے کا اسباب تم اسی وقت منگا دو غرض رئیس نے اسی گھڑی اتنے
بڑے آئینے بنانے کا اسباب منگوا دیا اور انھوں نے تین روز کے عرصے میں ویسا ہی آئینہ بنایا
پھر حاتم کو خبر کی اس نے کہا تم سب چھوٹے بڑے اس بستی کے جمع ہو کر ہاتھوں ہاتھ اس آئینہ
کو وہاں لے جا کر کھڑا کر دو کہ جہاں وہ بلا آتی ہے تب انھوں نے ویسا ہی کیا حاتم نے پھر کہا
اب ایک چادر سفید کوئی لا دے کہ جس سے اس کی پوشش ہو وہ چادر لے آئے اور اس
آئینے کو ڈھانپ دیا حاتم نے پھر ان کو کہا کہ اے یارو اب تم اپنے گھر کا راستہ لو اور
خاطر جمعی سے بیٹھے رہو اگر اس تماشے کو دیکھنے کو کسی کا جی چاہے وہ میرے ساتھ رہے
کسی نے جواب نہ دیا مگر اس رئیس کے لڑکے نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ رہوں گا اس کے
باپ نے کہا اے جان پدر اے قہر کر کیونکہ میں نے تیرے واسطے اتنے روپے خرچ
کئے اور تو ہی اس کے ساتھ جاتا ہے وہ بولا کہ بابا جان تم نے مجھ کو اس کا نوالہ آگے
ہی مقرر کیا تھا اب کیا ہے جو ارشاد کرتے ہو میری رضامندی اسی میں ہے کہ میں اس جوان
کے ساتھ جاؤں گا بیچارہ مجھے اس موذی کے چنگل سے چھڑاتا ہے عجب مسلمانی ہے
کہ یہ غریب تم سبھوں کے واسطے جان بوجھ کر آپ کو اژدھے کے منہ میں ڈالتا ہے اور تم
اس کو تنہا چھوڑتے ہو غرض اس نے ہرگز باپ کی نہ مانی اور بعد خوشی اس کی ہمراہی
قبول کی جب دن آخر ہوا اور رات ہوئی تب وہ آواز بدستور سابق اس کے کان میں آئی
سب کے سب ڈر گئے تھوڑی دیر کے بعد حلوقہ گنبد کی مانند نمودار ہوا اس صورت سے
کہ نو ہاتھ نو پاؤں نو منہ بدن میں ہیں اور لوٹتا چلا آتا ہے دھواں اور شعلہ ہر منہ سے نکلتا ہے

رہنے والے اس گاؤں کے کوس دو کوس کے تفاوت پر آ کھڑے ہوئے جو دیکھتے تھے ڈرتے اور بھاگ گئے حاتم نے جو دیکھا وہ آ ہی پہونچا فوراً اس چادر کو آئینے کے اوپر سے اٹھا دیا اس نے اپنی صورت آئینے میں جو دیکھی تو دم بخود ہو ایسا نعرہ مارا کہ تمام زمین اس گاؤں کی اور جنگل کی ہل گئی اور خلقت غش کھا گئی آخر اس نے یہاں تک دم کھینچا کہ پیٹ پھٹ گیا تب ایک ایسی آواز ہولناک بیابان میں پھر پیدا ہوئی کہ جنہوں نے سنی تھی بیہوش ہو گئے دیر کے بعد جو ہوش میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ پڑا ہے اور اس کے شکم کی آلائش سے تمام جنگل بھر گیا ہے بلکہ ایک دریا نیلے پانی کا بہتا ہے تب رئیس اور اس کا بیٹا دونوں رعیت سمیت حاتم کے پاؤں پر گر پڑے اور کہنے لگے کہ اے جوانمرد تو کیونکر اس کے ہاتھ سے بچا اور وہ کس صورت سے مارا گیا اس نے کہا کہ اس کا نام حلوقہ تھا وہ کسی سے نہ مارا جاتا مگر یہی ڈھب تھا کہ اپنی صورت دیکھے کسی دوسرے کو نہ دیکھے تب غصے سے یہاں تک اپنا دم بند کرے کہ پیٹ پھول کر پھٹ جائے اس کے سنتے ہی انھوں نے اپنے مقدور کے موافق ہر طرح کا زر و جواہر اس کے آگے لا کر رکھ دیا اور ہاتھ باندھ کر منت زاری کرنے لگے تب حاتم نے کہا صاحب میں نے اس زر و جواہر کا لالچ کر کے یہ کام نہیں کیا پھر انھوں نے پوچھا حضرت سلامت آپکا آنا اس طرف کیونکر ہوا وہ کہنے لگا کہ آج روز جمعہ ہے اور میں نے یوں سنا ہے کہ ایک آواز اس جنگل کیطرف سے اس ڈھب کی آتی ہے کہ میں نے وہ کام نہ کیا جو آج کی رات میرے کام آتا اس بات کی تحقیق کرنے کو اپنے شہر سے نکلا ہوں اور یہاں تک آ پہونچا ہوں اب اس حقیقت کو دریافت کر آؤں تو پھر جاؤں گا رئیس نے کہا صاحب میں ایک مدت سے اس آواز کو یونہی سن رہا ہوں پر یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کس کی آواز ہے اور کہاں سے آتی ہے حاتم اس روز تمام دن وہیں رہا جب رات ہوئی تب وہی آواز پھر آئی وہ اسے سنتے ہی اس طرف کو روانہ ہوا اور کئی دن چلا گیا کہ ایک دن سامنے سے ایک ٹیلہ نظر آیا اور اس کے نیچے چھ سو سوار اور پیادے دکھلائی دئیے پھر اس نے جو خوب سا غور کر کے دیکھا تو نہ سوار ہیں اور نہ پیادے ایک قبرستان ہے تب حاتم نے اپنے دل میں کہا کہ یہ سوار صاحب کمال ہیں یہ آواز بھی شاید یہیں سے آتی ہے مجھ کو یہیں ٹھہرنا چاہیئے اتنے میں رات ہوئی وہ آواز پھر آئی حاتم اوھر ہی مشغول تھا جب پہر رات گئی تب ہر ایک قبر سے ایک مرد نورانی صورت نکلا فرش ستھرا اور پاکیزہ بچھا کر نورانی جامہ پہن کر اپنی اپنی مسند پر بیٹھا اتنے میں ایک شخص نکلا ننگا کفن کے کپڑے خاک آلودہ پہنے پر ستر پوشی نہ تھی اور وہ خاک پر بیٹھ گیا اور ستر نہیں چھپا سکا پھر کسی نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا نہ کھانے کیلئے ایک پیالہ بہشت کا دیا تب اس نے ایک آہ سرد کھینچ کر با آواز بلند کہا کہ آہ وہ کام نہ کیا میں نے جو آج کی رات میرے کام آتا حاتم نے اس آواز کے سنتے ہی کہا کہ احسان خدا کا کہ میں اپنی منزل مقصود کو پہونچا اتنے میں بہشت سے خوان نعمت کے ان لوگوں کے آگے آئے اور اس ہر ایک خوان میں ایک پیالہ کھیر کا اور ایک [illegible]

ان خوانوں میں سے جدا تھا انھوں نے کھانا کھاتے ہوئے آپس میں کہا اے عزیزو آج رات ایک مسافر ہمارے یہاں مہمان آیا ہے اس کو لے آؤ کہ یہ خوان علیحدہ اسی شخص کا حصہ ہے چنانچہ ایک شخص اٹھا اور حاتم کو لاکر ایک مسند پر بٹھایا اور وہ خوان اس کے آگے رکھ دیا حاتم نے اس شخص کو دیکھا جو ان لوگوں سے دور الگ کو میلا کچیلا زمین پر بیٹھا نعرے مار رہا تھا اور ایک خوان اس کے آگے بھی دھرا تھا مگر اس میں ایک پیالہ تھوہر کے دودھ اور سنگ ریزوں سے بھرا ہوا تھا اور کوزے میں پانی کی جگہ پیپ اور لہو اس حالت کو دیکھ کر حاتم سر جھکا کر کھانے لگا اور اس کی طرف دیکھنے لگا اتنے میں سب کے سب کھانا کھا چکے خوان اٹھائے تب حاتم نے متفکر ہو کر ان سے کہا کہ میں آپ سے کچھ عرض رکھتا ہوں اگر حکم ہو تو عرض کروں انھوں نے کہا کہو وہ بولا کہ یہ کیا کہ تم سب مسندوں پر عز و وقار سے بیٹھے ہوئے ایسے کھانے لذیذ کھاؤ اور یہ غریب روتا ہوا خاک پر تنہا تھوہر کا دودھ زہر مار کرے انھوں نے کہا ہم اس راز سے آگاہ نہیں تو اسی سے پوچھ حاتم وہاں سے اٹھ کر اس کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ اے عزیز تو نے ایسا کیا گناہ کیا ہے جو اس عذاب میں گرفتار ہوا ہے برائے خدا کچھ کہہ وہ سنتے ہی آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور کہنے لگا کہ اے جوانمرد میں ان لوگوں کا سردار ہوں اور میرا نام یوسف سوداگر ہے سوداگری کے واسطے شہر خوارزم کو جاتا تھا اور بخیل بھی ایسا تھا کہ کبھی خدا کی راہ میں کوڑی پیسہ دیا نہ چاہتا تھا غرض ایک دن چور آ پڑے ہم سبھوں کو لوٹ مار انہیں گاڑ دیا انھوں نے اپنی سخاوت کے سبب ایسا مرتبہ پایا اور میں اپنی بخیلی کے باعث اس بلا میں مبتلا ہوں وطن میرا چین ہے اور اولاد میری خراب حال ٹکڑے ٹکڑے کو محتاج ہے اور بھیک مانگتی پھرتی ہے اور ایک درخت کے نیچے میرے حجرے میں بہت سا مال جواہر گڑا ہے یہ میرے طالعوں کی شومی ہے کہ نوکر میرے مسندوں پر بیٹھے شیر برنج اور ٹھنڈا پانی نوش کرتے ہیں اور بہشت کے حلے پہنے ہوئے ہیں اور میں اس تنہائی میں گرفتار ہوں اور حق تو یہ ہے کہ اپنے کیے کی سزا پاتا ہوں حاتم نے کہا کہ کوئی طریقہ تیری نجات کا ہے اس نے کہا کہ میں تو ایک مدت سے آہ وزاری کرتا ہوں مگر کوئی میری امداد کو نہیں پہنچتا مگر اب تو آیا ہے اگر تجھ کو خدا توفیق دے تو تو شہر چین میں جا میری حویلی سوداگروں کے محلے میں ہے اور یوسف سوداگر کا نام مشہور ہے وہاں جا کر محلے والوں سے میرا نام اور حال کہہ اغلب ہے کہ میرے لڑکے تیرے پاس آئیں چاہیے کہ یہ ماجرا ان سے بالمشافہ تو بیان کر اور اس کے بعد تو فلانی جگہ سے میرا مال و جواہر جو بے قیاس گڑا ہے اس کو چار حصہ کر کے ایک حصہ میرے فرزندوں کو دے اور تین حصہ خدا کی راہ میں خرچ کر بھوکوں کو کھانا کھلا ننگوں کو کپڑا پہنا مسافروں کو خرچ راہ دے امید ہے کہ تیری توجہ سے میں بھی نجات پاؤں اور ان کا ہمنشین ہوں حاتم نے قسم کھا کر کہا اے عزیز اگر میں تیرا کام کفایت نہ کروں اور اس فریاد کو نہ پہنچوں تو طے کے نطفے سے نہ پیدا ہوا ہوں۔ غرض

رات کی رات حاتم وہیں رہا اور دیکھا کہ وہ سب عیش و عشرت میں ہیں اور یہ فریاد وزاری
میں جب صبح ہوئی شہید اپنے اپنے مکانوں میں گئے اور حاتم چین کیطرف روانہ ہوا ایک
مدت کے بعد منزلیں طے کرتا اور آفتیں سہتا ایک مقام پر جا پہونچا کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص کنوئیں
پر کھڑا پانی بھرتا ہے اس لئے آپ کو اس کے پاس پہونچایا اور چاہا کہ اس کے ہاتھ سے ڈول
لے کر پانی پیئے کہ اتنے میں ایک سانپ نے ہاتھی کی سونڈ کی مانند منہ نکالا اور اس شخص
کی کمر پکڑ کے کنوئیں میں کھینچ لیا اس واردات کو دیکھ کر ہاتھ مل مل کر حاتم کہنے لگا کہ اے موذی
یہ کیا کیا تو نے جو اس غریب پردیسی کو لے گیا وہاں اس کے بال بچے یہ امید رکھتے ہوں گے
کہ بابا جان کچھ خرچ بھیجیں گے یا آپ ہی لئے آتے ہوں گے تو نے اس کو جان ہی سے کھو دیا
یہ سمجھ کر پھر اپنے جی میں کہنے لگا کہ اے حاتم افسوس ہے کہ تو اس حال کو اپنی آنکھوں سے دیکھے
اور اس کی داد کو نہ پہونچے پس خدا کو کیا جواب دے گا اور تیرا نام دنیا میں کیا خاک رہے گا
یہ کہا اور کنوئیں میں کود پڑا تھوڑی دور چلا گیا جب زمین پر اس کا پاؤں لگا تب آنکھیں کھولکر
دیکھا نہ وہ چاہ ہے اور نہ وہ پانی ایک میدان وسیع نہایت خوش قطع درختوں سے ہرا بھرا
ہو رہا ہے اور ان درختوں سے ایک محل ستھرا سا دکھائی دیا یہ اس کی طرف چلا اور دل میں
کہتا تھا کہ مسافر کو وہ کہاں لے گیا اور یہ محل کہاں سے پیدا ہوا اسی سوچ میں اس حویلی کے پاس
جا پہونچا کیا دیکھتا ہے کہ ایوان پاکیزہ اور بیٹھکیں آراستہ جابجا تیار ہیں ایک مکان میں بلور کا
تخت بچھا ہے اور اس کے نیچے ایک مرد دراز قد درخت کے مانند سوتا ہے اس کو دیکھ کر وہاں
گیا اور دل میں سوچا کہ ذرا آگے جا کر دیکھے یہ کون ہے جب نزدیک پہونچا تب اس کے سرہانے
کھڑا ہوا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ جب یہ اٹھے گا تب اس سے حال پوچھوں گا اتنے میں وہی
سانپ مسافر کو باغ میں کسی جگہ چھوڑ کر حاتم کی طرف لپکا حاتم مسافر کے باعث غصہ میں بھرا ہوا
تھا کہ دونوں ہاتھ سے اس کو پکڑ کے ایسا دبایا کہ وہ چلانے لگا کہ اس کے شور سے وہ جوان چونک
پڑا اور پکارا کہ اے عزیز کیا کرتا ہے یہ میرا بیٹا ہے چھوڑ دے حاتم نے جواب دیا جب تک مسافر کو
نہ چھوڑے گا تب تک میں اسے نہ چھوڑوں گا یہ سن کر دیو نے سانپ سے کہا کہ خبردار یہ کوئی بڑا
ہی زبردست معلوم ہوتا ہے غالب ہے کہ ہمارے طلسم کو توڑے اور تیرے منہ میں بیٹھے حاتم یہ
بات سنتے ہی سانپ کے پیٹ میں گھس گیا کیا دیکھتا ہے کہ ایک اندھیرا گھر ہے اور سانپ کا کچھ نشان
نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کہاں ہے یہ حیران ادھر ادھر پھر رہا ہے کہ اتنے میں ایک آواز اس کے کانوں میں
اس ڈھب کی آئی کہ اے حاتم اس اندھیرے گھر میں جو چیز تیرے ہاتھ لگے تو اس کو بے کھٹکے خنجر سے
ٹکڑے کر ڈال تو اس طلسمات سے نکلے گا نہیں تو تا بقیامت یہی تیرا گھر ہے اس بات کے سنتے ہی

وہ ایک طرف ہاتھ بڑھا کر ٹٹولنے لگا کہ اتنے میں ایک چیز گلیٹ کی صورت اسکے ہاتھ لگی وہیں
اسنے خنجر تیز سے اس کو چیر پھاڑ ڈالا فی الفور ایک چشمہ دریا سے زیادہ لہریں لیتا ہوا پیدا ہوا اور
حاتم غوطے کھانے لگا دو تین غوطے کھانے کے بعد اس کا پاؤں زمین کی تہہ پر جا پہونچا اور اسنے
آنکھیں کھول کر جو دیکھا تو نہ وہ سانپ ہے نہ وہ باغ ہے مگر ایک صحرا وسیع نظر آتا ہے اور اس میں آدمی
ہیں بعضے قریب مرگ پہونچے ہیں اور بعضے سوکھ کر کانٹا ہو گئے ہیں اور وہ مسافر بھی ان میں کھڑا ہے
حاتم اسکے پاس جا کر پوچھنے لگا کہ اے بھائی تجھے یہاں کون لایا ہے اس نے کہا مجھے ایک سانپ
لا کر یہاں چھوڑ گیا ہے اور اب معلوم نہیں کہ کیا ہوا اور کہاں گیا اور لوگوں نے بھی کہا کہ ہم کو بھی
وہی لایا ہے مگر یہ تو فرمایئے کہ آپ کیونکر تشریف لائے ہیں تب حاتم نے اس طلسم کا تمام ماجرا ان کے
سامنے بیان کیا اور کہا کہ تم اپنے گھر جاؤ میں نے تمہارے دشمن کو مار ڈالا وہ کہنے لگے کہ بندہ پرور
ہم قیدیوں میں کتنے ہی مارے بھوک اور پیاس کے مر گئے اور کتنے ہی ہلاکت کے قریب پہونچے ہیں۔
حق تعالیٰ تم کو اس کی جزائے خیر دے کہ ہم تمہاری دستگیری سے اس موذی کے چنگل سے نکلے
یہ کہہ کے سب اپنے اپنے گھروں کو سدھارے اور حاتم ان سے رخصت ہو کر چین کی طرف روانہ
ہوا چند روز کے بعد ایک شہر عالیشان کے دروازے پر جا پہونچا اور اندر جانے کا قصد کیا دربانوں
نے روکا کہ کہاں جاتا ہے پہلے بادشاہ کے پاس چل اور اس سے سوال کا جواب کر پھر جہاں جاتا ہے
وہاں جانا حاتم نے کہا بھائیو تمہارے شہر کا یہ کیا چلن ہے مسافروں کو تو ہر شخص آرام دیتا ہے اور تم
لوگ کیسے ہو جو ایذا دیتے ہو دربانوں نے کہا اے مسافر اس شہر کی راہ چلنے سے رک گئی ہے اس لئے
کہ یہاں کے بادشاہ کی ایک لڑکی ہے اس کے روبرو مسافر کو لیجاتے ہیں اور وہ اس سے تین سوال
کرتی ہے وہ جواب نہیں دے سکتا آخر صبح کے وقت اسے سولی دیتے ہیں اس واسطے اس شہر کا
نام بیداد نگر رکھا ہے کیونکہ یہاں کوئی مسافر جیتا نہیں بچتا آخر حاتم ان لوگوں کے ساتھ
بناچاری بادشاہ کے پاس گیا اور جی میں کہتا تھا کہ دیکھئے وہ کیا پوچھتا ہے جب یہ اس کے پاس
گیا اس نے پوچھا کہ تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے اور کیا نام رکھتا ہے حاتم نے کہا کہ میں بنی آدم
ہوں اور چین کے جانے کا ارادہ رکھتا ہوں میرے نام سے تمہیں کیا کام اور کہا کہ اے بادشاہ
تیرے سوا کوئی مسافروں کو ایذا نہیں دیتا بلکہ ہر ایک اپنے حوصلے کے موافق اس کی مہمانی کرتا
ہے اس واسطے کہ بھلا کہلائے اور نیکی کے ساتھ اس کا نام تمام عالم میں آفتاب کے مانند روشن رہے
اس کلام کو سن کر بادشاہ کو رو دیا اور کہا کہ اے مسافر کیا کروں یہاں ایک بلا نازل ہوئی ہے
پہلے نام اس شہر کا عدل آباد تھا اب اس کمبخت کی لڑکی کے ظلم سے بیداد نگر مشہور ہے۔ ایک
مدت سے یہاں مسافر مارے جاتے ہیں اور ان کا خون میری گردن پر ہوتا ہے۔ حاتم نے کہا کہ پھر تو

اس کو مار کیوں نہیں ڈالتا وہ بولا کہ آج تک کتنے ہی اپنے لڑکے بدلے مارے ہیں جو میں اپنی لڑکی
کو مار ڈالوں یہ سن کر حاتم آبدیدہ ہوا اور کہنے لگا تو ناچار ہے تیرا کچھ بس نہیں خدائے کریم کارساز
ہے اس بوجھ کو تیری گردن سے دور کرے گا پھر دربانی حاتم کو محفل میں لے گئے اور لڑکی کو آراستہ
کر کے اس کے پاس بٹھا دیا حاتم نے اسے دیکھتے ہی اپنے دل میں کہا کہ اس پریزاد کے برابر اس
جہان میں کوئی خوبصورت نہیں اور اس کا بھی پردۂ حجاب اٹھ گیا اور حاتم کی تعظیم کی ملکا اس کے
حسن خداداد پر عاشق ہو گئی اور ایک تخت مرصع پر بٹھا کر آپ کرسی زریں پر بیٹھی اور دائی کو بلوا کر
کہنے لگی کہ اے مادر مہربان آج میں اس مسافر پہ عاشق ہوئی ہوں اور یہ بھی بزرگ زادہ معلوم
ہوتا ہے حیف ہے کہ صبح کو یہ بھی سولی دیا جائے گا دائی نے کہا کہ اے جان مادر تیرے نصیب
نہایت بد معلوم ہوتے ہیں اتنے میں حاتم نے کہا بھلا میں بھی سنوں وہ کون سا کام ہے کہ جس کے
واسطے اتنے مسافر مارے گئے دائی نے کہا اے جوان خوش رہ جب رات ہوتی ہے تب یہ لڑکی
دیوانی ہو جاتی ہے اور باتیں لایعنی بکتی ہے اور سوال کرتی ہے جو مسافر جواب نہیں دے سکتا اس کو
یہ آپ مار ڈالتی ہے یا سولی دلواتی ہے اس وقت میں اس کے پاس نہیں ہوتی ہے غرض اس کی یہی
عادت ہوتی ہے حاتم نے اپنے جی میں کہا کہ دیکھئے اب مجھ یہاں موت لائی ہے یا حیات اتنے میں
دائی باورچی خانے میں گئی اور کھانا لا کر کہنے لگی کہ اے مسافر کچھ کھا اس نے کہا کہ کھانا جب ہی
کھاؤں گا کہ اس کا کام اتمام کو پہونچا دوں دائی نے کہا اے جوان معلوم ہوا کہ اس کے کام کا
سرانجام تجھ سے ہو کیونکہ تو حق نمک سمجھتا ہے اتنے میں رات ہوئی اور ہر ایک دد دائی ماما چھوچھو لونڈی
غلام نوکر چاکر محل سے باہر آ گئے اور دروازے کو بخوبی بند کر دیا پہر رات کے بعد وہ لڑکی دیوانوں کی
طرح کودنے لگی اور سخن بیہودہ زبان پر لائی پھر حاتم کی طرف متوجہ ہوئی اور کہنے لگی کہ اے
جوان تجھ کو اپنی جان کا خطرہ نہ تھا جو نامحرم ہو کر یہاں تک چلا آیا خیر اگر آیا ہے تو اب ہمارے
سوالوں کا جواب دے حاتم نے کہا کہ کیا سوال رکھتی ہے اس نے کہا کہ پہلا سوال میرا یہ ہے
کہ وہ قطرہ کون سا ہے جو جاندار پیدا ہوتا ہے حاتم نے تامل کے بعد جواب دیا کہ وہ قطرہ
دریائے اسرار انسان ہے یعنی نطفہ کو جاندار پیدا ہوتا ہے پھر حاتم نے کہا دوسرا سوال کہہ اس نے کہا
وہ کون سا میوہ ہے جو سب میووں سے زیادہ میٹھا ہے حاتم نے کہا وہ فرزند ہے کہ سب میووں سے
زیادہ شیریں تر ہے پھر اس نے تیسرا سوال پوچھا وہ بولی کیا چیز ہے جو ہر کسی کو کھا لیتی ہے
حاتم نے کہا اے بی بی وہ موت ہے کہ کسی کو نہیں چھوڑتی۔ اس سخن کو سن کر اس لڑکی نے
آنکھیں نیچی کر لیں۔ اور کانپنے لگیں آخر کرسی سے خاک پر گر پڑی اور بے ہوش ہو گئی کہ اتنے
میں ایک کالا سانپ نہایت ہیبت ناک وہاں نظر آیا اور حاتم کی طرف لپکا وہ کہنے لگا کہ

اگر اس کو مارتا ہوں ایذاد ہندہ ٹھہرتا ہوں اور اگر مارتا نہیں تو یہ مجھ کو نہیں چھوڑتا جلد بہ
وہ مہرہ جو ریچھ کی بیٹی نے دیا تھا جھٹ پگڑی سے نکال کر اپنے مُنہ میں رکھ لیا اور اس سانپ کو
ہاتھ سے پکڑ کر ایک ہانڈی میں بند کر کے خنجر کمر سے نکال کر انگنائی میں قد آدم گڑھا کھود کر گاڑ دیا
اور آپ تخت پر بیٹھ گیا پچھلے پہر کو لڑکی ہوش میں آئی اور اپنے مُنہ پر نقاب ڈال کر کہنے لگی کہ اے
نامحرم تو کون ہے اور اس تخت پر کیوں بیٹھا ہے حاتم نے کہا کہ اے نادان تو اتنے عرصہ میں مجھکو
بھول گئی میں وہی ہوں کہ کل تیرے باپ کے لوگ مجھے ہاتھوں ہاتھ یہاں لائے تھے
اس بات کو سنتے ہی اس نے اپنی دائی کو اور خوبصورت خواصوں کو پکارا اور کہا کہ کیا سبب ہے
کہ یہ مسافر آج جیتا بچا دائی نے کہا کہ خدا کریم ہے اس نے اس کو اپنی حفاظت میں رکھا یارے تم
اپنا حال کہو کہ اب کیسی ہو اس نے کہا کہ کچھ آج مجھے اپنا بدن ہلکا معلوم ہوتا ہے نہیں تو ہمیشہ
بھاری رہتا ہے پھر دائی نے حاتم سے پوچھا کہ اے جوان تو نے یہاں کیا دیکھا ہے اور تو کیونکر بچا
حاتم نے کہا کہ میں تجھے اس بات سے ہرگز آگاہ نہ کروں گا مگر اس کے باپ سے کہوں گا اتنے
میں نور کا تڑکا ہوا اور صبح کا تارا چمکا کہ بادشاہ آیا اور حاتم سے پوچھنے لگا کہ اے مسافر تو
کیونکر بچا حاتم نے کہا کہ جب پہر رات گئی تب آپکی لڑکی دیوانی ہوئی اور کلمے واہی تباہی بکنے
لگی اور منہ سے کف نکالتی ہوئی میری طرف دوڑی اور کہنے لگی کہ اے نامحرم تو نے اتنا مقدور
کہاں سے پیدا کیا جیسے دھڑک میری حویلی میں آیا ہے خیر اگر اب آیا ہے تو میرے سوال کے جواب دے
آخر کار اس نے مجھ سے تین سوال کئے میں نے خدا کے فضل سے ان تینوں کے جواب بخوبی دئے
اس بات کے سنتے ہی وہ تھرتھرائی اور کرسی سے گر کر بے ہوش ہو گئی پھر ایک سانپ اس کے
پہلو سے نکل کر مجھ پر لپکا میں نے اس کو پکڑ کر اسی انگنائی میں گاڑ دیا ہے باور نہ ہو تو دیکھ لو
پھر وہ لڑکی ہوش میں آگئی اور حجاب کرنے لگی بادشاہ نے پوچھا اے جوانمرد یہ کیا اسرار تھا
حاتم بولا کہ ایک جن اس لڑکی پر عاشق تھا کہ سانپ بن کر ہر ایک مسافر کو مار ڈالتا تھا
بارے خدا کے فضل سے یہ بلائے عظیم تمہارے سر سے ٹلی بادشاہ نہایت خوش ہوا اور
کہنے لگا کہ اے شخص یہ لڑکی میں نے تجھی کو دی اور یہی میرا قول تھا لازم تھا کہ تو بھی قبول کرے
حاتم نے کہا کہ ایک شرط سے میں جہاں چاہوں اس کو لے جاؤں کوئی میرا مزاحم نہ ہو گا۔
اس نے کہا بہت اچھا تو اس بات میں مختار ہے جدھر چاہے ادھر لے جا حاتم نے بھی اس
سخن کو مانا پھر اسی گھڑی اس کے باپ نے اپنے گھرانے کے رسوم کے مطابق اس کا نکاح
بندھوا کر حاتم کے سپرد کر دیا حاتم نے تین مہینے تک وہاں ہر ایک رات اس کے ساتھ عیش و عشرت
میں گزاری جب اس عورت کو پیٹ رہا تب حاتم نے اس سے کہا کہ اب تو مجھ کو رخصت دے

اور ایک بات میری سُن کہ میں یمن کا رہنے والا ہوں یہ نطفہ طے کے نطفے سے ہے اگر لڑکا ہو
اور شوق یمن کے جانے کا کرے تو تو اس پتہ سے یمن بھجوا دینا اور اگر لڑکی ہو تو کسی مرد نیک
سیرت فرشتہ خصلت سے منسوب کر دینا اگر میں جیتا رہوں گا تو ایک بار تیرے پاس مقرر
آؤں گا اور بخوبی خبر لوں گا اس طرح کی دو تین باتیں کر کے وہ اس سے رخصت ہوا تھوڑے
دنوں بعد شہر چین میں جا پہونچا اور وہاں کے رہنے والوں سے پوچھنے لگا کہ اس شہر میں
سوداگروں کا محلہ کہاں ہے غرض پوچھتے پوچھتے وہاں جا پہونچا اور کہنے لگا اس محلے
میں یوسف سوداگر کی حویلی کونسی ہے اور اس کی آل اولاد میں سے بھی کوئی ہے
لوگ دوڑے اور اس کے بیٹوں کو خبر کی کہ ایک مسافر کہیں سے آیا ہے اور تم کو
بلاتا ہے وہ اس بات کو سن کر دوڑے ہوئے حاتم کے پاس آئے اس نے کہا کہ اے
لڑکو مجھے تمہارے باپ نے بھیجا ہے اور ایک پیغام دیا ہے اس بات کو سنتے ہی سب
لوگ ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ اے مسافر معلوم ہوا کہ تو دیوانہ ہے جو یہ واہیات بکتا ہے
اس کو تو ایک مدت ہوئی کہ مر گیا اور ہم اس کا سیاپا کرتے ہیں کہ اس نے تیرے ہاتھ
پیغام کیونکر بھیجا حاتم نے کہا کہ اے یارو کیا میں جانتا ہوں کہ یوسف سوداگر کی
حویلی کہ شہر چین میں سوداگروں کے محلے میں ہے اور اس کے سوا اس نے ایک پتہ اور
بھی دیا ہے کہ تم اپنے گوش دل سے سنو تو وہ بھی کہوں اس نے کہا بہت بہتر ہے
حاتم نے کہا کہ فلانے حجرے میں جو اس کے سونے کی جگہ خاص ہے اس کے پاس
فلانے درخت کے نیچے بہت سا مال و جواہر گڑا ہے لیکن اسے کوئی نہیں جانتا اس
جگہ کو کھودو اور جس قدر زر و جواہر اس میں سے نکلے اس کے چار حصے کر دو اگر ایک حصہ خود لو
اور تین حصہ خدا کی راہ میں خرچ کر دو یہ کہکر پھر اس نے جو ماجرا واقعی دیکھا تھا وہ سب
ان کے سامنے ابتدا سے انتہا تک بخوبی ظاہر کیا کہ میں اس سبب سے فلانے جنگل
میں گیا تھا وہاں یہ تماشہ دیکھا نہیں تو کیا کام تھا میرا جو میں ادھر جاتا اور ادھر
قاصد بن کر آتا تب انھوں نے کہا کہ یہ حرکت بادشاہ کے خبر کیے بغیر کیونکر کریں
آخر کار وہ سب اس کو بادشاہ کے پاس لے گئے بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ اے شخص
تو نے کیا دیکھا ہے کہ اس نے کہا جہاں پناہ میں نے یوسف سوداگر کو اس طرح دیکھا ہے
اور یہ پیغام اس نے میرے ہاتھ بھیجا ہے اس بات کو سن کر وہ بھی ہنسا اور کہنے لگا
کہ کیا کوئی تیرے شہر میں نقصہ لینے کو حمام نہیں ملا جو یہاں آیا تو تو اچھا خاصہ دیوانہ ہے
جا اپنی قصہ لے کیونکہ ایسے مرے ہوئے سو برس ہوئے پھر تجھ سے ملاقات کیونکر

ہوئی اے بیوقوف کہیں مردے بھی کسی سے ملاقات کرتے ہیں جو اس نے تجھ سے
کی اور حقیقت یہ کہلا بھیجی ارے کوئی اس دیوانے کو شہر بدر کر دے حاتم نے عرض
کی کہ اے بادشاہ عادل زماں واے دستگیر درماندگاں یہ سرّ الٰہی ہے جاننے
والے اس کو سمجھ سکتے ہیں کیا تم اتنا نہیں جانتے کہ شہید ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ اور
یوسف ایک مرد بخیل تھا اور اسی خسّت کے سبب سے ایک رنج و مصیبت میں مبتلا ہوا
اس بات کو میری مانو کہ وہ غریب عذاب سے چھوٹے ثواب میں داخل ہوا اگر میں
دیوانہ ہوں تو اس حجرے کی خبر کیونکر رکھتا ہوں بادشاہ متعجب ہوا اور حاتم کو
ساتھ لے کر یوسف سوداگر کی حویلی میں آیا پھر اس حجرے کو کھدوایا بے شمار مال
نکلا تب بادشاہ نے اس کے چار حصے کیے ایک حصہ اس کے لڑکے کے حوالے
کیا اور تین حصے حاتم کو دے کر کہا اے عزیز تو مرد بادیانت ہے اس خزانے کو اپنے
ہاتھ میں لیکر راہ خدا میں خرچ کر حاتم نے تھوڑے دنوں میں اس خزانہ کو خرچ کر ڈالا
بھوکوں کو کھانا کھلایا ننگوں کو کپڑا پہنایا محتاجوں کو اتنے روپیے دئیے کہ وہ مالا مال ہوگئے
پھر بادشاہ سے رخصت ہو کر شہر عدل آباد میں آیا اپنے قبیلے سے ملا اور لڑکا جو پیدا
ہوا تھا اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوا سالم نام رکھا کہ ان کے قبیلے کا نام تھا کئی دن کے
بعد شہید دل کے قبرستان میں پہنچا تین روز وہاں رہا شب جمعہ کو وہ شہید سب کے
سب بدستور اپنی اپنی قبر سے نکلے اور فرش تکلف بچھا کر بیٹھے وقت معین پر اسی
طرح سے ان کے آگے چنے گئے کھانے پھر ان کے پیچھے اس سوداگر کے آگے بھی ویسا
ہی کھانا رکھا گیا اس کے بعد حاتم سے ملاقات کی اور اس سوداگر سے حال پوچھا وہ کہنے
لگا اے جوانمرد مرحبا جزاک اللہ فی الدارین خیرا اس تیری ہمت کا ثمرہ حق تعالٰی نے
تجھے دے سچ تو یہ ہے کہ ایک جوانمرد راست گو تو ہی نظر آیا اور تیرے باعث سے
یہ مرتبہ مجھ کو ملا جو اس بلا سے نکلا اور ان کے سامنے فریاد کرنے سے باز رہا کھانا پانی
انکے برابر مجھے پہنچتا ہے لیکن مسند اور پوشاکیں ان کی مکلف ہیں کیونکہ انھوں نے
اپنے ہاتھ سے جیتے جی خیرات کی ہے اور میں نے مرنے کے بعد پائی اٹھا کر تب
بھی خدا کے فضل سے بہت آسودہ ہوں خدا تجھ کو جزائے خیر دے صبح کو حاتم وہاں
سے رخصت ہوا اور جنگل میں جا پہونچا وہاں ایک عورت پیرزال فقیروں کی طرح
بیٹھی ہوئی بھیک مانگتی تھی حاتم نے اپنے ہاتھ سے الماس کی انگوٹھی اتار کر
اس کے حوالے کی اور آپ منزل مقصود کی راہ لی اتنے میں اس بڑھیا نے پکار کر

کہا کہ آگے دکھن پچھم پردیسی کا راہ بانٹ میں خدا حافظ ہے اس واسطے سات جوان مسلح تلواریں لگائے
جنگل کے داہنے بائیں سے نکل آئے اور حاتم سے ملاقات کر کے ساتھ ہو گئے چنانچہ ساتوں چور اسی چڑیل
کے اپنے تھے اس نے اس جڑاؤ انگوٹھی کو دیکھکر یہ خبر ان کو دی تھی کہ سونے کی چڑیا جاتی ہے غرض وہ
احمد کے ساتھ ہو لئے اور ادھر ادھر کی گپ شپ ہانکتے چلے اور کہنے لگے کہ اے جوانمرد ہم چاہتے ہیں
کہ تیرے طفیل سے کسی شہر میں پہنچیں اور وہاں کے بادشاہ کی نوکری کریں حاتم نے کہا بہت اچھا
چلے چلو جب حاتم ان کے دام میں آ گیا انھوں نے اس کے پیچھے سے کمند اس کے گلے میں ڈال دی
اور ہاتھ باندھکر دو تین خنجر مارے پھر کنوئیں میں گرا دیا اور جو مال و متاع تھا لے لیا مگر وہی ایک گدڑی
کہ جس میں وہ مہرہ بندھا تھا وہی لپٹی لپٹائی رہ گئی وہ کئی روز تک کنوئیں میں زخمی پڑا رہا دو تین روز
تک کنوئیں میں رہنے کے بعد جب ہوش آیا تب اس مہرہ کو اپنی گدڑی سے کھولا اور ایک کونے میں زمین
خشک پر بیٹھکر کسی پتھر کے ٹکڑے پر اس کو اپنے تھوک سے رگڑکر ان زخموں پر لگا دیا اسی گھڑی
زخم بھر آئے اور درد جاتا رہا پھر اپنے جی میں کہا کہ افسوس ان نامرادوں نے دغا دی اگر خدا کی راہ
میں مجھ سے مانگتے تو سب کا سب بخوشی ان کے حوالے کر دیتا اور اگر اب بھی ملیں تو اتنا کچھ دوں
کہ تمام عمر محفوظ رہیں بلکہ جب تک جئیں کبھی محتاج نہوں یہ اسی سوچ میں تھا کہ آنکھ لگ گئی خواب
میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص کھڑا آواز بلند یہ کہتا ہے کہ اے حاتم غم نہ کھا کیونکہ خدا کریم و رحیم ہے
جو تجھے یہاں پہونچایا ہے تو یہ بھی اس کی حکمت سے خالی نہیں تو نہیں جانتا یہاں ایک گنج عظیم گڑا ہے
حق تعالے نے یہ مال تیرے ہی واسطے چھپا رکھا ہے اب اٹھ اور لے اس نے کہا اے بزرگوار میں تن تنہا
کیونکر لوں اور کہاں لیجاؤں وہ بولا کہ کل دو شخص اس کنوئیں پر آئیں گے اور تجھے اس اندھے کنوئیں سے
نکالیں گے چاہئیے کہ ان کو متفق کر کے اس مال کو نکالے حاتم خوش ہوا اور درگاہ الٰہی میں سر جھکا کر
سجدہ شکر بجا لایا اتنے میں پو پھٹی اور نور کا تڑکا ہوا ایکدم کے بعد دو شخص اس کے پاس کنوئیں پر آئے اور
پکار کر کہنے لگا اے حاتم اگر جیتا ہے تو جواب دے اس نے کہا کہ اب تک تو خدا کے فضل سے جیتا ہوں . تب
انھوں نے اپنے ہاتھ بڑھا کر کنوئیں میں ڈالے اور کہا کہ حاتم ہمارے ہاتھ پکڑ کے چڑھ آؤ حاتم ان کی دستگیری
سے باہر آیا اور ان سے ملاقات کر کے کہنے لگا کہ یہاں تک ایسا گنج عظیم گڑا ہے اگر تم نکالو تو ہاتھ
آئے انھوں نے کہا تم یہاں ٹھہرو ہم ابھی نکال لیتے ہیں یہ کہکر ایک اندر گیا اور دوسرا اوپر کھڑا رہا
وہ مال نکال نکال کر باہر پھینکتا تھا اور یہ اکٹھا کرتا جاتا تھا غرض کہ ایکدم میں وہ سب کا سب
نکال کر انھوں نے حاتم کے حوالے کیا اور آپ رخصت ہو کر کسی طرف کا رستہ لیا حاتم اس مال
کے تودے کو دیکھکر جی میں کہتا تھا کہ اس وقت وہ چور میرے پاس ہوتے تو یہ سب مال و متاع میں
ان کو بخشدیتا کہ وہ محتاج نہ رہتے اور بندگان خدا کو ایذا نہ دیتے حاصل کلام انھوں نے ایک جوڑا

کپڑے کا اچھا سا اس تھیلے سے پہنا اور تھوڑا سا زر و جواہر اپنی جیب میں ڈال کر ان چوروں کی تلاش میں روانہ ہوا اور دعائیں مانگتا تھا کہ الٰہی اس بڑھیا کو پھر مجھ سے ملا تھوڑی ہی دور پہونچا ہوگا کہ دیکھتا کیا ہے وہ بڑھیا پریشاں سر راہ بحال تباہ فقیروں کی سی صورت بنائے بیٹھی سوال کر رہی ہے کہ جا تیولے بابا کچھ خبر لیتا جا اس کو دیکھتے ہی وہ دوڑا اور خوش ہو کر مثل گل کھل گیا اور مٹھی بھر کر روپے اشرفیاں جیب سے نکال کر اس کو دیئے اور اپنا قدم آگے رکھا اس نے وہ روپے لیئے اور پھر اسی صورت بلند آواز سے کہا کہ اگلے وقتوں ہی کا راہ باٹ میں خدا نگہبان اور اس آواز کو سن کر وہی ساتوں پھانسی گر کسے کسائے ادھر ادھر سے نکلے اور اس سے ملاقات کر کے کہنے لگے کہ اے جوان تو کہاں جاتا ہے اس نے ان کو پہچان کر کہا کہ اے عزیزو میں تم سے ایک عرض رکھتا ہوں اگر قبول کرو تو کہوں انھوں نے کہا کیا کہتے ہو فرماؤ حاتم نے کہا اگر تم سب توبہ کرو اور مردم آزاری سے ہاتھ اٹھاؤ تو میں اس قدر زر و جواہر تم کو دوں کہ وہ تمہاری سات پیڑھی تک کام آوے انھوں نے کہا ہم تو پیٹ ہی کے واسطے اپنے اوپر عذاب لیتے ہیں اور لوگوں کو اذیت دیتے ہیں اگر اتنا مال اسباب پاویں تو پھر کیا دیوانے ہیں جو ایسی حرکت کریں بلکہ آج ہی کی تاریخ سے عہد کرتے ہیں کہ جس کام سے خدا راضی نہ ہو سو تمام عمر نہ کریں حاتم نے کہا تم خدا کی طرف متوجہ ہو کے قول و قسم کھاؤ تو میرا ذمہ ہے تمہیں اتنا گنج دمال دوں کہ نہال ہو جاؤ یہ بات سن کر انھوں نے عرض کی کہ پہلے ہمیں دکھاؤ تو ہم توبہ کریں حاتم نے ان کا ہاتھ پکڑ کے اس کنوئیں میں لے گیا اور اس زر بے شمار کو دکھا کر کہنے لگا کہ اب اسے لو اور اپنے وعدے کو وفا کرو وہ اس کو دیکھتے ہی نہایت خوش ہوئے اور ہاتھ باندھ کر یہ کہنے لگے کہ اب جو کہو سو کریں۔ حاتم نے کہا تم سب اس طرح سے قسم کھاؤ کہ خدا دانا و بینا ہے اور ہر ایک کا احوال جانتا ہے اگر ہم آج سے کسی کا مال چرائیں یا کسی بیچارے پردیسی کو ستائیں تو خدا کے غضب میں گرفتار رہیں انھوں نے اس طور سے قسم کھائی اور چوری سے توبہ کی حاتم نے زر و جواہر سب کا سب ان کو بخشا اور راہ راست دکھا کر جنگل کا رستہ لیا ایک کتا زبان نکالے سامنے سے دکھائی دیا اس نے معلوم کیا کہ شاید اس صحرا میں کوئی کارواں اترا ہے اور یہ کتا اس قافلے کا ہے جب اس کے پاس آیا تب حاتم نے اس کو اپنی گود میں اٹھا لیا اور اس کے واسطے پانی ادھر ادھر ڈھونڈھنے لگا اور جی میں کہتا تھا کہ اس جنگل میں کوئی چشمہ ملے تو میں اس سے اس پیاسے کو خوب سا پانی پلا دوں اتنے میں ایک گاؤں دکھائی دیا حاتم نے اس کی طرف رخ کیا وہاں کے لوگ گیہوں کی روٹیاں اور میٹھا مسافروں کو دیتے تھے حاتم کے آگے بھی لے آئے اس نے وہ چھاچھ اور روٹیاں لے کر کتے کے آگے رکھ دیں کتے نے پیٹ بھر کر کھایا مگر حاتم اس کی طرف دیکھ کر کہتا تھا کہ کیا خوب کتا ہے اور وہ اس کے سامنے بیٹھا ہوا شکر خدا کر رہا تھا اتنے میں حاتم شفقت سے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرنے لگا اور دل میں

کو یاد کرکے یوں کہنے لگا کہ یہ تیری ہی قدرت ہے کہ اٹھارہ ہزار عالم کو تو نے پیدا کیا اور ایک کی
صورت کو دوسرے کی شکل سے ملنے نہ دیا اتنے میں ایک سخت سی چیز تخم کے مانند اس کے ہاتھ میں
آئی جب خوب سا غور کرکے دیکھا تو ایک میخ آہنی سی نظر آئی فوراً وہ میخ اس کے سر سے نکال لی وہ کتا ایک
جوان خوش رو کی صورت بن گیا حاتم متعجب ہو کر کہنے لگا کہ اے بندۂ خدا یہ کیا بھید ہے اور تو
کون ہے کہ پہلے تیری صورت حیوان کی تھی اور اس میخ کے نکلتے ہی تو انسان ہو گیا اس نے دیکھا کہ اس
شخص نے مجھ پر احسان کیا ہے اس سے اپنا احوال نہ چھپانا چاہیئے اس بات کو سوچ کر اس کے پاؤں پر گر پڑا
اور کہنے لگا اے مرد بزرگ میں بنی آدم ہوں تیری دست گیری سے اپنی صورت پر آیا حاتم نے کہا یہ
کیا سبب تھا کہ تیری صورت کتے کی بن گئی تھی جوان نے کہا کہ میں ایک سوداگر کا بیٹا ہوں میرا
باپ بہت سا مال اسباب لیکر چین میں گیا تھا وہ مال و اسباب لیکر چین میں گیا تھا وہ مال اس نے
وہاں بیچا اور وہاں سے کچھ مول لیکر ختا میں آیا اور اس کے فروخت سے بہت سا نفع حاصل کیا اور مجھکو
بڑی دھوم سے بیاہ دیا کئی روز جیا پھر شربت اجل پیکر مر گیا مال و اسباب زر و جواہر میرے ہاتھ لگا میں
ایک مدت تک اسکو بیچ بیچ کر عیش و عشرت کرتا رہا جب وہ کم ہوا میں نے پرآبات میں ختا کا مال خرید کر کے
شہر چین میں گیا اور خرید و فروخت کر کے پھر اپنے شہر کو روانہ ہوا جب گھر میں آیا وہ عورت میرا
جو باپ نے بیاہ دی تھی پیچھے ایک غلام حبشی سے الجھی تھی اور یہ میخ لوہے کی جادوگر دل سے پڑھوا کر
اپنے پاس رکھ چھوڑی تھی جب میں گھر میں پہونچا اور ایک دن غافل سو گیا اس نے فرصت پا کر یہ میخ
میرے سر میں ٹھونک دی میں اس کے لگتے ہی کتا ہو گیا اس نے اسی گھڑی دھکا دیکر نکال دیا میں کالی
ٹھیکرا کر بازار میں آیا وہاں کے کتے اجنبی جان کر بھونکنے لگے اور کتنے ہی دوڑے اور ان کی دہشت سے
آج تیسرا دن ہے کہ میں شہر چھوڑ کر اس جنگل میں بھوکا پیاسا پڑا پھرتا تھا آنکھ لگ گیا کہو لیا یار ہے آج خدا
اپنے فضل و کرم سے تجھے اس مکان پر بھیجا جو تو نے کھانا کھلایا پانی پلایا آدمی بنایا حاتم یہ سنکر بہت خوش
ہوا اور کہنے لگا اے عزیز تیرا گھر کس شہر میں ہے اس نے کہا کہ اس جنگل سے تین روز کی راہ ہے اور اس
شہر کو سورت کہتے ہیں حاتم نے کہا کہ اس شہر میں تو حارث سوداگر بھی رہتا ہے اور اس کی بیٹی سات سوال رکھتی
ہے اس لڑکی نے مجھے اس بات کی خبر کو بھیجا تھا کہ میں نے وہ کام نہ کیا جو آج کی رات میرے کام آیا ہے
کہا صاحب یہ بات سچ ہے اور میں اسی شہر کا رہنے والا ہوں پھر حاتم نے کہا کہ اے بندۂ خدا تو اس میخ کو اپنے
پاس رہنے دے اگر تیرا کیا چاہے گا تو فرصت پا کر
صبح کی باتیں کرتے ہوئے وہ دونوں وہاں سے
اور وہ جوان حاتم کو اپنے ساتھ لے کر گھر آیا ڈیوڑھی پر
پاؤں پر گر پڑے اور بی بی اس حبشی سے لپٹی سوتی تھی اس حاتم

نکالی اس غلام کی گردن کاٹ ڈالی پھر وہ میخ بی بی کے سر میں ٹھونکی وہ فوراً کتیا ہو گئی تب وہ اسے
رسی سے باندھ کر باہر نکل آیا اور حاتم کو ہاتھ پکڑ کے اندر لے گیا اور ایک مسند عالی پر بٹھا کر اس کتیا کو
بٹھا دیا اور کہا یہ وہی عورت بدکارہ ہے جس نے مجھے آدمی سے کتا بنا دیا تھا اور یہ وہ حبشی غلام نمک حرام
ہے جو اس کے سگ میں داخل ہوا تھا یہ دیکھ کر حاتم متعجب ہوا اور کہنے لگا اے عزیز تو نے اسکو کیوں مار ڈالا
وہ بولا یہی اسکی سزا تھی جو اس کے آگے آئی اس دہشت سے اب کوئی ایسا کام نہ کریگا یہ بات سن کر اس نے
اس کو اپنے صحن خانہ میں گاڑ دیا اور ہر ایک لونڈی غلام کو انعام دیکر سرفراز کیا اور تمام رات حاتم کو
مہمان رکھ کر خوب سی ضیافتیں کھلائیں اور تا صبح آپ عیش و عشرت میں مشغول رہا جب روز روشن ہوا
تب حاتم اس سے رخصت ہو کر کاروانسرا میں آیا اور اس سوداگر بچے سے ملاقات کر کے پوچھنے لگا کہ کیا کرتے
ہو کچھ خوش تو ہو اس نے کہا بندہ پرور آپ کی جان اور مال کو دعا کرتا ہوں اب مدت سے وہ آواز
نہیں آتی اسواسطے حارث کی لڑکی تیرے آنے کی امیدوار ہے حاتم نے کہا کچھ اندیشہ نہیں خدا کے
فضل سے میں اسکی خبر لے آیا ہوں یہ کہکر وہ حارث کی بیٹی کے دروازے پر گیا خبرداروں نے جا کر
خبر پہنچائی وہ دالان کے دروں پر پردے ڈالکر اندر ہو بیٹھی لوگوں سے کہا اس کو بلوا لو وہ بلا لائے
جب حاتم پردے کے قریب آیا اس نے اس کو ایک کرسی پر بٹھا سوال کا احوال پوچھا حاتم نے ابتدا سے
انتہا تک جو دیکھا تھا سو بخوبی بیان کیا اس نے کہا کہ اے جوان سچ کہتا ہے کہ اب وہ آواز نہیں
آتی ہے اب جلد ماہرو پری شاہ کا مہرہ لا فوراً حاتم اس سے رخصت ہو کر اس سوداگر بچے کے
پاس آیا اور کہنے لگا کہ تو خاطر جمع رکھ اب میں ماہرو پری شاہ کا مہرہ لینے جاتا ہوں یہ اگر تیسرا
سوال پورا کرتا ہوں تو تیری معشوقہ سے تجھے ملا دیتا ہوں یہ کہکر وہ اس سے رخصت ہوا اور
چند روز کے بعد ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر فکر کرنے لگا کہ اب بہتر یہی ہے کہ دیووں کے بادشاہ سے ملئے
اور پری شاہ کا مکان پوچھیے وہ مقرر وہاں کا پتہ دیگا۔ یہ بات دل میں ٹھہرا کر اسی غار میں
اترا کہ جس میں پہلے گیا تھا تھوڑے دنوں کے بعد وہی جنگل نظر آیا اس کو طے کر کے اس گاؤں
میں پہنچا وہاں کے لوگ ہر طرف سے نکل آئے اور حاتم کو پہچان کر بستی میں لے گئے مسند پر بعزت
تمام بٹھایا اور مہمانی کی۔ حاصل یہ کہ ہر شخص اپنے گاؤں میں لیجا کر مہمان کرتا تھا اور دوسرے
گاؤں میں پہنچا دیتا تھا آخر کار فرقوش بادشاہ کے محل مبارک تک پہنچا اس نے استقبال
کیا اور ایک مسند عالی پر بتوقیر تمام بٹھایا اور بہت خوشی کی پھر پوچھا کہ اب آپ کے آنے کا سبب
کیا ہے حاتم نے کہا کہ ماہرو پری شاہ کے ہاتھ میں جو شاہ مہرہ ہے اب فدوی اس کے لینے
کو آیا ہے اس نے کہا کہ اے جوان وہ مہرہ اس کے ہاتھ سے لینے کی کس کو طاقت ہے دیو بھی
مجال نہیں کہ وہاں جائیں اور سلامت پھر آئیں تو بیچارہ کس شمار میں ہے حاتم نے کہا کچھ اندیشہ

نہیں جس نے تجھ کو یہاں تک پہونچایا ہے وہی وہاں بھی پہونچا دے گا میں تم سے ایک شخص بطور رہبری کے چاہتا ہوں فرد قاش نے کہا کہ اے شخص اس بات سے باز آ یہ اچھا نہیں جو تو کرتا ہے وہ بولا کہ یہ مجھ سے کب ہو سکتا ہے کیونکہ عہد شکنی میرا کام نہیں اس جواب کو سن کر فرد قاش دم بخود ہو گیا حاتم تین روز تک وہیں رہا چوتھے روز کہنے لگا کہ اب میں رہ نہیں سکتا کہیں ایسا نہیں کہ وہ عاشق تیمم جان میرا انتظار کھینچ کر مر جائے اور اس کا خون میری گردن پر ہو قطع نظر اس کے اگر میں یہاں عیش و عشرت میں رہوں تو خدا کو کیا جواب دوں فرد قاش نے کئی دیو حاتم کے ساتھ کر دئے کہ تم کو ماہر وپری شاہ کی سرحد میں پہونچا دیں گے اور اس کے آنے تک وہیں بیٹھے رہیں گے حاتم ان کو اپنے ساتھ لیکر وہاں سے روانہ ہوا اور ایک مہینے کے عرصہ میں ماہر وپری شاہ کی سرحد میں جا پہونچا انھوں نے عرض کی کہ اس پہاڑ سے اس کا عمل شروع ہے اب ہماری طاقت نہیں جو قدم آگے بڑھائیں کیونکہ جو اس کی قلمرو میں جاتا ہے وہ اس کو جیتا نہیں چھوڑتا غرض وہ وہیں رہے اور حاتم ان سے رخصت ہو کر اس کے عمل میں داخل ہوا چند روز کے بعد ایک پہاڑ آسمان سے باتیں کرتا ہوا دکھلائی دیا اور درخت بھی اس پر اچھے اچھے میوہ دار پھلے پھولے بے شمار نظر آئے وہ اس کی طرف چلا جب قریب گیا تب ہر ایک طرف سے پریزادوں نے آ کر گھیر لیا اور کہا کہ یہ آدمی ہے اس کو نہ چھوڑنا چاہئے کیونکہ یہ پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ رکھتا ہے اتنے میں اور بھی پریزاد پہاڑ پر سے اترے اس کا ہاتھ پکڑ کے لے گئے اور طوق و زنجیر پہنا کر پوچھنے لگے کہ تو کون ہے اور یہاں کس لئے آیا ہے اور وہ کون ہے جو تجھے یہاں لایا ہے سچ بتا حاتم نے کہا یہاں مجھ کو خدا لایا ہے اور میں شہر سورت سے آیا ہوں اس بات کے سنتے ہی انھوں نے کہا معلوم ہوا تو ماہر وپری شاہ کا مہرا لینے آیا ہے کیوں سچ ہے یا نہیں تب وہ اپنے جی میں سوچنے لگا کہ اگر تو سچ کہتا ہے تو جیتا نہ چھوڑیں گے اور اگر چھپاتا ہوں تو جھوٹا ٹھہرتا ہوں اس سے یہ بہتر ہے کہ چپکا ہو رہوں یہ سمجھ کر گونگا ہو گیا کچھ جواب نہ دیا تب پریزادوں نے آپس میں مشورت کی اس کو آگ میں ڈالا چاہئے انھوں نے ہزاروں من لکڑیاں جمع کر کے آگ بھڑکائی جب اس کی لو آسمان تک پہونچی حاتم کو اٹھا کر اس آگ میں ڈال دیا حاتم تین روز تک اس آگ میں رہا اور جب وہ چلے گئے اس کے بعد نکلا تو ایک تار بھی اس کے جامے کا نہ جلا تھا وہاں سے ایک طرف کو روانہ ہوا تھوڑی دور گیا ہوگا کہ پریزاد ہر طرف سے دوڑے اور پوچھنے لگے اجی ان تیری ہی صورت کا ایک شخص دو چار ہی دن کا ذکر ہے کہ آیا تھا اس کو ہم نے آگ میں ڈال دیا اب تو آ گیا ہے کیا وہی ہے یا دوسرا اور پیدا ہوا ہے سچ کہہ حاتم نے کہا کہ اے احمقو جو آتش کدے میں پڑے وہ کیونکر جیتا بچے پھر اس کو انھوں نے ایک بڑے بھاری پتھر کے تلے تین روز تک داب رکھا چوتھے روز اس سے نکال کر

اس زور سے ٹانگ پھرا کر پھینکا کہ وہ وہاں سے اٹھارہ کوس میدان بیلے شور تھا اس میں جا پڑا اور
گھڑیال اس کو نگل گیا اس صدمے سے وہ عالم بیہوشی میں تھا کچھ نہ سمجھا کہ ایک دم میں کہاں آ گیا جب
ہوش آیا تو آپ کو گھڑیال کے پیٹ میں دیکھ کر گھبرایا اور اس کے دل اور جگر کو دوڑ دوڑ کر پاؤں سے
کچلنے لگا اس کے ہضم نہ ہونے کے باعث سے وہ عاجز ہو کر خشکی میں گیا اور قے کرنے لگا حاتم اس کے
منہ سے نکل پڑا اس کے بعد بھوکا پیاسا کسی طرف کو چلا جب طاقت طاق ہو گئی چل کر ریت میں
گر پڑا اور ہر ایک سمت کو تکنے لگا اتنے میں ایک غول پریزادوں کا اٹکھیلیاں کرتا ہوا آ پہونچا
اور ہر ایک اسے دیکھ کر آپس میں کہنے لگا کہ یہ آدم زاد کون ہے اور یہاں کیونکر آیا ہے آپ سے
آکر حاتم سے کہا کہ اے آدم زاد تجھ کو یہاں کون لایا ہے جلد اپنا پتہ نشان بتا حاتم نے کہا مجھ کو
خدائے کریم لایا ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور دوسرا دن ہے کہ گھڑیال کے پیٹ سے مجھ کو
جیتا نکالا ہے اگر تم کو خدا نے توفیق دی ہے تو کھانے پینے کی خبر لو انھوں نے کہا ہم تجھ کو
دانہ پانی کیسے دیں ہمارے بادشاہ کا حکم یہ ہے کہ جس آدم زاد کو جہاں پاؤ وہیں ٹھکانے لگا دو
اگر تجھ کو نہ ماریں غضب سلطانی میں گرفتار ہوں لیکن ایک نے کہا یارو خدا سے ڈرو کہاں بادشاہ
کہاں یہ گدا کچھ آپ سے نہیں آیا واللہ اعلم گھڑیال کہاں سے اس کو لایا ہے اس کی حیات کے چند
روز باقی تھے جو اس کے پیٹ سے نکلا اور انسان کی قوم ہم سب سے افضل کہلاتی ہے لازم ہے کہ اس کو
ہم سب اپنے گھر لے جائیں انھوں نے کہا کہ اگر اس کو ہم اپنے گھر لے جائیں اور کھانا کھلائیں مبادا
پریوں کا بادشاہ سنے اور ہماری گردن مارے تو مفت میں جان جاتی ہے حاتم نے کہا اے عزیزو
اگر میرے مارے جانے سے تمہارا بھلا ہو تو مجھ کو قتل کرو اس جرأت کو دیکھ کر وہ آپس میں مشورت
کرنے لگے کہ یہاں سے سات روز کی راہ پر ہمارا بادشاہ رہتا ہے ایسا کون ہے جو اس کا حال
بادشاہ سے عرض کرے گا یہ سوچ کر وہ سب کے سب متفق ہوئے اور حاتم کو اپنے گھر لے گئے۔
اور قسم قسم کے کھانے اس کے آگے رکھے حاتم نے سیر ہو کر کھایا اور پانی پیا اور پریزاد بھی اس کے گرد
آ گئے اور اس کے حسن پر فریفتہ ہو گئے کئی دن اسکے بعد ایک دن حاتم نے کہا کہ یارو اب مجھ کو رخصت کرو
کہ جس کام کیواسطے آیا ہوں اس کی سعی کروں انھوں نے کہا وہ کیا کام ہے حاتم نے کہا مجھ کو فرخ فاش
بادشاہ کے لئے ماہر دیو پری شاہ کی سرحد میں لائے تھے تمہارے بھائیوں نے تین مرتبہ مجھ کو آگ میں
ڈالا خدائے کریم نے بچایا پھر انھوں نے دریا میں ڈال دیا وہاں گھڑیال نگل گیا جب وہ ہضم نہ کر سکا
تب اس نے بھی کنارے پر آ کر اگل دیا اتنے میں تم سے ملاقات ہوئی تم اپنی مہربانی سے گھر لے
آئے یہ سن کر انھوں نے کہا اے جوان ایسا کون سا کام ہے جس کیواسطے تو نے ایسی مصیبتیں اٹھائیں
حاتم نے کہا میں ماہر و پری شاہ سے کچھ کام رکھتا ہوں انھوں نے کہا اے نادان تو ہمارے سامنے

ماہرو پری شاہ کا نام نہ لے کیونکہ اس کے ہم نوکر ہیں اس نے اپنی سرحد تک اسی صورت سے شہر شہر
چوکیاں بٹھائی ہیں اور فرمایا ہے کہ میرے ملک میں کوئی انسان اور دیوزاد نہ آنے پائے - اگر
ماہرو پری زاد سنے گا کہ آدم زاد یہاں آیا ہے تو ہم کو جیتا نہ چھوڑے گا اور تجھ کو بھی مار ڈالے گا
حاتم نے کہا کہ یارو اگر میری حیات باقی ہے تو کوئی نہیں مار سکتا اور اگر تم اپنے واسطے ڈرتے
ہو تو مجھ کو باندھ کر لے چلو جو خدا چاہے گا سو کرے گا انھوں نے کہا ہم سے یہ بھی نہ ہو سکے گا حاتم نے
کہا تم میرے مارے جانے پر کچھ افسوس نہ کرو کیونکہ مجھ کو ماہرو پری شاہ کے پاس جانا ہے خواہ
مارے خواہ چھوڑے اس بات کو سن کر وہ حیران ہو رہے اور آپس میں وہ مشورت کرنے لگے - اب
بہتر یہ ہے کہ اس کو قید میں رکھیے اور بادشاہ کو اس حال کی خبر بھیجیے حضور عالی سے جو ارشاد ہو
سو کیجئے اس بات پر سب راضی ہوئے تب ایک پری زاد کو عرضی دے کر رخصت کیا اور اس میں یہ
مضمون لکھا کہ جہاں پناہ ایک آدمی دریائے قلزم کے کنارے سے ہاتھ آیا ہے تو اس کو نظربندوں
کی طرح اپنے گھر میں رکھا ہے اگر حکم ہو تو حضور عالی میں بھجوا دوں غرض وہاں سے عرضی لے کر
وہ چلا اور ایک ہی ہفتہ میں در دولت پر جا پہونچا غرض پری زادوں نے خبر پہونچائی ماہرو
پری شاہ نے کہا اسے جلد حضور میں با احتیاط تمام حاضر کرو کئی دن کے بعد وہ دیو جواب
لے کر واپس ہوا اور کہنے لگا حکم حضور یوں ہے کہ اس کو جلد در دولت پر پہونچاؤ اس سخن
کے سنتے ہی وہ پری زاد اس کو اپنے ساتھ لے کر چلے اور یہ شہرہ ہر سمت پھیلا کہ ایک آدم زاد گرفتار
ہو کر ماہرو پری شاہ کے حضور میں جاتا ہے یہ سن کر مہیا زاد کی بیٹی نے اپنی ہم جولیوں سے مشورت
کی کہ بادشاہ کے ملک میں ایک آدمی کمال خوبصورت پکڑا ہوا آیا ہے ان سبھوں نے کہا یہ بات
بہتر ہے اگر دیکھنا منظور ہے تو راہ ہی میں دیکھ لو کیونکہ جب وہ حضور میں پہونچے گا تب اسے
کوئی نہ دیکھ سکے گا یہ سن کر وہ اپنی ماں کے پاس آئی اور باغ جانے کا بہانہ کر کے رخصت
ہوئی چنانچہ اس شہر کا یہ دستور تھا کہ جو کوئی باغ کی سیر کو جاتا ہو چالیس روز تک وہیں رہتا
غرض وہ بہر صورت وہاں سے رخصت ہوئی اور تھوڑی دور جا کر ہم جولیوں سے پوچھنے لگی
کہ اس جوان کو کیونکر دیکھیں ان میں سے ایک نے کہا کہ دریائے قلزم کے چوکیدار فلانے
راستے سے لے کر آتے ہیں اگر وہیں چل کر دیکھیں تو بہتر ہے اس بات کو سن کر وہ سب کی سب
اسی راستے کو گئیں کیا دیکھتی ہیں کہ ایک لشکر نہایت عالی شان پڑا ہے حسنا پری نے کہا ایک پری
کہ تو جا کر پوچھ کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو اس بات کو تحقیق کر کے جلد پھر آ غرض وہ
گئی اور ان سے پوچھنے لگی کہ تم کون ہو اور کہاں سے آتے ہو انھوں نے کہا کہ ہم دریائے
قلزم کے نگہبان ہیں ایک آدمی گرفتار کئے ہوئے حضور عالی میں لئے جاتے ہیں اس نے

اس نے کہا وہ کون سا آدمی ہے ذرا ہم بھی اسے دیکھیں انھوں نے اسے حاتم کو دکھا دیا اور کہا کہ وہ یہ ہے اس نے کہا کہ وہ ایک شخص نوجوان قیدیوں کی صورت بیٹھا ہے اور آہیں سرد بھرتا ہے زباں سے واپس آئی اور حنا پری سے اس کے حسن کی تعریف کی حنا پری یہ دیکھ کر اس کی بیحد مشتاق ہوئی اور اپنی پریوں سے کہنے لگی کہ بھلا اسے ہم کیونکر دیکھیں انھوں نے کہا جب رات ہوگی سپاہی سو جائیں گے تو ہم چوری سے اڑا لائیں گے اور تمہیں دکھلائیں گے اتنے میں رات ہوگئی پریاں اس لشکر کی طرف چلیں کیا دیکھتی ہیں کہ وہ خواب غفلت میں ہے تب حاتم کے سر پر بے ہوشی کی دوا چھڑک حنا پری کے باغ میں اٹھا کر لے گئیں اور اس سے عرض کیں کہ ہم اس آدم زاد کو سرکار کے باغ میں چھوڑ آئے ہیں اور وہ سنتے ہی باغ میں آگئی کیا دیکھتی ہے کہ ایک جوان خوش جمال بے ہوش پڑا ہے دیکھتے ہی ہزار جان سے عاشق ہوگئی اور اس بے ہوش کو ہوشیار کیا حاتم نے آنکھیں کھول کر دیکھا کہ ایک عورت پری زاد سرہانے کھڑی ہے بے اختیار ہکا بکا ہو کر کہنے لگا کہ تو کون ہے اور مجھے یہاں کون لایا ہے اس نے ناز سے منہ پھیر کر یہ شعر پڑھا

شعر

یہ گھر کو کہ میرا ہے تیرا نہیں
پر اب گھر یہ تیرا ہے میرا نہیں

حاتم اپنے دل میں حیران ہو ہو کر کہتا تھا کہ یہ پریاں عورتیں ہیں اور وہ لشکر مردوں کا تھا اور میں ان کی قید میں تھا اس باغ میں کیونکر آیا آخر کار گھبرا کر بولا کہ تم سچ کہو کون ہو اور میں یہاں کس طرح آیا حنا پری نے پھر کہا کہ اے جوان یہ باغ مینا پری زاد نے بنایا ہے اور میں حنا پری اس کی بیٹی ہوں تیرے آنے کی خبر جو تمام شہر میں اڑی مجھ کو تیرے دیکھنے کی نہایت آرزو ہوئی اسواسطے یہ پریاں تجھ کو وہاں سے اڑا کر یہاں لے آئی ہیں۔ حاتم نے مسکرا کر کہا میرے لانے کا کیا سبب ہے ناحق میرے کام میں خلل کیا پری نے کہا کہ ماہر دیو پری شاہ کا شاہ مہرہ لینے آیا ہوں وہ ہنسی اور کہنے لگی کہ اے جوان وہ مہرہ اس کے ہاتھ سے لینا ذرا کام رکھتا ہے تیری قسمت سے اگر ہاتھ آئے تو آئے ورنہ بہت مشکل ہے غرض وہ دونوں عیش و عشرت میں مشغول ہوئے اتنے میں وہ لشکر خواب سے بیدار ہوا اور چوکیداروں نے حاتم کو اس جگہ نہ پایا حیران و سرگرداں ہوئے مگر معلوم کیا کہ پری زاد عاشق ہو کر اس کو چرا لے گئے اگر بادشاہ سنے تو ہماری کھال کھنچے بہتر یہ ہے کہ کسی گوشے میں چھپ رہیں اور چپکے چپکے تلاش کریں شاید کہیں اس کا کھوج ملے تو بادشاہ کے پاس پکڑ کر لے جائیں......

تصویر باغ مینا پریزاد کی اور عیش و عشرت کرنا اسمیں حاتم اور پری کا



یہ کہکر سب کے سب بھاگے اور کسی جگہ چھپ گئے جب رات ہوئی تب صبح تک ڈھونڈتے
دن بھر چھپے رہتے اس طرح ایک مدت گذر گئی ایک دن ماہرو پری نے کہا اب تک
وہ آدم زاد نہیں آیا کیا باعث ہے ایک پریزاد وہاں جائے اور جلد خبر لائے غرض
حسب الحکم ایک پریزاد اڑا اور پل مارنے میں اس حاکم کے پاس جا پہنچا اور کہنے لگا
یا دی النظر ابتک وہ آدم زاد ابھی تک نہیں پہونچا اس نے کہا کہ مجھے ایک مدت ہوئی
کہ میں نے اس کو اپنے لشکر کے ساتھ روانہ کر دیا ہے یہ بات سن کر وہ پریزاد پھر آیا
اور بادشاہ کی خدمت میں مفصل حال عرض کیا وہ اس خبر کے سنتے ہی آگ ہو گیا اور
ایک سردار کو بلا کر حکم کیا کہ تم اپنی فوج سمیت جا کر ان حرامزادوں کی تلاش
کرو کہ وہ کہاں بیٹھے غرض وہ اپنے لشکر کو ساتھ لے کر گیا اور ان کی جستجو کرنے لگا
اتنے میں ایک شخص اس لشکر کا بھاگا ہوا ان جاسوسوں کی نظر آیا وہ اس کو باندھے
ہوئے حضور میں لے گئے بادشاہ نے اسپر نہایت غصہ کیا اور کہا سچ کہہ وہ آدمی کہاں گیا

اس نے کہا کہ جی کی امان پاؤں تو عرض کروں بادشاہ نے فرمایا کہ کیا مطلب ہے جلد کہہ دے نہیں تو جیتا نہیں چھوڑوں گا وہ ہاتھ باندھ کر کہنے لگا خداوند ہم سب کے سب اس فلانے مقام تک باحتیاط تمام لائے تھے اتفاقاً رات کو غافل سو گئے کوئی اس کو چرا لے گیا وہ آپ سے نہیں گیا کیونکہ وہ آپ کی ملاقات کا کمال اشتیاق رکھتا تھا جب صبح کو ہم نے اس کو نہ دیکھا اس واسطے آپ کے خوف و غضب سے بھاگ کر جا بجا چھپ گئے مگر راتوں کو ڈھونڈا کرتے تھے اس حقیقت کو سن کر بادشاہ نے ان کو قید کیا اور پانچ ہزار پریزادوں کو بلوا کر کہا کہ تم اس کو جہاں پاؤ وہاں سے لے آؤ غرض وہ اس بات کے سنتے ہی ہر طرف اس کی تلاش میں گئے قضارا ایک پریزاد کا اس باغ میں گذر ہوا اور وہاں ایک گوشے میں چھپ رہا اتنے میں حنا پری حاتم کے گلے میں باہیں ڈالے اس کو نظر آئی جاسوس کونے سے نکلا اور آدمی کو پہچان کر کہنے لگا اے نمک حرام اس شخص کو بادشاہ نے طلب کیا تھا اور ہم بحفاظت تمام لئے جاتے تھے ہم کو غافل پاکے تم اس کو اڑا لائی ہو اگر اب بھی اپنی زندگی چاہتی ہو تو ہمارے حوالے کرو کہ اس کو بادشاہ کے پاس لے جائیں حنا پری اس بات کو سنتے ہی آگ ہو گئی اور کہنے لگی اے نامحرم جوانا مرگ تو میرے باغ میں کیوں آیا ہے اور کس واسطے زبان درازی کرتا ہے کیا کوئی نہیں ہے کہ اس موئے ناشدنی کو ملاوے یہ سنتے ہی سب پریاں اس پر دوڑیں وہ مارے ڈر کے اپنے شہر کی طرف بھاگا اور منہ کالا کر کے بارگاہِ الٰہی میں فریادی ہوا بادشاہ نے اپنے لوگوں سے کہا دیکھو تو اس پریزاد کو کس نے دکھ دیا ہے اور اسے آگے لاؤ جب وہ تخت کے قریب پہونچا تب ہاتھ باندھ کر عرض کرنے لگا کہ خداوند میں حنا پری مینا پریزاد کی بیٹی کے ظلم سے فریاد کرتا ہوں اور میں اسی گروہ میں سے ہوں جو اس آدمزاد کو حضور عالی میں لاتا تھا وہ رات کے وقت چرا کر اپنے باغ میں لے گئی اب اس سے عیش کرتی ہے اور مزے اڑاتی ہے اتفاقاً میں ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک دن جو اس کے باغ میں جا نکلا تو اسی آدم زاد کو دیکھ وہیں میں نے شور غل مچایا کہ اس آدمی کو بادشاہ نے طلب کیا تھا جلد میرے حوالے کرے کہ حضور میں پہنچاؤں وہ شراب کے نشے میں چور ہو رہی تھی اپنی پریوں سے کہنے لگی کہ اس کو پکڑ کے خوب مارو میں ہزار تگ و دو سے بھاگ کر سایۂ دولت میں آیا یہ سنتے ہی بادشاہ آگ ہو گیا اور تین ہزار پریزاد کو حکم دیا تم مینا پریزاد کو اس کی جورو بیٹی اور اس آدمی سمیت جلد حضور میں حاضر کرو وہ سب کے سب وہاں سے دوڑ پڑے اور اس کی حویلی کو گھیر لیا وہ بے چارہ اس کی خبر نہ رکھتا تھا

متفکر ہو کر حیران رہ گیا کہ اس تاراجی کا سبب کیا ہے انھوں نے کہا کہ تیری بیٹی ایک بادشاہ
کے قیدی کو اُڑا لائی ہے اور اس کے ساتھ اپنے باغ میں عیش کرتی ہے اس واردات کو سن کر
وہ ڈر گیا اور اس باغ میں آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ اپنی حنا پری اس آدم زاد کے ساتھ رنگ ریاں
کر رہی ہے یہ حال دیکھتے ہی بدحواس ہو کر ایک دو ہنٹر مارا اور کہا کہ اے علامہ تو نے کیا قہر کیا
ماں باپ کا نام ڈبویا بادشاہی فوج تیرے پکڑنے کو آئی ہے خبردار ہو وہ اس بات کے سنتے
ہی ڈری اور تھر تھرانے لگی چہرہ زرد ہو گیا آنسو بھر لائی اتنے میں فوج شاہی آ پہونچی اور
ان سبھوں کو گرفتار کر کے حضور عالی میں لے گئی سردار فوج حضور میں آیا اور عرض کرنے لگا
کہ اے جہاں پناہ مینا پری زاد نے ہرگز حضور کے سامنے آنے میں عذر نہ کیا بلکہ اپنی آل اولاد سمیت
ہاتھ باندھے بے تامل چلا آیا بادشاہ نے کہا کہ مینا پری زاد کو حضور میں لے آؤ اس نے آتے ہی عرض
کی کہ بندے کو اس حال کی مطلق خبر نہ تھی اور ہر طرح سے یہ فدوی فرمانبردار ہے بادشاہ نے رحم
کھا کر گناہ بخشا جب ان لوگوں نے حاتم کو لیجا کر اس کے سامنے کھڑا کر دیا تو بادشاہ نے دیکھا کہ نہایت
شکیل اور حسین ہے مہربانی سے بلا کر اپنے پاس بٹھایا اور کچھ باتیں کہکے پوچھا اے ال تو آدم زاد ہو کر
میرے شہر میں کیونکر آیا اور ایسا کیا کام کرتا ہے کہ جس کے واسطے اتنا رنج اٹھایا حاتم نے کہا کہ جہاں پناہ
میں حضور کی قدمبوسی کے واسطے آیا ہوں کیونکہ فرد قاش بادشاہ نے خداوند کے اوصاف حمیدہ
یہاں تک بیان کیے کہ ان کے اظہار میں میری زبان قاصر ہے غرض دیدار ہمایوں کا اشتیاق
دل پر غالب آیا ہر طرح سے میں نے آپ کو حضور اقدس میں پہونچایا تب بادشاہ نے کہا کہ ہمارے
محل میں تجھے کون لایا وہ بولا کہ فرد قاش بادشاہ کے دیو مجھے لے آئے ہیں پھر بادشاہ نے کہا اے جوان
کچھ تجھے معلوم ہے کہ اس زمانے میں کوئی حکیم بھی انسانوں میں دانا تر اور فن حکمت سے ماہر ہے
حاتم نے کہا کہ خداوند حکیم سے کیا کام ہے شاید آپ کے ملک میں حکیم نہیں ملتا بادشاہ نے
کہا کہ ہماری قوم کے حکیم سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا میں نے بہت علاج کر دیکھا ایک مدت سے
میرے بیٹے کی آنکھیں دکھتی ہیں اور وہ حسن میں بے نظیر مانند بدر منیر ہے اور اس کے سوا
میرے کوئی لڑکا بالا نہیں حیف ہے کہ وہ بھی اندھا ہو گیا اور کسی طرح درد سے بھی فرصت
نہیں پاتا حاتم بولا اگر شہزادہ اچھا ہو کہ آنکھیں روشن ہوں اور درد جاتا رہے تو حضور
عالی سے مجھے کیا انعام ملے گا بادشاہ نے کہا کہ جو تو مانگے گا وہی پاوے گا حاتم نے کہا کہ
اس بات پر قول و قسم کرو تو میں شہزادے کی ایسی دوا کروں کہ اس کی آنکھیں جیسی تھیں ویسی
روشن ہو جائیں تو اس وقت منہ مانگا انعام پاؤں گا بادشاہ نے کہا میں نے قبول کیا
صبح کو اس نے وہ مہرہ اپنی پگڑی سے نکال کر آب دہن میں گھس کر اس کی آنکھوں میں لگا دیا

شام ہوتے ہوتے سرخی جاتی رہی اور درد موقوف ہوا مگر بینا نہ ہوئیں بادشاہ نے کہا اے جوان ظاہر اس کی آنکھیں آگے سے اچھی ہیں لیکن بصارت چنداں خوب نہیں ہوئی تب حاتم نے کہا پردۂ ظلمات میں ایک درخت ہے اس کو نور ریز کہتے ہیں اگر دو تین قطرے اس کے پانی کے ہاتھ لگیں تو اس کی آنکھیں روشن ہو جائیں اس بات کے سنتے ہی ماہرو پری شاہ نے کہا اے پریزادو سچ کہو تم سے کون ایسا ہے جو وہاں جائے اور اس درخت کا پانی لائے اس سخن کے سنتے ہی وہ سب کے سب کان پر ہاتھ دھر کے اور سر جھکا کے عرض کرنے لگے کہ جہاں پناہ اس کی راہ نہایت پرخطر ہے اور اسمیں بکثرت بھوت پلید رہتے ہیں وہاں ہم سے کوئی نہیں جاتا کیونکہ وہ کافر بڑے زبردست ہیں ہم کو جیتا نہ چھوڑیں گے آگے جو حکم ہو سو کریں اتنے میں حنا پری اٹھی اور ہاتھ باندھ کر عرض کرنے لگی اگر خداوند میرا گناہ معاف کریں اور اس انسان کو مجھے بخشیں تو میں جاؤں اور اس درخت کا پانی لاؤں بادشاہ نے کہا تیرا گناہ بخشا اور وہ سرحد تیرے باپ کے دی اور اس آدمی کا بھی وہی مختار ہے حاتم بولا اے حنا پری اگر تو چاہے کہ مجھ کو تمام عمر اپنے پاس رکھے سو تو نہیں مگر اس بات کا اقرار کرے جب تک میرا جی چاہے رہوں اور جب چاہوں چلا جاؤں تو مضائقہ نہیں حنا پری نے کہا اے جوان مجھ کو بھی تجھ سے کچھ اور کام نہیں پر اتنا چاہتی ہے کہ چند روز تیری صحبت سے اپنی مجلس گرم رکھوں اور سیر ہو کر تیرے باغ حسن کی سیر کروں پھر تو مختار ہے جدھر چاہنا ادھر جانا کوئی تیرا مانع نہ ہو گا حاتم نے کہا کہ اس طور پر میں نے بدل و جان قبول کیا اب جلد جا۔ یہ سن کر حنا پری کئی پریوں کو لے کر روانہ ہوئی چالیس دن کے بعد ظلمات میں جا پہونچی کیا دیکھتی ہے کہ ایک درخت عظیم الشان ہے کہ اس کی پھنگ آسمان تک پہونچی ہے اور اس سے پانی کے کچھ قطرے ٹپکتے ہیں حنا پری نے ایک شیشہ اس کے نیچے رکھ دیا تھوڑی دیر میں وہ شیشہ پانی سے بھر گیا تب یہ اس کا منہ باندھ کر وہاں سے لے اڑی اتنے میں خلفاش دیو چوکیدار جو ہزار دیو سے اس درخت کا نگہبان تھا آ پہونچا حنا پری نہایت چست چالاک تھی بھاگی اور اس کے ہاتھ نہ لگی۔ چالیس روز کے عرصے میں حضور بادشاہ میں آ پہونچی اور کہنے لگی خداوند آپ کے اقبال سے یہ لونڈی اس درخت کا پانی لے آئی اور اس کے چوکیدار کے بھی ہاتھ نہ لگی یہ کہکر شیشے کو بادشاہ کے آگے رکھ دیا کہ چند پانی کے قطرے حاضر ہیں اور راہ کے صدمے بھی مفصل ظاہر کئے بادشاہ نے مہربانی سے حنا پری کو گلے سے لگا لیا اور پانی کا شیشہ حاتم کے حوالے کیا اس نے فی الفور اس مہرے کو رگڑ اس کی آنکھوں میں لگایا اور پٹی سے سات روز تک باندھ رکھا آٹھویں دن جو اس کی آنکھوں سے پٹی کھولی تو ایسی دیکھیں کہ جیسے ماں کے پیٹ سے لیکر نکلا تھا جوں ہی شہزادے نے اپنے ماں باپ کا دیدار دیکھا نہایت خوش ہوا اور حاتم کے پاؤں پر گر پڑا اس نے

اس کو گلے لگا کر خدا کا شکر کیا تب ماہرو پری شاہ نے ممنون احسان ہو کر اس کے آگے اتنا زرد
جواہر رکھ دیا کہ جس کا کچھ شمار نہیں حاتم نے کہا اے عزیز غریبوں کے پشت پناہ اس قدر زر و جواہر
میں تن تنہا کیا کروں اور کہاں لے جاؤں گا اگر تم اپنے پریزادوں کے ہاتھ اس کو فردقاش بادشاہ
کے پاس بھجوا دو تو یقین ہے کہ وہ میری سرحد میں پہونچوا دے گا یا میرے ہی ساتھ کر دیجیو۔ تب
بادشاہ نے پریزادوں سے کہا کہ اس مال و اسباب کو اس کے ساتھ لے جائیو پھر حاتم نے کہا
اے بادشاہ یہ جو عنایت ہوا ہے آپ کا فضل ہے لیکن امیدوار کہ جو دینے کو کہا تھا وہ عنایت
ہو بادشاہ نے کہا کیا مانگتا ہے حاتم نے کہا یہ مہرہ جو آپ کے ہاتھ میں ہے اگر میری آرزو پوری
کرنی منظور ہے تو بخشو یہ سن کر بادشاہ نے سر نیچا کر لیا اور کہا کہ معلوم ہوا شاید یہ مہرہ حارث
سوداگر کی بیٹی نے تجھ سے مانگا ہے اور میں نے بھی تجھ سے انکار کیا ہے ناچار ہوں یہ کہہ کر شاہ نے
مہرہ حاتم کو دیا اور کہا اے جوان جب تو مہرہ اس کو دے گا میں اس کے پاس رہنے نہ دوں گا
حاتم نے التماس کیا جب عاشق کا مطلب حاصل ہو چکے پھر آپ مختار ہیں غرض حاتم نے لیکر
اپنے بازو پر باندھا کہ جتنے دفینے زمین کے اندر گڑے ہوئے تھے نظر آنے لگے تب اس نے
اپنے جی میں کہا کہ شاید حارث سوداگر کی بیٹی نے اسواسطے یہ مہرہ تجھ سے منگوایا ہے اور بادشاہ
نے بھی اس حال کو بیان اس نے کہا کہ ہاں اسواسطے اس نے تجھ سے منگایا ہے القصہ بادشاہ سے
رخصت ہوا تب بادشاہ نے اپنے عیاروں اور نظربازوں سے کہا کہ جس وقت حارث کی بیٹی کا
بیاہ ہو چکے اس کے ہاتھ سے کسی گھات سے اس مہرے کو لے آئیو حاتم وہاں سے شاہ پری
کے گھر آیا اور تھوڑے دن عیش کر کے رخصت ہوا تب وہ پریزاد زر و جواہر لے کر اس کے ہمراہ ہوئے
اور فردقاش کی سرحد تک پہونچا کر رخصت ہوئے اور وہ دیو جو اس کے ساتھ آئے تھے حاتم کو
ایک تخت پر بٹھا کر چند روز میں فردقاش کے پاس لے گئے وہ حاتم سے بغل گیر ہوا اور بہت سی
تواضع کر کے آفریں کی شب کی تب حاتم وہاں مہمان رہا صبح کو رخصت ہو کر غار کی راہ سے
سورت میں آپہونچا اور وہ مال اس سوداگر کے حوالے کیا اور تمام حال بیان کیا اور دیووں کو
تھوڑا سا زر و جواہر بخش کر رخصت کیا پھر حارث سوداگر کی بیٹی کے گھر آیا اور شاہ مہرہ اس کے
حوالے کیا وہ اس کو دیکھتے ہی نہایت خوش ہوئی اور کہنے لگی اے جوان اب میں تیری ہوں
جو چاہے سو کر حاتم نے کہا کہ اے ساقی تا میرا مقصود تو یہ نہیں ہے کہ تیری شراب میں
پیوں مگر وہ جوان جو ایک مدت سے اس شراب کا پیاسا ہے اسکو پلاؤں تو بھی قبول کر اس نے
کہا کہ میں تیرے بس میں ہوں تو مختار ہے جو کچھ کہے گا دلی بجا لاؤنگی تب حاتم نے اس کے باپ کو
بلوایا اور اس سوداگر بچے کا ہاتھ میں ہاتھ پکڑا دیا اور کہا کہ اسے اپنا فرزند سمجھو اس نے اسیوقت

بیاہ کی تیاری کی اور اپنی بیٹی کو اس کے ساتھ بٹھا دیا دس دن کے بعد وہ مہرہ اس لڑکی
کے ہاتھ سے غائب ہو گیا وہ رونے پیٹنے لگی تب حاتم نے اس کو دلاسا دیا تیرے شوہر کو
اتنا زر و جواہر دیا ہے کہ وہ سات پشت تک وفا کرے گا اتنا کیوں بلبلاتی ہے غرض اسی طرح
کئی باتیں کہکر حاتم وہاں سے رخصت ہوا اور حسن بانو کے سوال کے جواب کی فکر میں چلا کئی دن
کے بعد منزلیں طے کرتا ہوا کسی دریا کے کنارے جا پہونچا اور وہاں ایک محل عالیشان بادشاہوں
کے لائق اس کو نظر آیا اور اس کے دروازے پر خط جلی سے لکھا دیکھا کہ نیکی کر اور کنویں میں ڈال
یہ اس نوشتے کو پڑھ کر نہایت خوش ہوا اور سجدہ شکر ادا کیا قدرے آگے بڑھا تو بہت سے شخص
خواصوں کے طور پر اس محل سے نکلے اور حاتم کو اندر لے گئے وہاں کیا دیکھتا ہے کہ ایک سو برس کا
بوڑھا مرد نورانی صورت تخت پاکیزہ پر بیٹھا ہے حاتم کو دیکھتے ہی اٹھا اور گلے لگا کر اپنے تخت
پر بٹھا لیا اور کھانے طرح طرح کے منگا کر کھلائے جب حاتم نے کھانے پینے سے فراغت پائی
پوچھا کہ اپنے در دولت پر یہ کیوں لکھ رکھا ہے اس نے کہا میں راہزن تھا راتوں کو مسافروں کا
مال لوٹتا تھا اور تمام دن مزدوری میں کاٹتا تھا اور روز دو روٹیاں گھی سے چپڑ کر ان پر شکر ڈال کر
دریا میں پھینک دیتا تھا۔ اور کہتا تھا یہ کام خدا کے واسطے کرتا ہوں ایک مدت یوں ہی گذر گئی کہ
ایک دن بیمار ہوا اور قریب ہلاکت پہونچا آخر ایک دن میں ایسا بے ہوش ہوا گویا جان اس آفت
میں بدن سے نکل گئی کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص میرا ہاتھ پکڑ کر دوزخ دکھلاتا ہے کہ تیری
جگہ یہی ہے غرض قریب تھا کہ مجھ کو دوزخ میں ڈال دے کہ دو فرشتے مرد صورت آگے آئے
اور میرا بازو پکڑ کر کہنے لگے کہ اس کو ہم دوزخ میں نہ جلنے دینگے اور اس کی جگہ دوزخ نہیں
ہے بلکہ یہ میرے یقین سے بہشت میں جائے گا چنانچہ وہ مجھ کو بہشت کی طرف لے گئے ایک بزرگ
اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اس کو کیوں لائے ہو ہنوز اس کی عمر کے دو سو برس باقی ہیں اس کا
ہمنام ایک اور شخص ہے اس کو لے آؤ آخر وہی دونوں جوان مجھ کو یہاں پہونچا گئے اور کہنے
لگے کہ ہم دونوں وہی دو روٹیاں ہیں جو خدا کے واسطے تو دریا میں ڈالتا تھا اتنے میں میں اٹھ
کھڑا ہوا اور خدا کی درگاہ میں مناجات کرنے لگا کہ الہٰی تو غفور الرحیم ہے اور میں بندہ گنہگار
ہوں مجھ کو بخش دے میں توبہ کرتا ہوں اور رزق مجھے ہر حال میں تو ہی خزانہ غیب سے پہونچائے گا
جب صبح ہوئی تو معمول کے موافق دو روٹیاں ڈالنے گیا کہ یکایک سو دینار پانی سے نکل آئے
میں نے ان کو اٹھا لیا اور شہر میں ڈھنڈورا پٹوایا کہ اگر کسی کا مال دریا میں گر پڑا ہو تو مجھ سے لے
کسی نے اس بات کا جواب نہ دیا پھر بدستور سابق دریا میں گیا اسی طرح سو دینار نکل آئے ان کو
بھی لا کر رکھ دیا اسی طرح سے دن گذرا اور رات ہوئی تو میں کیا خواب دیکھتا ہوں کہ ایک شخص کہتا ہے

کہ اے بندۂ خدا دو روٹیاں تیری شفیع ہوئی ہیں اور خدائے کریم نے حکم کیا ہے کہ سو دینار
ہر روز ملا کریں تو ان میں سے کچھ خدا کی راہ میں خرچ کر اور باقی سے اپنی اوقات بسر کرتے ہیں
میری آنکھ کھل گئی سجدۂ شکر بجالایا پھر میں نے یہ عمارت بنائی اور اس کے دروازے پر یہ
کلمہ لکھدیا اب بھی اسی طرح سے مجھے سو دینار پہونچتے ہیں مسافروں اور فقیروں کو دیتا ہوں اور
کھانا کھلاتا ہوں اب میری عمر کے سو برس باقی ہیں اور اس عمارت کو بنے سو برس ہوئے ہیں اے عزیز
جب سے مجھے یقین ہوا کہ خدائے کریم نے گناہ بخشے اور اتنی عمر عطا کی اور رزق بے منت پہونچانے لگا۔
تب سے میں خوش و خرم رہتا ہوں اور کسی طرح کا اندیشہ نہیں کرتا ایسی ہدایت خدا سب کو نصیب
کرے اس بات کو سن کر حاتم نے خدا کی بارگاہ میں سجدۂ شکر ادا کیا اور باقی تین روز اس کے
پاس رہا چوتھے دن اس بزرگ سے رخصت ہو کر شاہ آباد کی طرف چلا تھوڑے دنوں کے
بعد ایک جنگل میں جا پہونچا وہاں کیا دیکھتا ہے کہ ایک کالا سانپ کسی خوش رنگ سانپ سے
ایک درخت کے نیچے لڑ رہا ہے اور قریب ہے کہ کالا اس کو مار ڈالے یہ اس حال کو دیکھکر دوڑا
اور للکار کر کہا کہ اے موذی خبردار کیا کرتا ہے اس آواز کو سن کر وہ ڈرا اور اس سے جدا ہو کر
چلا گیا وہ غریب بھاگنے کی تاب نہ رکھتا تھا اسی درخت کے نیچے ٹھہر گیا اور ادھر ادھر حسرت زدہ
کے طور پر دیکھنے لگا حاتم نے کہا اے سانپ تو اپنی خاطر جمع رکھ جب تو بحال ہوگا اس وقت
تک میں یہیں رہوں گا اور کہیں نہ جاؤں گا بارے ایک آدھ گھڑی کے بعد توانا ہوا اور اس درخت پر
چڑھ کر آدمی کی صورت ہو کر حاتم کو جھک کر سلام کرنے لگا اس حالت کو دیکھکر حاتم متعجب ہوا
اور خیال کرنے لگا کہ یہ کیا اسرار ہے اتنے میں اس نے کہا اے عزیز تو تعجب نہ کھا میں جن
کی قوم سے ہوں اور اس شہر کا بادشاہ میرے باپ کا غلام ہے ایک مدت سے یہ ناحق میری
جان کا دشمن ہوا ہے آج قابو پاکر مارا ہی چاہتا تھا کہ حق تعالیٰ نے تجھ کو میری حفاظت کے
واسطے بھیجا ہے جو اس موذی کے جنگل سے چھوٹا حاتم نے کہا خیر معلوم ہوا اب تو جہاں چاہے
وہاں جا کیونکہ میں بھی یہ سرکار ہوں زیادہ یہاں نہیں رہ سکتا اس نے کہا اے جوان دستگیر
یے کہاں غریب خانہ یہاں سے بہت قریب ہے اگر آپ بندہ نوازی کریں اور تشریف لے چلیں
تو مہربانی ہے غرض حاتم اس کے ساتھ ہو کر چلا اتنے میں ایک لشکر عالی شان سامنے سے دکھائی
دیا حاتم نے پوچھا کہ یہ لشکر کس کا ہے وہ بولا کہ اسی فقیر کا ہے پھر حاتم کو ساتھ لئے ہوئے اپنے
دولت خانے میں داخل ہوا اور ایک تخت مرصع پر بٹھایا اور بہت سا زر و جواہر اس کے سامنے
رکھا اور تمام رات ناچ رنگ کی صحبت رکھی حاتم نے کہا زر و جواہر کچھ مجھے درکار نہیں پھر صبح کو
شہزادے نے اس غلام کی گردن ماری اور حاتم رخصت ہو کر شاہ آباد کی طرف روانہ ہوا۔

غرض ڈھائی برس اور پندرہ دن کے بعد شاہ آباد میں داخل ہو کر کاروانسرا میں اترا اور منیر شامی سے ملا یہ خبر کسی شخص نے حسن بانو کو پہونچائی اس نے فوراً اسکو بلوایا اور ایک مکان میں پردہ ڈال کر آپ بیٹھی اور باہر اس کو بٹھا کر احوال پوچھا کہ اے جوان عالی ہمت بہت دنوں میں تو آیا کہہ کیا خبر لایا حاتم نے جو ماجرا دیکھا تھا اور اس پیر مرد کی زبانی سنا تھا سو بخوبی بیان کیا اور کہا کہ صاحب اس پیر مرد نے اسی واسطے یہ بات اپنے دروازے پر لکھ کر لگا دی ہے حسن بانو اس سخن کو سن کر نہایت خوش ہوئی اور حاتم کی ہمت پر آفریں کر کے کہنے لگی اے جوان تو ہی تھا جو یہ خبر لایا نہیں تو کسی کا منہ نہ تھا جو یہ کام کر سکے اس کے بعد کئی خوان میوے کے جہاں وہ اترا تھا بھجوا دئے اس نے آکر وہ کھانا منیر شامی کے ساتھ کھایا اور شکر خدا کیا اور کہنے لگا اے منیر شامی تو نہ گھبرا اب تھوڑے ہی دنوں میں خدا کے فضل سے میں تیری معشوقہ کو تجھ سے ملائے دیتا ہوں اس کو اس طرح سے دلاسا دیکر آپ حسن بانو کے پاس گیا اور کہنے لگا اے حسن بانو اب کون سا سوال رکھتی ہے کہ میں اس کی جستجو میں کمر ہمت باندھوں حسن بانو نے کہا کہ تیسرا سوال میرا یہ ہے کہ ایک شخص جنگل میں کھڑا کہتا ہے کہ کسی سے بدی نہ کر اور اگر کرے گا وہی پائے گا اس کی خبر لا

تیسرا سوال حاتم کے جانے کا اور اس بات کی خبر لانے کا کہ کسی سے بدی نہ کر اور اگر کرے گا تو وہی تیرے آگے آئیگی

غرض اس بات کے سنتے ہی حاتم وہاں سے روانہ ہوا اور خدا کو یاد کر کے سر بصحرا نکلا ایک مہینے کے بعد ایک مہینے کے بعد ایک پہاڑ ایسا دکھائی دیا کہ جو آسمان سے باتیں کر رہا تھا جب اس کے نیچے گیا ایک آواز آہ و زاری کی سنی سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا تو کچھ نظر نہ آیا اور اس کے نزدیک گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک درخت سایہ دار عظیم الشان کے نیچے ایک سل سنگ مرمر کی دھری ہے اور اس پر ایک جوان خوش رو مہ لقا ژولیدہ مو دبلا پتلا بیمار روں کی سی وضع اس کی ڈاڑھی پکڑے آنکھیں بند کئے کھڑا ہے دمبدم نعرے مارتا ہے اور یہ پڑھتا ہے

ع تھا تاب آ کہ نہیں تاب اب جدائی کی ۔

حاتم اسے دیکھکر حیران ہوا کہ یہ کیا بھید ہے ذرا آگے بڑھ کر پوچھا کہ اے جوان اس حالت کو کیوں پہونچا ہے اپنا ماجرا بیان کر وہ آنکھیں بند کئے مراقبے میں تھا جواب نہ دیا دوبارہ اس نے پھر اس کو پکارا تو کچھ نہ بولا جب تیسری دفعہ یوں کہا کہ اے شخص معلوم ہوتا ہے تو بہرا ہے کہ میں نے تین مرتبہ تجھے پکارا تو نے جواب نہ دیا تو یہ سنتے ہی اس نے آنکھیں کھول دیں ۔ اور کہا اے شخص تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے اور مجھ سے کیا کام رکھتا ہے اس نے کہا میں بندۂ خدا ہوں سیر کرتے کرتے یہاں

بھی آنکلا ہوں تو اپنا حال بیان کر کہ ایسا بلبلاتا ہے کیوں روتا ہے اور یہاں کسواسطے کھڑا ہے اس نے کہا کہ اے مسافر تیری طرح بہت سے اشخاص اس راہ سے آئے اور میرے احوال سے واقف ہوئے پر کسی نے میرے درد کا علاج نہ کیا احوال کہنے سے کچھ حاصل نہیں تو اپنی راہ لے کیوں دکھ دیتا ہے اور مجھے بلا میں کس واسطے ڈالتا ہے حاتم نے کہا جبکہ احوال تو نے اکثر لوگوں سے کہا خدا کیواسطے مجھ سے بھی کہہ کہ میرے دلمیں یہ آرزو نہ رہ جائے اس نے کہا تو ایکدم میرے پاس بیٹھ جا میں ہوش آؤں تو اپنا ماجرا بخوبی کہہ سناؤں وہ اس درخت کے نیچے بیٹھ گیا جوان کہنے لگا اے دردمند میں ستم رسیدہ سوداگر ہوں میرا قافلہ روم کو جاتا تھا اور میں اس کے ساتھ یہاں تک آپہونچا تھا صبح کو اس سے جدا ہو کر اس پہاڑ پر آیا اور قضائے حاجت سے فارغ ہو کر اس درخت کے نیچے پہونچا یہاں ایک پریزاد حسین مہ جبین کو دیکھ کر فریفتہ ہوا بلکہ اپنے ہوش و حواس سے ایسا جاتا رہا کہ گر پڑا وہ میرے سر کو اپنے زانو پر رکھ کر گلاب چھڑکنے لگی جب میں اپنے ہوش میں آیا اپنے سر کو اس کے زانو پر دیکھ کر خوش ہوا اور ہزار جان سے عاشق ہو گیا بہرکیف اٹھ کھڑا ہوا اور میں نے پوچھا اے نازنین تو کون ہے اور اس جنگل و بیران میں کیا کرنے آئی ہے اس نے کہا کہ میں پریزاد ہوں اور یہ پہاڑ اور قلعہ میرا مکان ہے تجھ سا آدمی چاہتی تھی سو آج خدا نے ملادیا یہ دلبری اور دلداری کی باتیں سن کر میں ایسا دیوانہ ہو گیا کہ اپنے مال و متاع اور قافلہ کی مجھ کو خبر نہ رہی اسی طرح سے وہ نازنین چند روز الفت کرتی رہی یکایک میرے طائر روح کو اس نے اپنی زلف مشکیں کے دام میں گرفتار کیا غرض تین مہینے تک رات دن میں اسی سے ہم صحبت رہا ایکدن میں نے اس سے کہا اے پری اس جنگل میں رہنے سے کیا فائدہ شہر میں چلیں اور آرام سے گذران کریں اس نے کہا اگر تیرا دل چاہتا ہے تو بہتر میرا گھر یہاں سے بہت نزدیک ہے اپنے لوگوں سے ملاقات کر کے رخصت ہو آؤں لیکن تو خبردار میرے آنے تک یہاں سے کہیں نہ جانا میں نے کہا اچھا جیسا جی چاہے مگر سچ کہہ کب آؤ گی اس نے کہا سات دن کے بعد لیکن اسی حالت سے سات برس ہوئے کہ وہ عہد شکن غارتگر دین و ایمان نہیں آئی اور میں اس کے وعدے پر کہیں جا بھی نہیں سکتا مبادا آجائے اور یہاں مجھ کو نہ پائے تو خدا جانے کہ میرے حق میں کیا کر بیٹھے یہ حال سنکر حاتم بہت کڑھا اور آبدیدہ ہو کر کہنے لگا کہ اے عاشق زار اگر ان سے تجھے اپنے مکان کا نشان دیا ہو تو مجھ سے بیان کر اس نے کہا اتنا تو جانتا ہوں کہ اس کے قائل کوہ القا پر رہتے ہیں پر یہ نہیں معلوم کہ وہ کہاں گئے اور اب وہ کہاں ہے حاتم نے کہا یہ جوان وہ

جب تجھ سے رخصت ہوئی تو کس طرف گئی اس نے کہا میرے سامنے دس قدم داہنی طرف چلی
تھی پھر نہیں معلوم کس طرف غائب ہو گئی حاتم نے کہا اگر تم اس کا عشق رکھتے ہو تو ہمارے ساتھ
ہو کر کوہ القا کو چلو خدا کے فضل سے اسے ڈھونڈھ نکالیں گے جوان نے کہا اگر معشوقہ نے
آ کر مجھے نہ پایا تو پھر نہ یہ جگہ پاؤں گا اور نہ ہی وہ ہاتھ آئے گی اگر ملاقات ہونی ہے تو یہیں
ہو کر رہے گی نہیں تو اس کے انتظار میں اسی مقام پر مر جاؤں گا حاتم اس کلام کو سن کر آنسو بھر لایا
اور کہنے لگا اے عزیز بھلا اگر اس کا نام جانتا ہے تو بتلا دے اس نے کہا لگن پری کہتے ہیں حاتم بولا اے جوان
خاطر جمع رکھ کہ میں کوہ القا پر جاتا ہوں اور تیری معشوقہ کو ڈھونڈھ کر تجھ تک پہونچاتا ہوں
یا تجھی کو وہاں تک لے جاتا ہوں لیکن اب میں اس کا مکان تحقیق کر کے تیرے پاس پھر آتا ہوں
وہ بولا اب تک میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا ہے کہ اپنا کام چھوڑے اور دوسرے کے کام
کمر باندھے کیوں باتیں بناتا ہے حاتم نے کہا اے عزیز میں اپنا سر ہتھیلی پر دھرے پھرتا ہوں
کہ یہ خدا کی راہ میں کسی کے کام آئے غرض ایسی دو چار باتیں کر کے اس سے رخصت ہوا
اور جس طرف وہ پری گئی تھی اسی طرف کو چل نکلا تھوڑے دنوں میں اس پہاڑ کے عرصے کو
طے کر گئے اور ایک پہاڑ کے اوپر جا پہونچا کیا دیکھتا ہے کہ بہت سے درخت میوہ دار لہلہاتے
ہیں اور کتنے پھولوں سے لدے ہیں اور جھوم رہے ہیں اور اس سے آگے ایک جگہ پاکیزہ
ستھری صاف نظر آتی ہے وہاں چار درخت بڑے بڑے لگے ہوئے ہیں اور ٹھنڈی ہوا چلتی
ہے حاتم بخواہش تمام اس مکان میں گیا چلتے چلتے بے اختیار آنکھ لگ گئی سو رہا شام کے وقت
چار پریاں آئیں اور مسند بچھا کر بیٹھیں اور اس کو دیکھ کر آپس میں کہنے لگیں کہ یہ کون ہے اور
کیونکر آیا ہے اس سے پوچھا چاہیئے مشورت کر کے اس کے پاس گئیں اور جگا کر کہنے لگیں
اے آدم زاد تو یہاں کس ڈھب سے آیا اور کس واسطے یہ ارادہ کیا حاتم ان کی آواز سن کر
چونک پڑا اٹھ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا تو کیا دیکھتا ہے کہ چار پریاں جواہر میں لدی ہوئی سامنے
بیٹھی ہیں اور یہ باتیں کر رہی ہیں وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہاں مجھ کو میرا خدا لایا ہے میں
کوہ القا کی سیر کے لئے اور لگن پری کو دیکھنے جاتا ہوں اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ ایک
آدمی سے سات روز کا وعدہ کر کے گئی ہے اور سات برس گذر گئے کہ وہ بیچارہ ایک درخت کے نیچے
اس کی یاد میں بے قراری سے تڑپ رہا ہے میں اس واسطے جاتا ہوں کہ اس کو سمجھاؤں وعدہ کرنا اور
اس کو ایفا نہ کرنا یہ شیوہ اچھوں کا نہیں ہے اس بات کو سن کر وہ مسکرائیں اور کہنے لگیں لگن
پری کوہ القا کے پہاڑ کی شہزادی ہے اس کو ایسی کیا غرض تھی کہ وہ کسی آدمی سے ملنے کا اقرار
کرتی معلوم ہوا کہ تو سودائی ہے جو اس پہاڑ کے دیکھنے کا ارادہ اور اس سے ملنے کا قصد رکھتا ہے

اس کے قطع نظر اگر تو وہاں جائے گا تو کب جیتا بچے گا حاتم نے کہا خیر جو ہونی ہو سو ہو میں یہاں
پر گئے ہوئے نہیں رہتا انھوں نے کہا اگر ہماری صحبت قبول کرے اور آج کا رہنا یہاں غنیمت
جانے تو کل ہم تجھے انقا کے پہاڑ کی سیر دکھا دینگے اس نے کہا اچھا غرض وہ ان کے گھر مہمان
رہا اور اس کو وہ رات عیش و عشرت میں گذری صبح ہوتے ہی کوہِ انقا کا راستہ لیا وہ حاتم کے
ساتھ ہوئیں اور سات روز تک رات دن چلی گئیں آٹھویں دن کسی منزل پر پہونچکر کہنے لگیں
کہ اب اس کے آگے ہم نہیں جا سکتے کیونکہ یہاں سے آگے ہماری سرحد نہیں تجھ کو چاہیئے
کہ سیدھا چلا جائے یقین ہے کہ تھوڑے ہی دنوں میں کوہ انقا تک پہونچ جائے گا۔ حاتم
ان سے رخصت ہوا اور آگے چلا ایک مہینے کے بعد ایک دوراہے پر پہونچا رات کی راہ میں
رہا چار گھڑی رات گذری ایک بستی کیطرف سے گریہ و زاری کی آواز اس کے کان میں آئی [illegible]
اٹھ بیٹھا اسپر دھیان کیا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ اے حاتم تو خدا کی راہ پر کمر باندھے اور
اس گریہ و زاری کی آواز سن کر تغافل کرے میں خدا کو کیا جواب دیگا بہتر ہے کہ [illegible]
اور اس مصیبت زدہ کی خبر لے اگر تیرے ہاتھ سے کسی کا کام اور مطلب [illegible]
تو بھی بھلائی کا پھل پائے یہ خیال کر کے اٹھا اور تمام رات ادھر ادھر ڈھونڈتا پھرا صبح ہوتے
ہی جس طرف سے آواز آتی تھی ادھر روانہ ہوا کیا دیکھتا ہے کہ ایک جوان خوش رو سر و پا برہنہ
بے اختیار رو رہا ہے حاتم نے کہا اے بندۂ خدا تو ایسا پھوٹ پھوٹ کر کیوں روتا ہے وہ جوان کہنے لگا
کہ میں مرد سپاہی ہوں اور روزگار کیواسطے شہر سے نکلا تھا راہ بھول کر اس ملک میں آ پہونچا اور
اس بستی والوں سے پوچھنے لگا کہ اس بستی کے حاکم کا نام کیا ہے کسی نے کہہ دیا کہ اس شہر کا ذالی مسخر
جادو کہلاتا ہے اس شخص کے سنتے ہی میں ڈرا اور وہاں سے بھاگ کر ایک جنگل کیطرف راہی ہوا۔
اتفاقاً راہ میں ایک باغ نہایت دلچسپ روح افزا دکھائی دیا میرے دل کو اس کی سیر کی
یہاں تک رغبت ہوئی کہ میں اس کے قریب آکر گھوڑے سے اتر پڑا دو چار قدم اس کے اندر گیا
ہونگا اتنے میں ایک غول پریوں کا پاس زرتیا سے جھمکتا ہوا نظر آیا میں نے اپنی عقل
سے معلوم کیا کہ شاید یہاں کسی امیر کا [illegible] سیر کرنے کو آیا ہے یہ مناسب نہیں کہ کسی کی
ناموس کو نظر بد سے دیکھئے یہ خیال کر کے وہاں سے پھرا کہ ان عورتوں نے دوڑ کر [illegible]
خبر کی اور وہ [illegible] اس بات [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

چاہتا تھا کہ اس کی گردن پکڑ کر زمین پر دے پٹکے وہ لڑکی ڈری اور چلائی کہ میں بے گناہ ہوں. خدا کے واسطے پہلے تقصیر ثابت کرو پھر جو چاہو سو کیجیو اس بات کو سن کر وہ ٹھہر گیا تب یہ دائی نے آکر کہا اے خداوند شہزادی تمام خود جوان ہوئی ہے اور اس شہر میں آپ کی دامادی کے لائق کوئی نظر نہیں آتا یہ مسافر نہایت لیاقت دار ہے کیونکہ اس نے مارے حیلے کے شہزادی سے اتنی بات بھی نہیں کی بہتر یہی ہے کہ اسی کے ساتھ شہزادی کو بیاہ دوں اگر ان دونوں بے گناہوں کو مار دوگے تو خلق میں رسوائی ہوگی اور ان کا خون تا قیامت تمہاری گردن پر رہے گا خدا کو کیا جواب دوگے تب اس نے اپنی لڑکی سے پوچھا کہ تیری کیا مرضی ہے اس نے کہا کہ آج تک میں نے کسی نامحرم کو نہیں دیکھا اور پہلے پہل یہی نظر پڑا ہے اس واسطے میں نے اسے منظور کیا اس نے کہا بہت بہتر تجھے مبارک ہو لیکن یہ میرے تین قول پورے اس بات کو سن کر منیر بولا کہ جو کچھ آپ فرمائیں گے میں بجا لاؤں گا اس نے کہا پہلے تو ایک جوڑا پریرو جانور کا دوسرے سرخ سانپ کا مہرہ تیسرے آپ کو کھولتے گھی کے کڑھاؤ میں ڈال کر اور سلامت نکالو اس وقت میں اپنی بیٹی تجھے دوں گا منیر اس کے یہ سوال سن کر گھبرایا اور اسی بہانے سے اس بیابان وحشت اثر میں آ پڑا اب مارے بھوک اور پیاس کے اتنی طاقت نہیں جو اپنے وطن کو جاؤں نہ یہ قدرت ہے کہ اس کے جواب دے کر اپنی معشوقہ سے ملوں دو برس سے بگولے کی طرح چاروں طرف خاک اڑاتا پھرتا ہوں حاتم نے کہا اے جوان میں برائے خدا یہ شرطیں پوری کر کے تیری معشوقہ کو تجھ سے ملاؤں گا میری بات یاد رکھ اور حق تعالیٰ نے اسی واسطے مجھے پیدا کیا ہے کہ ہر ایک کے برے وقت میں کام آؤں پھر سوچا کہ گیدڑ میرے زخم کے واسطے پریرو جانور کا مغز دشت مازندران سے لایا تھا اب مجھ کو بھی ضرور ہوا کہ اسی جنگل میں جاؤں یہ سمجھ کر اس سے رخصت ہوا اور منزل مقصود کو چل نکلا تھوڑی دور جا کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک قلعے کے خندق کے گرد بہت سی لکڑیاں جمع کر کے ایک خلقت آگ لگانے کی فکر کر رہی ہے یہ ماجرا دیکھ کر وہ متفکر ہو کر کہنے لگا یہاں آگ لگانے کا کیا سبب ہے کسی نے کہہ دیا کہ ایک جانور بڑا آفت روزگار کسی طرف سے آتا ہے اور تین چار آدمی کھا جاتا ہے اگر یہی حالت رہی تو تمام شہر ویران ہو جائے گا اس بات کو سن کر وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ اس بلا کو کسی طرح ان غریبوں کے سر سے ٹالا چاہیئے یہ سوچ کر کاروانسرا میں آیا اور اس کے پاس میدان میں ایک بڑا سا گڑھا کھدوایا اور بہت سی سوکھی لکڑیوں سے پٹوا کر اس میں بیٹھا جب پہر رات گئی تب وہ جانور آتے ہوئے نظر آیا گویا ایک پہاڑ سا چلا آتا ہے جب نزدیک آیا حاتم نے دیکھا کہ اس جانور کا نام منتمتا ہے آٹھ پاؤں اور سات سر رکھتا ہے کہ ایک سر ہاتھی کا سا ہے

اور چھ سر شبر کے سے ہیں چنانچہ جو سر ہاتھی کی شکل ہے اس میں تو آنکھیں ہیں اگر اس کی آنکھیں
کسی ضرب سے پھوٹ جائیں تو یقین ہے کہ یہاں سے بھاگے اور کبھی اس طرف کو رُخ نہ کرے
اتنے میں منہ پھیلائے شہر کیطرف آپہونچا لوگوں نے دیکھتے ہی قلعے کے گرد آگ بھڑکا دی اس کا
شعلہ ایسا بلند ہوا کہ قلعہ نظر آنے لگا وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا اور ایک آواز اس ہاتھی کے سر سے
ایسی نکلی کہ تمام خلقت وہاں کی تھر تھرا گئی اور ساری زمین کانپ گئی یکایک وہ جنگل گرفتہ حاتم کے
پاس جا پہنچا اس نے ایک تیر ایسا تاک کر مارا کہ بیچ میں جو آنکھ تھی آ میں ترازو ہو گیا وہ نیم بسمل کیطرح
خاک پر تڑپنے لگا۔ اور نعرے ایسے مارے کہ تمام جنگل تھر تھرا اٹھا یکایک اٹھ کر ایسا بھاگا
کہ پیچھے پھر کر نہ دیکھا حاتم اس غار سے نکلا اور باقی رات وہیں کاٹی صبح کو اس بستی کے رہنے والے
اس سے پوچھنے لگے اے عزیز تو اس کو دیکھ کر جیتا رہا اس نے کہا میرے سر پر خدا کا سایہ تھا
اس نے بچا لیا اور اس کا نام دشمن تھا خدا کے فضل سے میں نے اسے مارا اور تمہارے سر سے دفع
کیا انھوں نے کہا کہ یہ بات ہم کیونکر باور کریں حاتم بولا کہ آج کی رات تم سب کے سب قلعہ کی
چھت پر بیٹھ کے جاگو اگر وہ آج کی رات آئے تو مجھ کو جھوٹا جانیو اور نہیں تو سچا انھوں نے اس کے کہنے
کے مطابق کیا وہ جانور صبح تک نہ آیا تب وہ سب کے سب آ کر حاتم کے پاؤں پر گر پڑے لاکھوں
روپیہ اور سیکڑوں جواہر کے اس کے آگے دھرے حاتم نے کہا کہ میں تن تنہا مسافر غریب اس قدر
زر و جواہر کو لے کر کیا کروں گا بہتر یہی ہے کہ اس کو فقیروں اور محتاجوں کو بخشو خدا کے نزدیک
سرخرو اور دنیا میں نیک نام کہلاؤ یہ کہکر وہاں سے بھی رخصت ہوا اور کسی طرف کو چلا اتفاقاً
ایک دن راہ میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک سانپ نیولے سے لڑ رہا ہے قریب ہے کہ کوئی نہ کوئی
اس میں سے مارا جائے حاتم نے جو یہ دیکھا للکار کر دور کہا اے جوانو تم دونوں میں کیا ایسی دشمنی ہے
کہ جو آپس میں لڑ رہے ہو اور اپنی جانیں کھوتے ہو سانپ نے کہا کہ اس نے میرے باپ کو مارا ہے میں
اسے مار ڈالوں گا نیولا بولا وہ میری خوراک تھا میں نے کھا لیا اور اس کو بھی کھاؤں گا حاتم نے کہا اے
نیولے اگر تجھ کو گوشت ہی کھانا منظور ہے تو مجھ سے کہ اپنے بدن کا دوں اور سانپ سے کہا کہ اگر تو اپنے
باپ کا عوض چاہتا ہے تو مجھے مار کہ میں خدا کی راہ میں ایک مدت سے سرگرداں پھرتا ہوں یہ بات سن کر
وہ دونوں آپس میں لڑائی سے باز رہے پھر نیولے نے کہا اے شخص تو نے وعدہ کیا تھا کہ دیتا گوشت
دوں گا اب اسے دے کہ میں کھاؤں حاتم نے کہا جہاں کا گوشت چاہیئے وہاں کا مانگ اس نے
کہا اپنے رخسار کا دے حاتم خنجر کمر سے کھینچنا چاہتا تھا کہ نیولا پکارا اے جوانمرد ٹھہر یہ کہکر دونوں
آدمی کی صورت ہو گئے حاتم نے کہا اے عزیزو یہ کیا سبب ہے تم ابھی حیوان کی شکل تھے اور اب
انسان ہو گئے انھوں نے کہا ہم جن کی قوم سے ہیں اور میں نے اس کے باپ کو اس واسطے مارا ہے

کہ میں اس کی بیٹی پر عاشق ہوں وہ اس کی شادی میرے ساتھ نہ کرتا تھا اور یہ اس لڑکی کا بھائی
ہے یہ بھی ویسی ہی جستیں کرتا ہے اب اسے بھی مار ڈالوں گا حاتم نے کہا اے جوان تو اپنی بہن کی شادی
اس کے ساتھ کیوں نہیں کرتا اس نے کہا کہ میں اس کی بہن پر عاشق ہوں یہ بھی اگر اس کو میرے ساتھ
بیاہنا قبول کرے تو میں بھی قبول کر دوں نیولے نے کہا کہ میرا باپ جیتا ہے وہ راضی نہیں ہوتا ہے
میں ناچار ہوں حاتم نے کہا اپنے باپ کے پاس مجھے لے چل میں اسے سمجھا بجھا کر راضی کر دوں گا
غرض وہ دونوں جن اور حاتم روانہ ہوئے تھوڑی دور جا کر نیولے نے کہا کہ میں اپنے محل میں جاتا
ہوں تو شہر میں آ یقین ہے کہ وہاں کے لوگ تجھے پکڑ کر میرے باپ کے پاس لے آئیں گے وہاں
جیسی دیکھیو ویسی کیجیو حاتم نے اس کے کہنے پر عمل کیا چنانچہ جن اس کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گئے
اور اس بادشاہ کا نام ہیوز تھا بادشاہ نے کہا اے آدمزاد تو ہمارے شہر میں کیوں آیا ہے
وہ بولا میں بندہ خدا ہوں اور تیرے بیٹے کو آیا ہوں بادشاہ نے کہا اے شخص تو کیونکر جن
کی قوم سے نیکی کرے گا حاتم نے کہا خیر معلوم ہوا تو اپنے بیٹے کی زندگی سے سیر ہو چکا ہے جو ایسا
غافل ہے اس بات کے سنتے ہی اس نے کہا اے عزیز یہ کیا ہے میں نے اس عمر میں ایک لڑکا پایا
ہے میں تو اپنی جان سے بھی بہتر جانتا ہوں اور عزیز رکھتا ہوں حاتم نے کہا کہ اگر اس کی زندگی
چاہتا ہے تو میرا کہنا مان نہیں تو یہ آج جنگل میں مارا جائے گا اس نے کہا اے دوست بکرم
رحمت خدا تجھ کو کہ اس نے مجھ پر بڑا احسان کیا اور اس بھید کو ظاہر کر وہ بولا کہ تیرے بیٹے نے
کسی کے باپ کو مار ڈالا ہے وہ اس کو مارا چاہتا ہے آج میں نے اس کو ایک جنگل میں
لڑتے دیکھا تھا بلکہ قریب تھا کہ اس کی جان جائے میں نے تدبیر اس کے ہاتھ سے چھڑایا لیکن
ایک نہ ایک دن مارا ہی جائے گا کیونکہ یہ اس کی بہن پر عاشق ہے وہ اس کی بہن پر فریفتہ بہتر
یہ ہے کہ تو دونوں شادی کر دے کہ آپس میں صلح ہو جائے ہیوز نے یہ بات حاتم کی
پسند کی اور اسی وقت اپنی لڑکی اس سے بیاہ دی اور اس کی بہن اپنے بیٹے سے منسوب
کی جب کہ ایک ایک اپنی مراد کو پہنچا تب حاتم ہیوز بادشاہ سے رخصت ہونے لگا اس نے
کہا اے جوان اس نیکی کے بدلے کچھ مجھ سے زر و جواہر لے اس نے کہا کہ عوض لینا میرا کام نہیں
اس نے پھر التجا کیا اگر تو مال و متاع نہیں لیتا تو میرا یہ مہرہ لے اس میں بھی خواص ہیں
اگر سانپ اژدہا کاٹیں تو زہر اثر نہ کرے اور نہ سوزش ہو اگر اس کو گھس کے سو دے تو آگ
سے نہ جلے اگر کوئی جادو کرے تو وہ بھی اثر نہ کرے گھسنے سے کچھ نہ کر سکے اور اگر دریا جاری ہو
تو اس میں اس کو ڈال دے یہ تیری کشتی کے تو دریا پھٹ جائے اور پایاب کر دے اور ایک مہرہ دیتا
ہوں وہ بھی اپنے پاس رکھ اس کو رکھو اس کے خواص ہیں کہ اگر لال ہو یا سرخ یا سفید یا سیاہ

لے تو اس وقت منہ میں رکھ لیجیو اور بے دہشت رہیو ہرگز کسی کا زہر اثر نہ کرے گا حاتم نے
دونوں کو لے لیا اور اس سے رخصت ہوا رات دن چلنے کے سوا کچھ کام نہ کیا کئی منزلوں کے
بعد ایک دریائے عظیم الشان دکھائی دیا کہ اس کی لہر آسمان کو جاتی تھی تب فکرمند ہو کر چاروں طرف
نگاہ کی کسی کو تیرتے چلتے نہ دیکھا اتنے میں ہیوز کے عصا کا خواص یاد آیا اسی وقت اسے دریا
میں ڈال دیا وہ کشتی کے طور پر ہو گیا یہ اس پر سوار ہو کر بہا چلا جب منجدھار میں پہونچا تب اس
دریا سے ایک گھڑیال نکلا اور اس کو کھینچ کر لے گیا اور سات گز نیچے چلا گیا۔ کہیں
دم نہ لیا جب اس کا پاؤں تہہ پر لگا تب اس نے آنکھیں کھول کر جو دیکھا تو ایک گھڑیال پہاڑ
کے مانند نظر آیا یہ گھبرایا وہ عاجزی سے عرض کرنے لگا اے جوان یہ میرا مکان ہے اور اس کو
ایک کیکڑے نے زبردستی چھین لیا ہے۔ اس بات کا امیدوار ہوں کہ تو دلا دے حاتم نے کہا کہ
معلوم ہوتا ہے کہ وہ تجھ سے نہایت زبردست ہے اور تو کمزور گھڑیال بولا یہ ستم رسیدہ کیا
کہے تم دیکھیے تو معلوم کرو گے حق تو یہ ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنے نیش کی مقراض سے مجھ کو
پکڑ کے دو ٹکڑے کر ڈالے اس وقت چرائی کو گیا ہے وہ ہوتا تو دیکھتے اتنے میں وہ آ پہونچا
گھڑیال ڈر کر حاتم کے پیچھے جا چھپا اور وہ حاتم کو قلعہ کے طور دکھائی دیا چنانچہ ایک طرف کا
اس کا نیش مغرب کو پہونچا تھا دوسری جانب کا مشرق کو اتنے میں کیکڑے کی نظر جو گھڑیال
پر جا پڑی ایسا ایک نعرہ مارا کہ وہ بید کی طرح کانپنے لگا اور حاتم بھی آگے پیچھے کرنے لگا کہ ابھی
میں اس بلا سے کیونکر نجات پاؤں گا یہ دل میں کہا اور ہیوز کا عصا ہاتھ میں لے کر اٹھ کھڑا ہوا
کیکڑا اس کو دیکھ کر جہاں تھا وہیں رہ گیا اتنے میں حاتم نے باواز بلند کہا کہ اے بندۂ خدا
کسی کو دکھ دینا اچھا نہیں بلکہ جو کوئی کسی کو ستاتا ہے سو اپنے حق میں آپ کانٹے بوتا ہے اس
بات کو سن کر کیکڑے نے کہا ہم دونوں یہاں کے رہنے والے ہیں آپس میں سمجھ لیں گے آدمی کو
کیا دخل ہے جو ہمارے بیچ میں بولے حاتم نے کہا یہ تو سچ کہتا ہے پر جس نے اٹھارہ ہزار خلقت کو
پیدا کیا ہے کسی کو تری میں رکھا ہے اور کسی کو خشکی میں سبھی بندے خدا کے ہیں وہ پاک پروردگار
نہیں چاہتا ہے کہ کوئی میرا بندہ کسی کے ہاتھ سے ستایا جائے سرطان نے کہا خیر اب تو
میں اسے تیرے کہنے سے چھوڑے دیتا ہوں مگر پھر یہ مجھے کہاں سے پائے گا جو چاہتا بنا کر
لائے گا اس کو آخر اسی میں رہنا ہے اور مجھ کو بھی یہ دنیا مثل ہے دریا میں رہنا اور مگر سے بیر
اور حاتم نے کہا اے کافر معلوم ہوا کہ تو کسی پر رحم نہیں کرتا ہے اور نہ خدا سے ڈرتا ہے خیر اب
بھی کچھ نہیں گیا اگر اپنی زندگی چاہتا ہے تو ایذا دینے سے باز آ اور اس جگہ کو چھوڑ دے نہیں تو
ابھی دھجیاں اڑائے دیتا ہوں اس بات کو سن کر سرطان ہنسا اور کہنے لگا کہ اس ضد پر تو

میں ہرگز اسے نہ چھوڑوں گا ملکہ مجھے بھی یہ کہکر چاہتا تھا کہ اپنے نیش سے پکڑ کے حاتم کو دو ٹکڑے
کر ڈالے اتنے میں اس نے ہیبت ناک عصا اس زور سے مارا کہ اس کے دونوں نیش کھیرے کی طرح
کٹ کر زمین پر گر پڑے سلطان نے جب دیکھا کہ میرے پاس حربہ نہ رہا جان لے کر بھاگا اور گھڑیال
اس کے پیچھے دوڑا حاتم نے ڈانٹ کر کہا اے نامرد کہاں جاتا ہے اگر اب تو کچھ دکھ دے گا
تو میں تجھے مار ڈالوں گا اس بات کو سنتے ہی وہ ڈرا اور دم میں کھڑا رہا حاتم آنکھ بند کر کے
اس بیڑے پر چڑھا اور دریا کے کنارے جا لگا پھر مار زنداں کی طرف روانہ ہوا اور اس کے
قریب جا پہونچا ایک درخت سایہ دار کے نیچے بیٹھ کر سوچنے لگا کہ میں خدا کے فضل و کرم سے یہاں
تک آیا اب اس جانور کے جوڑے کو ڈھونڈھیے اتنے میں رات ہو گئی اور وہ جو چرائی
کو گئے تھے سو وہاں سے پھرے اور ایک درخت کے اوپر بیٹھ کر آپس میں کہنے لگے آج کی
رات ایک آدمی خدا رسیدہ اور غریب و غیر کے واسطے اپنے اوپر اذیتیں اٹھاتا
اور دکھ سہتا یہاں تک آیا ہے اور ہم نے بزرگوں سے اس کا نام حاتم بن طے سنا ہے اور
وہ خدا کا بندۂ خاص ہے ایسا نہ ہو کہ ہماری ملاقات سے محروم رہ جائے یہ بات ٹھہرا کر وہ
سب آئے اور حاتم کے پاؤں پر گر پڑے وہ ہر ایک جانور کی صورت دیکھ کر حیران رہ گیا
اس واسطے کہ ان کا منہ آدمی کا سا اور بدن طاؤس کا اگر پری بھی انھیں دیکھ لے تو فریفتہ
ہو جائے اور وہ جانور زبان فصیح سے کہنے لگے کہ آفرین ہے تیری ہمت پر کہ تو نے غیر کے
واسطے آپ کو اس محنت و مشقت میں ڈالا شاید کوئی شخص مسخر جادو کی بیٹی پر عاشق
ہوا ہے جو مسخر نے ایک جوڑا ہمارا طلب کیا ہے تو اس لئے یہاں آیا ہے حاتم نے کہا یہ
تم نے سچ کہا اگر تم اپنے میں سے ایک جوڑا میرے حوالے کرو تو گویا اس نیم جاں کو جلاؤ اور
مجھے بھی بے دام مول لو میں جب تک جیتا رہوں گا تمہارا احسان مانوں گا اور وہ
نامراد اپنی مراد کو پہونچے گا اس بات کو سن کر انھوں نے آپس میں مشورت کی کوئی ایسا ہے
کہ ایک جوڑا اپنے بچوں کا خدا کی راہ پر اس جوان کو دے کہ کار خیر ہے اس سخن کو سنتے ہی
ان میں سے ایک اٹھا اور ایک جوڑا اپنے بچوں کا حاتم کو دیا اور کہا کہ تو اس کا مختار ہے
جو چاہے سو کر حاتم ان دونوں کو لے کر رخصت ہوا ایک مدت کے بعد اس جوان تک
پہونچا وہ سر جھکائے بیٹھا تھا کہا اے جوان خوش ہو کہ مطلب تیرا بر آیا وہ اس جوڑے کو
دیکھتے ہی حاتم کے پاؤں پر گر پڑا حاتم نے اس کو گلے لگا لیا اور وہاں کا احوال اور راہ کا
دکھ سب اس کو سنایا اور کہا کہ تو اسی طرح سے اس مسخر جادو کے سامنے تذکرہ کرنا اور
کہنا کہ یہ جوڑا میں لایا ہوں غرض وہ سپاہی اس جوڑے کو لے کر مسخر جادو کے پاس گیا

وہ اس کو دیکھکر خوش ہوا اور کہنے لگا کہ یہ کام تیرا نہیں ہے شاید کسی دوسرے نے مدد کی ہے اور اگر تو لایا ہے تو وہاں لے چل ہر ایک مقام کا نشان دے اور وہاں کی کیفیت سے آگاہ کر جوان نے مفصل کیفیت بیان کی اس نے کہا تو سچ کہتا ہے اب جا اور سرخ سانپ کا مہرہ لا اس نے کہا ایک مرتبہ اس نازنین کا منہ دکھا کہ مجھے بھی طاقت ہو یہ سن کر اس نے ایک لڑکی سے کہا کہ بابا ایک دم کے واسطے اپنا چہرہ کھڑکی سے نکال کر اپنے عاشق کو ذرا جمال دکھلا دے یہ سن کر وہ کھڑکی کھول کر ناز و ادا سے جھانکنے لگی غرض اسی دیدبازی میں وہ دن گذر گیا جوان نے کہا اب میں سرخ سانپ کا مہرہ لینے جاتا ہوں اگر کچھ اس سے آگاہ ہے تو کہہ دے کہ وہ کس سرزمین پر ہے اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ وہ کوہ قاف کے دشت سرخ میں ہے وہ رخصت ہو کر حاتم کے پاس آیا اور کہا اے عزیز اس نے سرخ سانپ کا مہرہ مانگا ہے حاتم نے کہا کہ تو اس کا پتہ بھی پوچھ آیا کہ وہ کس طرح کا ہے اس نے جو سنا تھا کہہ دیا حاتم بولا کہ اب تو فریاد و فغاں نہ کر میں تیرے کام میں دل و جان سے سعی کرتا ہوں بلکہ ابھی جاتا ہوں خدا کریم و رحیم ہے چاہیئے کہ تو جلد اپنی مراد کو پہونچے اس طرح کی باتیں کر کے اس سے رخصت ہوا اور کوہ قاف کیطرف چلا کئی منزلیں گیا تھا کہ ایکدن صبح کے وقت قضائے حاجت کو جاتا تھا کہ دیکھتا کیا ہے کہ ایک بچھو ہفت رنگی کلنگ مرغ کے برابر صحرا میں چلا جاتا تھا یہ اس کو دیکھ کر ڈرا اپنے جی میں کہنے لگا کہ خدا جانتا ہے کہ میں نے بھی اس عمر میں ایسا بچھو کبھی نہیں دیکھا وہ جا کر کسی کونے میں چھپ رہا یہ تمام دن اس کی جستجو میں رہا اور بار بار کہتا تھا کہ دیکھا چاہیئے تب تو یہ کیا کرتا ہے اتفاقاً میدان میں بہت سی گائیں اور گھوڑے جمع ہوئے ان کے پاس تین چار چاکر اور نگہبان سو رہے تھے رات گئے وہ بچھو پتھر کے نیچے سے نکل کر گایوں کیطرف گیا اور اچک کر ایک گائے کے سر پر ڈنک مارا وہ تڑپ کر مر گئی غرض اسی طرح سے سب کو مار ڈالا پھر گھوڑوں کے گلے میں آیا اور ان کا بھی ان کے نگہبان سمیت کام تمام کیا پھر اسی پتھر کے نیچے جا کر چھپ رہا جب صبح ہوئی اس گاؤں کے رہنے والے جو اس جنگل میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ دونوں گلے نگہبان سمیت مرے پڑے ہیں اور ہر ایک کے پیٹ سے نیلا پانی بہہ رہا ہے تب لوگوں نے اس سے کہا کہ اے مسافر تو کیونکر جیتا ہے حاتم بولا اے یارو میں نے ایک تماشہ دیکھا ہے یعنی ایک بچھو سات رنگ کا مرغ کے برابر پیدا ہوا اسی نے یہ کام کیا ہے اتنے میں وہ بچھو پتھر کے نیچے سے پھر نکلا اور ان کے سردار کے سر پر ڈنک مارا وہ تڑپنے لگا بچھو نے جنگل کی راہ لی حاتم اس کے پیچھے ہو لیا تھوڑا سا دور چلا

تھا کہ ایک شہر نظر آیا کچھ وہاں لوٹ پیٹ کر کالا سانپ بن گیا حاتم اور بھی حیران
ہوا جب پہر رات گئی تب وہ سانپ بل سے نکل کر شہر کی طرف چلا حاتم بھی
اس کے پیچھے ہو لیا وہ محل شاہی میں موری کی راہ گھس گیا اور بادشاہ کو ڈس کر وزیر
کی حویلی میں پیٹھا وہاں اس کی بیٹی کو کاٹ کر نکلا اور اسی سوراخ میں جا بیٹھا صبح کو
شہر میں غل مچ گیا کہ رات کے وقت بادشاہ کو سانپ نے کاٹا اور وزیر کی بیٹی
کو بھی ڈسا ہزار حیف کہ ان کی جانیں مفت گئیں اتنے میں شام ہوئی سانپ
پھر بل سے نکلا اور کسی طرف کو روانہ ہوا حاتم بھی آنکھ بچائے ہوئے اس کے ساتھ
چلا غرض صبح کے ہوتے ہوتے ایک دریا کے کنارے جا پہونچا وہاں شیر کی
صورت ہو گیا اتنے میں دس بارہ آدمی پانی پینے آئے ان میں ایک لڑکا چودہ
پندرہ برس کا حسین تھا اس پر جا پڑا اور ان میں سے ایک کو اٹھا لیا اور ایک
گوشے میں لے گیا وہاں اس کا پیٹ پھاڑا اور دل و جگر کو بڑے مزے سے کھا کے
جنگل کو راہی ہوا حاتم بھی ساتھ چلا وہ تھوڑی دور جا کر ایک عورت نازنین کی
صورت بن کر سر راہ جا بیٹھا حاتم حیران ہوا اتنے میں دو بھائی سپاہی زادے اتفاقاً
آ نکلے اور جب وہ اس کے قریب پہونچے تب وہ عورت رونے لگی اس کے رونے
کی آواز ان کے کان میں گئی بڑا بھائی اس کے پاس آ کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک عورت
حسین رو رہی ہے وہ آپ بھی آنسو بھر لایا اور اس سے پوچھنے لگا اے نازنین
تو کون ہے اور اس بیابان میں کس لئے روتی ہے اس نے کہا اے جوان میں فلاں
شخص کی جورو ہوں وہ میرے میکے سے لئے ہوئے اپنے گھر جاتا تھا اتنے میں
ایک شیر جنگل سے نکلا اور اس کو اٹھا کر لے گیا میں تن تنہا یہاں بیٹھ رہی ہوں
نہ اپنے باپ کے گھر کا رستہ جانتی ہوں اور نہ سسرال کی راہ پہچانتی ہوں اس نے
کہا کہ اگر کوئی تجھے اپنے پاس رکھے تو اس کے پاس رہنا قبول کرے یا نہ کرے
اس نے کہا کیوں قبول نہ کریں یہ سن کر اس نے کہا مجھے قبول کر عورت بولی کہ
تین شرطوں سے ایک یہ ہے کہ تیرے گھر میں دوسری عورت نہ ہو دوسری یہ ہے
کہ مجھ سے محنت اور خدمت نہ ہو سکے گی تیسری یہ ہے کہ جب تک میں جیوں مجھ کو
ایذا نہ دینا نہ کڑھانا اس نے کہا کہ میں بھی مرد مجرد ہوں جب تک جیتا رہونگا
تیرے سوا اور دوسری رنڈی نہ کروں گا اس نے کہا کہ میں اس بات پر جان و دل
سے راضی ہوئی الغرض اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور آگے چلا حاتم بھی اس کے پیچھے

پیچھے

ہو لیا تھوڑی دور جا کر اس عورت نے اس جوان سے کہا کہ میں تین دن سے بھوکی
پیاسی ہوں مارے ضعف کے جی سنسناتا ہے اگرچہ کھانے کی چیز ہاتھ نہ لگے
مگر پانی ضرور لایا چاہیئے یہ سن کر اس نے عورت کو ایک درخت کے نیچے بٹھا کر
اپنے بھائی سے کہا کہ میاں میں نے تیرے واسطے یہ سوچا ہے کہ تو اس سے خبردار رہ ہو
میں کہیں سے پانی لے آؤں یہ کہہ کر وہ چل دیا ایک دم کے بعد اس عورت نے
اس کے بھائی سے کہا کہ میں نے تیرے واسطے اس کے ساتھ رہنا قبول کیا تھا کہ
تیری صورت دیکھتے ہی میرا دل اختیار میں نہ رہا نہیں تو ایسے بڈھے کو میں
کیوں قبول کرتی اب تجھ کو لازم ہے کہ تو مجھے اپنی خدمت میں رکھے اس نے کہا
کہ تم ہماری ماں بہن کی جگہ ہو یہ ہم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ تم کو اپنی جورو بنائیں
وہ کہنے لگی اے جوان اگرچہ میں اس کی جورو ہوئی ہوں پر تیری محبت میں ہو گئی
اس نے کہا یہ بھی ممکن نہیں اس خیال فاسد کو دل سے دور کر وہ یہ سن کر جل گئی
اور کہنے لگی میں تجھ پر تہمت لگا کر تیرے بھائی سے کہوں گی کہ یہ مجھ سے تیرے پیچھے
بدفعلی کیا چاہتا تھا نہیں تو یہ بات قبول کر کے اس نے کہا جو چاہو سو کرو ہرگز
تیری نہ سنوں گا اسی گفتگو میں تھے اور حاتم بھی ایک کونے میں کھڑا ہوا ان
کی باتیں سنتا تھا اتنے میں بڑا بھائی چھاگل پانی سے بھرے ہوئے قریب آ پہنچا
کہ اس عورت نے سر کے بال کھسوٹنے اور چیخنے لگی اس نے نزدیک آ کر پوچھا
بی بی میں پانی لینے گیا تھا تجھ کو نہ کسی شیر نے کھایا نہ کسی درندے نے پھاڑا جو تو
میرے واسطے اس قدر حال تباہ کرتی ہے اس کا سبب کیا ہے وہ بولی میاں کمبخت
خدا تجھ اور تیرے چھوٹے بھائی پر ارے کمبخت کوئی بھی اپنی عورت کو ایسے بدکار
کے پاس چھوڑ کر کہیں جاتا ہے فقط خدائے کریم نے میری شرم رکھی جوں ہی تو
پانی لینے کو گیا ویسیں اس کمبخت نے میرا ہاتھ پکڑ کے اپنی طرف کھینچا کہ میرا ستر
دیکھے اور خراب کرے میاں آپ کو چھڑا لگی تھی جب میں نے دیکھا اب رہائی
نہیں بے اختیار فریاد کرنے لگی مگر کوئی میری داد کو نہ پہنچا اور یہ کہتا تھا کہ تو
مجھ کو قبول کیوں نہیں کرتی میں تجھ پر ہزار جان سے عاشق ہوں اگر قابو پاؤں گا
تیرے بھائی کو ٹھکانے لگاؤں گا اس بات کے سنتے ہی وہ مارے غصے کے
تھرتھرانے لگا اور اپنے چھوٹے بھائی سے کہنے لگا اے نامراد آج تک کسی نے
بھی اپنے ماں بہن سے ایسا کام کیا ہے جو تو اس سے کیا چاہتا تھا لڑکے نے ہرچند

قسمیں کھائیں مگر اس نے بھائی کا کہنا ہرگز نہ مانا آخر کار ایک تلوار اس کے سر پر ایسی ماری کہ وہ سینے تک پہونچی اور چھوٹے بھائی نے بھی ایسا خنجر مارا کہ اس کے پیٹ کو ناف تک چیر گیا دونوں زخمی ہو کر گر پڑے اور جان بحق تسلیم ہوئے وہ صورت بھینس ہو کر آگے بڑھی حاتم اس کے پیچھے ہولیا وہ ایک گاؤں کے پیچھے پہونچی اور یہ بھی ساتھ ہی ساتھ چلا اس گاؤں کے رہنے والے اس کو دیکھتے ہی بے اختیار دوڑے اور انھوں نے چاہا کہ اس کو پکڑ کے اپنے گھر لے جائیں اس لالچ سے پاس نزدیک آئے اس نے کتنوں کو لاتوں سے مار ڈالا اور کتنوں کو سینگوں سے پھاڑ دیا پھر ایک جنگل میں جا کر پیر مرد کی صورت بن گئی تب حاتم اپنے دل میں کہنے لگا اب اس ماجرے کو اس سے پوچھا چاہیئے کہ یہ کیا سبب ہے یہ سوچکر جلد دوڑا اور پکار کر کہنے لگا اے پیر مرد برائے خدا ذرا ٹھہر جا وہ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے حاتم تو خوش تو ہے کہہ کیا کہتا ہے حاتم نے پوچھا تم میرے نام سے کیونکر واقف ہوئے اس نے کہا تیرے نام پر کیا موقوف ہے میں تیرے باپ کا نام بھی جانتا ہوں تجھے اس بات سے کیا جو پوچھنا منظور ہے پوچھ کہ اس وقت مجھے فرصت نہیں ایک کام ضروری درپیش ہے آخر حاتم نے جس جس صورت سے اس کو دیکھا تھا اس اس شکل کا حال پوچھا۔ حاتم کی اس بات کو سن کر وہ ہنسا اور کہنے لگا کہ تجھ کو اس کے سننے سے کیا ایک دن تجھ کو بھی اسی صورت سے کھاؤں گا حاتم نے کہا کہ جب تک یہ بھید مفصل نہ کہے گا میں تجھ کو نہ چھوڑوں گا تب پیر مرد نے ناچار ہو کر کہا کہ میرا نام ملک الموت ہے جس جس صورت سے حکم ہوتا ہے اس اس شکل سے میں ایک ایک کی جان قبض کرتا ہوں اس سخن کو سن کر حاتم خوش ہوا اور کہنے لگا اب یہ کہو کہ میری اجل کب ہے اور کس سبب آئے گی اس نے کہا ابھی تو تیری عمر آدھی بھی نہیں گذری جب تو پچاس برس کا ہو گا تب ایک برآمدے سے گرے گا اور تیری ناک سے یہانتک لہو جاری ہو گا کہ تو مر جائے گا اور ابھی تو تیری عمر بہت باقی ہے اس عرصے میں جو نیک کام تیرے ہاتھ سے نکلے تو اس میں کوتاہی نہ کر یہ سن کر حاتم نے سجدۂ شکر کیا۔ سر اٹھا کر جو دیکھا تو وہ پیر مرد نہ نظر آیا اور اس نے دشت سرخ کا رستہ لیا ایک مدت کے بعد زمین سیاہ میں جا کر پہونچا وہاں کے سانپ آدمی کی بو پا کر چاروں طرف سے دوڑے وہ مہرہ کا عصا گاڑ کر اس کے پیچھے بیٹھ گیا سانپوں نے اس کے گرد حلقہ کر لیا اور ساری رات یہی صورت رہی صبح ہوتے ہی وہ سب کے سب جہاں سے آئے تھے وہاں چلے گئے

حاتم بھی وہاں سے آگے بڑھا زمین سفید پر جا کر پہونچا وہاں سفید سانپ تھے اسی طرح سے ساری رات اس کے گرد بیٹھے رہے فجر کے ہوتے ہی بدستور چلے گئے حاتم وہاں سے بھی روانہ ہوا زمین سبز پر پہونچا وہاں بھی یہی حادثہ پڑا صبح کو پھر روانہ ہوا اور زمین سرخ پر جا پہونچا یہ تھوڑی دور چلا تھا کہ سرخ سانپ نے حاتم کی بو پا کر پھنکارے مارنا شروع کیں اس زور شور سے کہ منہ کے شعلے آسمان تک پہونچتے تھے اور اس کا پھن چٹان کے برابر قد تاڑ کے مانند تھا۔ اور آگ کے شعلے اس کے نتھنوں سے نکلتے تھے آخر سانپ کی نظر حاتم پر پڑی بے تحاشہ پھن پھیلا کر لپکا اور شعلۂ منہ سے چھوڑنے لگا مگر ہیوز کے نیزے کے سبب زہر کارگر نہ ہوا حاتم محفوظ رہا رات اسی طرح گذری صبح کیوقت مہرہ سرخ سانپ کے لبوں پر آ رہا حاتم نے دیکھا ایک غلیلہ سرخ سانپ کے لبوں پر رکھا ہے حاتم نے دیکھا اور اپنا نیزہ ہلایا وہ اپنا سر زمین پر پٹکنے لگا غرض ادھر آفتاب نکلا ادھر وہ مہرہ اس نے اپنے منہ سے اگل دیا اور اپنی بانبی میں چلا گیا حاتم مہرے کے نزدیک آیا لیکن اٹھا لینے سے ڈرا اور جی میں کہنے لگا کہ مبادا گرم ہو اور ہاتھ جل جائے اس سے یہی بہتر ہے کہ قدرے ٹھہر جائیے تھوڑی دیر کے بعد اس نے اپنی پگڑی سے چیتھڑا پھاڑ کر اس کے اوپر ڈال دیا وہ کپڑا نہ جلا تب ہاتھ بڑھا کر وہ مہرہ پگڑی میں باندھ لیا گرمی جاتی رہی اور اس جنگل کی ساری زمین سرد ہو گئی پھر آپ وہاں سے روانہ ہوا غرض اس مہرے کی پیدائش یوں ہی ہوتی ہے کہ جب کوئی اس کو لیجائے تب تیس برس کے بعد دوسرا پیدا ہو اور اس کی ایک ہزار خاصیتیں ہیں کوئی کہاں تک بیان کرے القصہ حاتم ایک مدت کے بعد اس جوان کے پاس آ پہونچا اور وہ مہرہ اسے دیکر تمام احوال کہہ سنایا جوان حاتم کے پاؤں پر گر پڑا۔ اس نے گلے سے لگا لیا اور کہا کہ اب تو جا اور اس مہرے کو سنجر جادو کے حوالے کر وہ مہرہ لے کر حاتم سمیت اس شہر میں آیا اور سنجر جادو سے ملاقات کر کے وہ مہرہ اس کے آگے رکھدیا اور کہا کہ صاحب اس کو میں بڑی محنت سے لایا ہوں اس نے کہا کہ میں پہلے اس کی آزمایش کر لوں تب تیری بات پر اعتماد کروں اس نے کہا بہت اچھا کیا مضائقہ غرض سنجر جادو نے اس کو ہر طرح سے آزمایا جب وہ مہرہ تحقیق ہوا تب اس نے ظاہر میں خوشی کی اور باطن میں شرمندگی کھینچی اور یہ بات کہی کہ اے جوانمرد اب ایک شرط باقی ہے اس کو بھی ادا کر اس نے کہا بہت بہتر آخر کار سنجر جادو نے اپنے لوگوں کو بلوایا اور کہا کہ ایک لوہے کا کڑھاؤ گھی سے بھر کر چولھے پر دھر دو اور سات روز تک رات دن اس کے نیچے آنچ کرو تاکہ وہ خوب کڑکڑائے انھوں نے اس کے کہنے کے مطابق کیا اور وہ کڑھاؤ

کھولا کہ اگر اس میں پتھر بھی گرے تو جل کر خاکستر ہو جائے بعدہٗ اس جوان سے کہا کہ اب اگر تو اس میں کود کر تو سلامت نکلیگا تو اپنی معشوقہ کو پاوے گا جوان ڈرا اور حاتم سے کہنے لگا کہ اس آگ سے میں کیونکر جیتا بچوں گا حاتم نے دلاسا دے کر کہا کہ غم نہ کھا خدا کو یاد کر وہ یہ بھی مشکل آسان کرے گا یہ کہکر حاتم نے وہ مہرہ جو اس خرس کی بیٹی نے اس کو دیا تھا اپنی پگڑی سے کھول کر اس کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ اس کو اپنے منہ میں رکھ کر بے کھٹکے اس جلتے کڑھاؤ میں کود کر غوطہ مار کر نکل آ خدا کے فضل و کرم سے تیرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور رونگٹا بھی نہ جلے گا جوان اس مہرے کو اپنے منہ میں ڈال کر سحر جادو سے کہنے لگا کہ اب کیا کہتا ہے اس نے کہا اس کو کڑھاؤ میں ڈال جوان کڑھاؤ کے پاس گیا مگر دیکھتے ہی کانپنے لگا حاتم نے للکارا کہ اے جوان اندیشہ نہ کر وہ حاتم کی آواز سن کر کڑھاؤ میں کود پڑا اور ایک غوطہ مارا اور کھولتے گھی کو ٹھنڈا پانی سا پایا تب ادھر ادھر کڑھاؤ میں پھرنے لگا اور اپنی بدن پر گھی کو ملنے لگا بلکہ ہنس ہنس کر کہتا ہے اب کیا کہتا ہے باہر آؤں یا دو چار گھڑی اور بھی اس میں رہوں سحر جادو شرمندہ ہوا حاتم نے کہا اب حجاب کیوں کرتا ہے اپنا وعدہ وفا کر کیونکہ جو کچھ تو نے کہا اس بیچارے نے کیا اور اگر اب تو جادو کرنے کی فکر میں ہے تو ہرگز تیرا جادو اثر نہ کرے گا کیونکہ یہ ایک سرخ مہرہ اور بھی اپنے پاس رکھتا ہے اس بات کو سن کر وہ شرمندہ ہوا پھر شادی کا سامان کیا اور اپنی بیٹی کو بیاہ دیا جوان سے معذرت کی اور کہا کہ یہ ملک اور مال سب تیرا ہے کہ میں اس کے سوا اور کوئی لڑکا بالا نہیں رکھتا تو ہی میرا فرزند ہے حاصل کلام وہ دونوں عاشق معشوق آپس میں ملے تب حاتم رخصت ہوا اور کہنے لگا بھائی مجھ کو اور بھی ایسے ہی بہت سے کام کرنے ہیں رخصت دے چنانچہ کوہ القا کو جاتا ہوں حاتم نے اپنا مہرہ اس سے لیکر کوہ القا کا رستہ پکڑا آخر ایک دن کوہ القا کے متصل جا پہونچا کیا دیکھتا ہے کہ ایک پہاڑ آسمان سے باتیں کر رہا ہے پرندے کی طاقت نہیں کہ وہاں پر مار سکے اور چرندے کی قدرت نہیں جو ادھر نظر کر سکے حاتم اس اندیشے میں اس کے نیچے بیٹھ گیا کہ اگر یہاں کے کسی رہنے والے کو دیکھوں تو پوچھوں کہ اس کی راہ کدھر ہے اس فکر میں تھا کہ ایک گروہ پریزادوں کا نظر آیا اور حاتم اس کے پیچھے دوڑا مگر نہ پایا اور غول اس کی نظر سے غائب ہو گیا اتنے میں ایک بڑا سا غار دکھائی دیا اور پتھر چکنا صاف اس کے گرد اور پر لگا ہوا دیکھا حاتم نے اپنے جی میں خیال کیا کہ یہ غار کسی طرف سے راہ نہیں رکھتا اس میں کیونکر چلیے آخر یہ تدبیر سوچی کہ اس پتھر سے پھسل جایئے جو خدا چاہے سو کرے آخر یوں ہی عمل میں لایا اور تمام دن یہاں سے شام تک لوٹتا پوٹتا چلا گیا جب اس کے پاؤں تہہ کے اوپر پہونچے آنکھیں

کھل کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک میدان وسیع اور پرفضا ہے دیکھتے ہی اس کا دل کھل گیا تھوڑی
دور چلا تھا پھر جی میں دھیان کرنے لگا کہ وہ پریزاد کدھر گئے اور اس جنگل کے کسی طرف آبادی
ہے یا نہیں یہ سوچکر دو چار قدم آگے بڑھا کہ ایک عمارت عالیشان اور دلچسپ نظر آئی
گمان کیا کہ البتہ یہاں لوگ رہتے ہوں گے چلا چاہیے اس اثنا میں کئی پریزادوں نے اسے
دیکھا کہ ایک آدمی غیر جنس بے دھڑک چلا آتا ہے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بے اختیار دوڑے
اور حاتم کے پاس آکر کہنے لگے کہ اے آدمزاد یہ مکان تیرے آنے کے لائق نہیں ہے یہاں تو کیونکر
آیا اور تجھے کون لایا وہ بولا خدا ہادی اور رہنما ہے وہ یہاں لے آیا انھوں نے پھر کہا سچ کہہ
غار کی راہ تو نے کیونکر دیکھی انھوں نے کہا میں دور سے تمہیں دیکھ کر دوڑا تم آگے جا کر
ایک ساعت کے بعد آنکھ سے غائب ہو گئے فکر کرنے لگا کہ الہی وہ سب یہاں سے کیا ہو گئے
اور کہاں گئے بارے خدا کے فضل سے جس طرف تم گئے تھے میں بھی اس طرف گیا اتنے میں
ایک غار تاریک دکھلائی دیا حیران ہوا کہ اس میں کیسے جاؤں یکایک خیال آیا کہ اس پتھر پہ لیٹ کر
پھسل پڑوں اور کسی طرح اندر پہونچوں غرض وہی کیا اور تمہاری تلاش میں یہاں تک
پہونچا ہوں اب برائے خدا یہ بتاؤ کہ اس پہاڑ کا کیا نام ہے انھوں نے کہا کہ اس پہاڑ کا
نام الغل ہے اور یہ باغ ملکہ الگن پری کا ہے ہم اسی کے نگہبان ہیں اب موسم بہار نزدیک
آیا ہے اسواسطے ہم اس کی خبر لینے آئے تھے اغلب ہے کہ پرسوں تک وہ بھی سیر کو یہاں تشریف
لائے اور کہنے لگے کہ اے جوان تجھے ہم کیونکر اس باغ میں رہنے دیں کہ تو مارا جائے گا حاتم نے
کہا میں کوئی ٹھکانا نہیں رکھتا کہاں جاؤں اب جو ہونی ہو سو ہو یہ بات سن کر انھوں نے
پوچھا کہ تجھے اس سے کیا کام ہے حاتم نے کہا پری کا طالب انسان ہے اور انسان کی
طالب پری ہے اس بات کو سن کر وہ دق ہوئے اور کہنے لگے کہ تو شاید دیوانہ ہے حق تو یہ ہے
کہ جو کوئی اپنی جان سے ہاتھ دھوتا ہے وہی ایسی سخت جگہ پاؤں رکھتا ہے غرض نہایت
غصہ ہو کر وہ سب کے سب اس کی طرف دوڑے اور اس کے قتل پر مستعد ہوئے وہ سر جھکا کر
چپکا کھڑا رہا پھر وہ آپس میں ہنس کر کہنے لگے عجیب آدمی ہے آخر وہ سب اس پر مہربان ہوئے
اور کہنے لگے اے جوان ہمارے ساتھ آکر الگن پری کے دیکھنے کا ذوق ہے تو ہم تجھے کسی گوشے
میں چھپا دیں اور دکھا دیں لیکن آفتاب کو ذرے سے کیا نسبت غرض ایک گوشے میں لے گئے
طرح طرح کے کھانے اور قسم قسم کے میوے کھلائے اور اس سے صحبت گرم رکھی مین اردنہ کے
بعد پوچھا اے جوان سچ کہہ تیرے آنے کا سبب کیا ہے اس نے کہا کہ مجھے الگن پری سے
ایک کام ضروری ہے اسواسطے کہ وہ ایک جوان سے سات روز کا وعدہ کر کے یہاں آئی

ہے اور سات برس گذر گئے وہ اس کے انتظار میں قریب مرگ کے پہونچا ہے میں نے اس کا جو یہ حال دیکھا ہے اس لئے یہاں آیا ہوں کہ اس کا قول اسے یاد دلاؤں شاید بھول گئی ہو اور اگر وہ اس امید میں مر جائے گا تو بڑا غضب ہوگا انھوں نے کہا اے آدم زاد ہم کو اتنی قدرت نہیں جو تیرا حال اس سے جا کر کہوں مگر ہم تجھے باندھ کر اس کے سامنے لے جائیں پھر جو تیری مرضی میں آوے عرض کر حاتم نے کہا جیسے مرضی ہو مجھے اس کے پاس لے چلو آگے میری محنت اور اس جوان کی قسمت غرض ایک دن الگن پری اس باغ کی طرف آنکلی اور وہ سب کے سب استقبال کو آئے اور آداب بجا لائے الگن پری آکر تخت پر بیٹھ گئی اور وہ پریاں جو اس کی جلیس تھیں کرسیوں پر آبیٹھیں بعد پریزادوں نے باغ میں آکر حاتم سے کہا کہ چل تجھے ہم ملکہ کو دکھائیں غرض لے آئے اور ایک چبوترے کے پاس بٹھا دیا اور کہا کہ دیکھ وہ جو دھانی جوڑا پہنے اور سر پر آنچل پلو کا دوپٹہ اوڑھے ہوئے بڑے عز و ناز سے تخت زرنگار پر بیٹھی ہے وہی الگن پری ہے۔ حاتم دیکھتے ہی غش کر گیا جب ہوش میں آیا خدا کی درگاہ میں سجدہ کیا اور اس کی صنعت کا معترف ہوا جوان کو اپنی خاطر سے بھلا دیا بلکہ اس پری پر آپ ہی دیوانہ ہو گیا یہاں تک کہ کھانا پینا بھی چھوڑ دیا اس طرح سے تین دن گذر گئے اتفاقاً رات کے وقت آنکھ لگ گئی تو کیا سنتا ہے کہ کسی طرف سے ایک آواز آتی ہے کہ اے حاتم اٹھ اور آپ کو پہچان اسی منہ پر تو نے خدا کی راہ میں کمر باندھی ہے کہ غیر کی امانت میں خیانت ہے اور اس بات کا دم بھرتا ہے کہ میں جو کام کرتا ہوں اس کو للہ کرتا ہوں حاتم اس بات کے سنتے ہی چونک پڑا ادھر ادھر دیکھنے لگا کوئی نظر نہ آیا پھر اپنی جگہ سے اٹھا اور استغفار کرنے لگا خدا سے ڈرا بہت سا رویا اور سر کو زمین عجز پر رکھ کر کہنے لگا کہ الٰہی تو میرے گناہ بخش کہ تو غفور الرحیم ہے اس کے بعد پریزادوں سے کہا کہ مجھ کو ملکہ کے پاس لے چلو کیونکہ وہ غریب میرے آنے کی راہ دیکھتا ہوگا میں کب تک انتظار کھینچوں انھوں نے جو شہزادی کو دیکھا حاتم کے ہاتھ باندھ کر باغ کے دروازے لے آئے پھر ان میں سے ایک نے جا کر ملکہ سے عرض کی کہ ایک آدم زاد بیچارہ باغ کے پاس آگیا تھا ہم اس کو باندھ کر باغ کے دروازے پر لے آئے ہیں آگے جو حکم ہو سو کریں ملکہ نے کہا کہ لے آؤ جب لے آئے حاتم کو دیکھ کر کہا اس جوان کو بھول گئی اور اس کا ہاتھ پکڑ کے اپنے پاس کرسی زریں پر بٹھا لیا پھر پوچھا اے جوان کہاں سے آیا ہے کیا تیرا نام ہے اور تو کیا مطلب رکھتا ہے اس نے کہا کہ میں طے کا بیٹا ہوں اور یمن سے آیا ہوں اور حاتم میرا نام ہے پریزاد نے جو اس کا نام سنا تخت سے اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی کہ میں نے بھی تیرا نام سنا ہے کہ تو یمن کا شہزادہ ہے بڑی مہربانی کی کہ یہاں قدم رنجہ فرمایا بارے یہ کہہ کر اس نے کہا آنے کا سبب

کیا ہے اور اتنی مصیبت کیوں اٹھائی میں تو تیری زندگی کی برابر ہوں اور تجھے اپنا سرتاج جانتی ہوں حاتم نے کہا یہ تیری مہربانی ہے میں شاہ آباد سے آیا تھا اور اب صحرائے احمر کی طرف جاتا تھا اثنائے راہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان کسی درخت کے نیچے نعرے مارتا ہے میں نے پوچھا اے جوان تو نے اپنا حال کیوں تباہ کیا ہے برائے خدا مجھ سے اپنا ماجرا کہہ اس نے تمام سرگذشت اپنی اور تمہاری محبت و مہربانی کی بیان کی کہ ملکہ سات دن کا وعدہ کر کے گئی ہیں اور سات برس گذر گئے نہیں آئی ہیں انکے انتظار میں نالاں اور گریاں ہوں انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کے یہ کہا تھا کہ خبردار تو یہاں سے اگر کہیں جائے گا تو خراب ہوگا میں نے جو اس کا حال دیکھا اپنا مطلب چھوڑ کر تمہارے پاس آیا ہوں اگر اس بیچارے کے حال پر مہربانی فرماؤ تو گویا مجھے مول لو پری نے کہا اے یمن کے شہزادے میں تجھ کو دیکھ کر اس کو بھول گئی اور وہ میرے لایق نہیں عشق بھی اس کا خام ہے کیونکہ سات برس گذر گئے وہ اپنی جان کے ڈر سے وہیں رہا اور اس نے کوہ انقا پر قدم بھی نہ رکھا حاتم نے کہا کہ وہ عاشق صادق نہ ہوتا تو کیوں تیری محبت کی داد دیتا اور کس واسطے تیری یاد میں آپ کو خراب کرتا اس کے سوا تو خود اس سے وعدہ کر کے آئی ہے کہ میں سات روز میں آؤں گی تو میرے آنے تک کہیں نہ جاتا وہ غریب عاشق نامراد اپنی معشوق کی عدول حکمی کیونکر کرے اور اس کو یقین ہے کہ میری معشوق میرے ساتھ ضرور وفا کرے گی اس نے کہا کہ تو یہ امید ہرگز نہ رکھ میں اس کے پاس ہرگز نہ جاؤں گی۔ حاتم نے کہا کہ برائے خدا میری محنت برباد نہ کر کیونکہ میں نے بہت سی محنت کی ہے تب وہ بولی کہ میں تیرے کہنے سے باہر نہیں اچھا تیری خاطر سے اس کو اپنے پاس رکھوں گی پر ہم صحبت نہ ہوگی حاتم نے کہا میں بھی تیرے دروازے پر بیٹھ کر اتنے فاقے کروں گا کہ مر جاؤں گا اور میرا خون تیری گردن پر رہے گا یہ کہکر اٹھا اور اس کے دروازے پر ایک درخت کے نیچے جا بیٹھا دانہ پانی چھوڑ دیا اسی صورت سے سات روز گذرے اس نے ایک شب یہ خواب دیکھا کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ اے حاتم یہ الگن پری ہے اس نے اس صورت سے اپنے فراق میں کتنوں کو مارا ہے تو پہلے اہل سے کہکر جوان کو بلوا اور وہ مہرہ جو خرس کی بیٹی نے تجھے دیا ہے اس کو دے کہ اپنے منہ میں رکھ کر اور غرغرا کرے اور پیالے میں ڈالکر کسی طرح سے اس پری کو پلا دے پھر خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھ کہ معشوق عاشق ہو جاتے ہیں یہ بات سن کر وہ چونک

اور مستفسر ہوا اتنے میں صبح ہو گئی الگن پری اس کے پاس آ کر کہنے لگی کہ اے جوان تو نے دانہ پانی کیوں چھوڑا ہے اگر بے آب و دانہ مر جائے گا تو میں تیرے گناہ میں پکڑی جاؤں گی اور خدا کو کیا منہ دکھاؤں گی حاتم نے کہا تو اس کو بلوا کر اس کا دیدار دکھا اور وہ بہزاد دیکھے کہ اس کا مطلب یہی ہے الگن پری نے کہا کہ یہ بات میں نے قبول کی یہ سن کر حاتم مستعد ہوا کہ جا کر اس جوان کو لے آئے کہ ملکہ نے کہا صاحب تم کس واسطے تکلیف کرتے ہو میں کئی پری زادوں کو بھیجکر بلوا لیتی ہوں یہ کہکر کئی پری زادوں سے فرمایا کہ تم فلانے پہاڑ کی طرف جاؤ وہاں ایک طرف کو ایک درخت کے نیچے پتھر کی سل پر آنکھیں بند کئے ہوئے کھڑا ہے اور آہیں بھرتا ہے اس سے کہنا حاتم وہاں جا پہنچا اور اس نے تیرا حال بیان کیا اس واسطے الگن پری نے بلوایا ہے غرض وہ پری زاد اپل ہیں وہاں جا پہنچے اور یہ ماجرا اس سے کہنے لگے وہ اس بات کو سنتے ہی اپنی جگہ سے اٹھا اور حاتم کی ہمت پر آفریں کر کے ساتھ ہو گیا وہ ایک دن میں شہزادی کے پاس اسے لے آئے ملکہ نے اس کو اپنے پاس بٹھالیا جوان اس کو دیکھتے ہی بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا شہزادی نے اپنے ہاتھ سے اس پر گلاب چھڑکا ایکدم کے بعد ہوش آیا تب الگن پری نے اسے بہت پیار سے کہا اے جوان تجھ کو خوب سا دل بھر کے دیکھ لے غرض تمام دن یہی صحبت رہی شام کے وقت اس نے اپنی پریوں سے کہا کہ نشاط کی مجلس آراستہ کرو ناچ راگ شروع ہوا اس کے سنتے ہی تازہ نغمے گانے لگیں حاتم اور وہ جوان تماشہ دیکھنے لگے مگر الگن پری اس جوان کی طرف متوجہ نہ تھی یہ دیکھ کر حاتم نے اس جوان کو کہا کہ اس مہرے کو پانی میں رگڑ کر منہ میں لے اور اس کے پانی پینے کی ٹھلیا میں کلی کر دے اور پھر یہاں آ کر چپکے سے بیٹھ وہ جوان اس کام میں مشغول ہوا کہ کئی پریوں کی نگاہ اس پر جا پڑی بے اختیار دوڑ پڑیں اور کہنے لگیں کہ تجھ کو آب خاصے کی ٹھلیوں سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا کہ شدت سے پیاسا ہوں کیا کروں انھوں نے اس کو پانی پلا دیا وہ پھر وہیں آ بیٹھا حاتم نے دیکھا کہ جوان نے اپنا کام تمام کیا ملکہ سے کہا کہ اس کو نہایت گرمی ہے تھوڑا سا شربت پلاؤ اور اس کی پیاس بجھاؤ پری نے کہا جلد شربت تیار کر لاؤ حاتم آپ ہی اٹھ بیٹھا اور اپنے ہاتھ سے شربت تیار کر کے شہزادی کے سامنے لایا تب اس نے ارشاد کیا کہ تھوڑا تھوڑا سب پئیں حاتم نے کہا پہلے آپ قدرے نوش جاں کریں پھر سب پئیں گے ملکہ نے حاتم کے ہاتھ سے شربت کا پیالہ لیا اور منہ سے لگا لیا دو گھونٹ کے پیتے ہی وہ پری از خود دیوانی ہو گئی حاتم نے دیکھا کہ اس کا حال کچھ اور ہے آہستہ سے کہا

اے ملکہ اس عاشق بیم جاں پر اگر مہربانی فرمایئے تو آپ کے اخلاق سے چنداں دور نہیں
کہنے لگیں میں نہیں جانتی یہ آفت کس کی اٹھائی ہوئی ہے اور آگ کس کی لگائی ہوئی
کہ اب مجھ سے بھی اس کی جدائی کا درد سہا نہیں جاتا اور اس کے بے ملے ایک دم رہا نہیں
جاتا ناچار ہوں تب اکہا مانا اور اس کو قبول کیا مگر ماں باپ کی بے رضا مندی یہ کام نہیں کر سکتی
یہ کہکر وہ القا کی طرف گئی اور محل میں داخل ہو کر والدہ کو مجرا کیا اور سر جھکا کر شرم سے کھڑی ہو رہی
اس کی ماں نے کہا اتنی جلد آنے کا سبب کیا ہے ابھی چالیس روز نہیں ہوئے۔ تب
اس کے مصاحبوں نے عرض کی کہ ملکہ کو ایک آدمزاد لینے آیا ہے اور اس لئے کئی برسوں
رنج اٹھایا ہے اب یہاں آ پہونچا ہے اس لئے چاہتی ہیں کہ اس کو اپنا محرم راز کریں۔ لیکن
آپ کی بے اجازت یہ کام نہیں ہو سکتا یہ سن کر وہ اپنے خاوند کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ
تمہاری بیٹی کی خواہش ہے کہ ایک آدمزاد سے اپنا بیاہ کرے اس نے کہا اگر اس کی مرضی ہے
تو مبارک ہو۔ القصہ پری نے حاتم اور اس جوان کو باغ سے بلا لیا اس کی ماں دیکھ کر بہت
خوش ہوئی اور اپنے خاوند سے بھی تعریف کی اسی وقت بیاہ کا سرانجام تیار کیا اور ملکہ کو
بڑی دھوم سے جوان کے ساتھ اپنی رسموں کے موافق بیاہ دیا سات روز رہ کے بعد حاتم جب رخصت
ہوا پری نے چند پریزادوں سے کہا کہ تم اس کو ایک تخت پر بٹھا کر وہاں پہونچاؤ وہ اس کو
ایک تخت پر بٹھا کر وہاں سے اڑے رات کے وقت وہاں جا پہونچے حاتم نے کہا کہ مجھ کو
یہیں چھوڑ دو وہ چھوڑ کر چلے گئے حاتم اسی آواز پر چل نکلا اور اسی درخت کے نیچے جا پہونچا
کہ جس سے وہ آواز آتی تھی کیا دیکھتا ہے کہ ایک پیر مرد وہاں لوہے کے پنجرے میں
لٹکتا ہے حیران ہوا اور ایک ساعت کھڑا رہا پھر پوچھنے لگا کہ اے بزرگ یہ آواز کیوں
تیرے منہ سے نکلتی ہے یہ سن کر بڈھے نے ایک آہ کھینچی اور کہا کہ اے جوان میرا حال
کچھ نہ پوچھ اور جو پوچھتا ہے تو میری طرف غور کر اس شرط پر تجھ سے کہتا ہوں حاتم نے
کہا کہ میں نے قبول کیا اس نے کہا میں احمد سوداگر ہوں جس وقت میں پیدا ہوا تھا اس وقت
یہ ملک میرے باپ نے میرے نام سے آباد کیا تھا جب میں بڑا ہوا باپ مجھ کو اسی شہر میں
چھوڑ کر کسی ملک میں تجارت کے واسطے گیا میں نہایت فضول خرچ تھا جو زر و جواہر مال و
متاع اپنے مجھ کو دیا تھا میں نے تھوڑے عرصہ میں اڑا دیا میرا باپ اسی سفر میں مر گیا
کچھ گھر کا اگر تھا یا مال میرے ہاتھ لگا چند روز کے نقد عیش میں اڑا دیا ایک جوان کو دیکھا یہ
کہتا ہے کہ جس کا زر و جواہر مال متاع یا اسباب کھو گیا ہو خواہ زمین میں گاڑ کر بھول گیا
ہو میں اپنے علم سے نکال دیتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ جو نصف مجھ کو دے میں نے اس کی

بات مان لی اور اس کو اپنے گھر میں لا کر ہر جگہ دکھائی اس نے جابجا سے مٹی اٹھا کر سونگھی اور پھینک دی آخر ایک کونے کو کھدوایا وہاں زر و جواہر بے شمار نکلا میں چوتھائی دینے میں حیلہ کرنے لگا اور اپنے اقرار سے پھر گیا تھوڑا سا اٹھا کر اس کے آگے رکھ دیا اس نے کہا کہ میں وہی اپنا چوتھائی حصہ لوں گا اس بات سے میں برہم ہوا اور طمانچے مار کر اس کو باہر کر دیا وہ میری جان کو روتا پیٹتا چلا گیا کئی دن کے بعد پھر آیا اور مجھ سے دوستی پیدا کی بلکہ یار غار ہو کر ایک دن کہنے لگا کہ جو کچھ زمین میں گڑا ہے مجھے سب نظر آتا ہے میں نے اس سے پوچھا کہ کیا علم ہے میں کس طرح سیکھ سکوں گا اس نے کہا بہت آسان ہے وہ ایک سرمے کی ترکیب ہے کہ اسے بنا کر جو کوئی آنکھوں میں لگائے جتنا مال کہ چھپا ہوا ہے نظر آنے لگے میں نے کہا اگر تو میری آنکھوں میں ایسا سرمہ لگا دے اور مال مجھے نظر آنے لگے تو آدھا تیرا اس نے کہا بہت بہتر تو میرے ساتھ جنگل میں چل تیری آنکھوں میں ایک سلائی پھیر دوں میں اس کے ساتھ اس جنگل میں آیا اور اس پنجرے کو دیکھ کر حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ یہ پنجرہ کس کا ہے اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا یہ کہہ کر اس درخت کے نیچے گیا اور اپنی بغل سے سرمہ کی ڈبیا نکال کر ایک سلائی بھری اور میری آنکھوں میں پھیر دی فی الفور میں اندھا ہو گیا اور اس سے کہنے لگا کہ اے عزیز تو نے یہ کیا کیا کہ مجھے اندھا کیا وہ بولا کہ جھوٹوں اور بدعہدوں کی یہی سزا ہے اگر آنکھوں کی بصارت چاہتا ہے تو اس پنجرے میں بیٹھ رہ اور یہ سخن کہا کر کہ کسی سے بدی نہ کر اگر کرے گا تو وہی پائے گا میں نے پھر پوچھا کہ سچ کہہ میری آنکھوں کا کیا علاج ہے اس نے کہا کہ مدت کے بعد ایک جوان حق پرست ادھر آئے گا تو اس سے اپنا احوال کہنا وہ کہیں سے نور دیر گھاس لا کر اس کا پانی آنکھوں میں چوائے گا اس وقت تیری آنکھیں جیسی تھیں ویسی ہی ہو جائیں گی اسی امید پر میں برسوں سے اس پنجرے میں بیٹھا ہوا اس کی راہ دیکھتا ہوں حاتم نے کہا تو خاطر جمع رکھ تیرا کام میں کروں گا اتنے میں وہ پریزاد جو حاتم کو یہاں پہنچا کے کوہ الفا کو گئے تھے واپس آئے الگن پری دیکھتے ہی ان پر جھنجھلائی اور کہنے لگی جب وہ اس کام سے فراغت پاتا تب اس کے گھر پہنچا کر تم یہاں آتے اب اسی میں تمہاری خیر ہے کہ اس کو اس کے گھر پہنچا کر یہاں آؤ نہیں تو برے طرح پیش آؤں گی یہ سن کر وہ حاتم کے پاس واپس آئے اور اپنی سرگذشت بیان کی پوچھا کہ اب آپ کا قصد کہاں کا ہے حاتم نے کہا جہاں نور دیر گھاس ہے وہاں جانا چاہتا ہوں وہ بولے ہم وہاں پہنچا دیں گے اور دور سے پتہ بھی بتلا دیں گے لیکن وہاں نہ جائیں گے اگر تم سلامت پھر گے تو تمہیں تمہارے شہر پہنچا دیں گے نہیں جو تم پر گذرے گی ملکہ سے عرض کر دیں گے۔ حاتم نے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے انھوں نے کہا کہ صاحب جس وقت وہ

گھاس زمین سے نکلتی ہے تمام جنگل کے پھول چراغ کے مانند روشن ہو جاتے ہیں اور ہزاروں جانور کیا سانپ کیا بچھو کیا چرند کیا پرند اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اس واسطے وہاں کسی کا گذر نہیں حاتم نے کہا یارو دیکھوں قسمت میں کیا ہے پریزاد نے حاتم کو کاندھے پر بٹھا لیا اور باقی ساتھ ہو لیے حاصل یہ ہے کہ ساتویں دن اس جنگل کے قریب جا پہونچے ایک میدان وسیع نظر آیا۔ حاتم نے پوچھا کہ وہ گھاس کہاں ہے وہ بولے کہ اس کے اگنے کا وقت قریب آ پہونچا ہے دو چار ہی روز میں نکلے گی حاتم اور وہ پریزاد کئی دن اس جنگل میں باہم رہے اور ہر قسم کے میوے کھایا کیے کہ ایک دن وہ گھاس زمین سے نمودار ہوئی جہاں تک پھول تھے چراغوں کی طرح روشن ہو گئے سارا جنگل خوشبو سے مہک گیا ہر قسم کے جانور آکر اس کے گرد جمع ہو گئے اور ایک حلقہ باندھ کر کھڑے رہے حاتم نے پریزادوں سے کہا کہ تم یہاں کھڑے رہو میں توکل بخدا جاتا ہوں آگے جو مرضی اس کی یہ کہہ کر وہ مہرہ منہ میں رکھا اور اس جنگل میں جا کر دو تین گھاس کی اور کئی پتیاں پھولوں کی لے کر خیریت سے پھر آیا پریزاد دیکھ کر حیران رہ گئے کہ یہ عجیب طرح کا آدمزاد ہے کہ اس کا ثانی نہ دیکھا نہ سنا غرض پھر اسی طرح سے حاتم کو اس بڈھے کے پاس پہونچا دیا وہ اسی حالت میں پڑا تھا اتنے میں حاتم نے پکار کر کہا کہ پیر مرد میں وہ گھاس لے آیا بڈھے نے کہا مرحبا اب لازم ہے کہ تو اپنے ہاتھوں سے اس کو مل کر دو تین قطرے میری آنکھوں میں ٹپکا دے حاتم نے وہی کیا پہلے تو اس کی آنکھیں ابل آئیں پھر مل گئیں ہوئیں آخر پانی سوکھ گیا اور کٹورا سی ہو گئیں وہ حاتم کے پاؤں پر گر پڑا اور عذر کرنے لگا اس نے بھی اسے گلے لگا لیا اور کہا بھائی اور برائے خدا کیا کہتا ہے میں نے خدا کی راہ میں کمر باندھی ہے جو کام میرے ہاتھ سے نکلتا ہے میں اسے غنیمت جانتا ہوں اور اپنی سعادت سمجھتا ہوں پیر مرد نے کہا کہ اے جوانمرد میرے گھر میں بہت سا زر و جواہر ہے تو وہاں چل اور جس قدر چاہے اس میں سے لے حاتم نے کہا کہ مجھے ہرگز زر و جواہر درکار نہیں خدا کے فضل سے میرے گھر میں دولت بے شمار ہے اسی کو خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہوں تیرا مال لیکر کیا کروں یہ کہہ کر وہ پیر مرد سے رخصت ہوا اور پریزادوں کے کندھے پر سوار ہو کر دس روز کے بعد شہر شاہ آباد میں آیا تب پریزادوں نے کہا کہ خدا کے واسطے اپنی مہر سے ایک سند لکھ دیجئے کہ وہ ہم بادشاہزادی کو دیں کہ ان کی دلجمعی ہو حاتم نے ایک رسید استعمال ہمت لکھ کر ان کے حوالے کی وہ ادھر اڑے یہ شہر میں داخل ہو کر کاروانسرا میں آیا اور منیر شامی سے ملاقات کر کے نہایت خوش ہوئے دو چار گھڑی کے بعد دونوں حسن بانو کے گھر آئے اس نے حال پوچھا حاتم نے تمام و کمال قصہ بیان کیا حسن بانو نے

ان کی ضیافت کی تیاری کی رات وہیں بسر کی صبح کو حاتم نے پوچھا کہ اے حسن بانو اب کون سا مطلب ہے اس نے کہا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ سچ کو ہمیشہ راحت ہے وہ کیا سچ بولا ہے اور کیا راحت پائی ہے اس کی خبر لا حاتم نے کہا کہ تم جانتی ہو وہ کس طرف ہے حسن بانو نے اپنی دائی سے سنا ہے کہ شہر قرزم میں ہے پر نہیں جانتی کہ وہ شہر کس طرف کو ہے حاتم نے کہا خیر خدا یہ مشکل بھی آسان کرے گا۔

چوتھا سوال حاتم کے جانے کا اور اسکی خبر لانے کا کہ سچ کو ہمیشہ راحت ہے

القصہ حاتم حسن بانو سے رخصت ہوا اور شہر سے باہر نکلا کئی شہروں کے بعد ایک دامن کوہ میں جا پہونچا کیا دیکھتا ہے کہ ایک دریائے عظیم لہو سے بھرا ہوا نہایت زور شور سے بہہ رہا ہے یہ اس کو دیکھ کر متفکر ہوا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ میں نے کبھی لال پانی کا دریا نہیں دیکھا اس کو دریافت کرنا چاہیئے کہ یہ کس طرف سے آتا ہے اور اس کے بہنے کا سبب کیا ہے یہ ارادہ کرکے اس طرف کو روانہ ہوا اتنے میں درخت عالیشان سامنے سے نظر آیا جب اس کے پاس پہونچا دیکھا کہ اس کی ہر ایک ڈال میں آدمیوں کے سر سینکڑوں لٹکتے ہیں اور اس کے نیچے ایک تالاب نہایت خوش قطع بنا ہے اور یہی کا پانی جنگل کی طرف چلا جاتا ہے یہ اس درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور جتنے سر اس درخت میں لٹکے تھے بے اختیار قہقہہ مار کر ہنسے یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ کٹے ہوئے سر ہنستے ہیں اور ان سے لہو کے قطرے ٹپک ٹپک کر اسی تالاب میں گرتے ہیں اور پانی خون آلودہ ہو کر دریا میں چلا جاتا ہے اتنے میں اس کی نظر اس سر پر پڑی جو سب سروں پر لٹکتا تھا یہ اس کو دیکھ کر بے ہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا اپنے جی میں کہنے لگا کہ اس ماجرے کو بے دریافت کئے میں کیونکر کسی سے بیان کروں گا اب لازم ہے کہ تھوڑے دن یہاں رہیئے اور اس احوال کو بخوبی دریافت کیجیئے کہ کیا اسرار ہے اسی فکر میں وہاں تمام دن رہا اتنے میں وہاں رات ہو گئی ایک کونے میں چھپ کر بیٹھ رہا سارے سر ٹہنیوں سے چھوٹ کر تالاب میں گر پڑے اور حاتم اس تالاب کی طرف دیکھتا تھا اس میں ایک نشست گاہ پاکیزہ تھی اس پر فرش شاہانہ لا کے بچھایا اور ایک تخت زریں بچھا دیا اس پر تحفہ ایک قرینہ سے رکھ دیا کئی گھڑی کے بعد کئی پریاں نازنین نکلیں ان میں ایک پری زاد نکلی سجیلی وہ تھی آتے ہی ناز و غرور سے اس تخت پر بیٹھ گئی حاتم نے دیکھ کر معلوم کیا کہ یہی سب ہے جو سب سے اونچا ہے پھر کتنی پریاں اس کے گرد کرسیوں پر بیٹھ گئیں اور کتنی ہاتھ باندھ کر با ادب کھڑی ہو رہیں اتنے میں طائفہ ساز ملا کر کھڑا ہوا اور تخت کے سامنے ناچنے لگا حاتم تاک کر دیکھتا تھا اور فکر کرتا تھا کہ الٰہی یہ کیا راز ہے جب آدھی رات گئی دسترخوان شاہانہ

بچھایا اور اقسام اقسام کے طعام پاکیزہ و لطیف اس پر چنے پھر اس تخت نشین نے ایک خواص سے کہا کہ تو
ایک خوان کھانے کا آئین شائستہ سے تیار کر کے اس مسافر کو جو فلانے کونے میں بیٹھا ہے دے آ
وہ اسی صورت سے خوان تیار کر کے سر پر دھر کے حاتم کے پاس لے گئی اور کہنے لگی کہ ہمارے سردار
نے تجھے بھیجا ہے حاتم نے کہا کہ تیرا کیا نام ہے اور تیرے سردار کا کیا نام ہے وہ بولی تجھے میرے نام
اور سردار کے نام سے کیا کام ہے مگر یہ بات سن کر وہ نازنین پھر آئی اور ملکہ سے پھر عرض کرنے
لگی کہ وہ مسافر کھانا نہیں کھاتا اور کہتا ہے کہ جب تو اپنے سردار کا نام اور اپنا نام اور اس
جماعت کا احوال کہ تالاب سے نکلی ہے ظاہر نہ کرے گی کچھ نہ کھاؤں گا ملکہ نے کہا تو جا کر کہہ کہ تم پہلے
کھانا کھاؤ تو میں سب کچھ کہوں گی جب وہ کھا چکے کہو آج نہیں کل وہ حاتم کے پاس آئی اور جو کچھ
بادشاہزادی نے سکھا دیا تھا عمل میں لائی غرض حاتم نے چاہا کہ اس کا ہاتھ پکڑ لے وہ بھاگ کر
تالاب میں کود پڑی اور ملکہ کے پاس جا کر کھڑی ہوئی اور بادشاہزادی تمام رات ناچ رنگ میں
مشغول رہی جب صبح ہوئی سب تالاب میں کود پڑیں ایک ساعت کے بعد کئی سر پانی پر آئے
اور آپ ہی آپ تالاب میں سے اچھل اچھل کر درخت کی ڈالیوں پر لٹک گئے اور وہ سر بدستور سب سے
اونچا جا لٹکا پھر سب ہنس پڑے حاتم بھی اسی کونے سے دیکھتا تھا لیکن سردار کے سر سے ٹکٹکی
لگائے تھا اور دل میں کہتا تھا کہ اگر اس بھید کو پاؤں تو اس نازنین سے جو شب کو جیتی ہے کسی
طرح سے نکاح کروں اسی سوچ میں دن آخر ہوا اور شام ہوئی اور رات کے وقت وہ سر پھر
تالاب میں گر پڑے اور بدستور سابق فرش بچھایا گیا اور مجلس آراستہ ہوئی پریزاد اور شہزادی
تخت اور کرسیوں پر جا بیٹھیں ناچ شروع ہوا اور حاتم منتظر تھا کہ آج کی رات وعدہ کیا ہے
دیکھئے وفا کرتی ہے یا نہیں جب آدھی رات گئی پھر اسی طرح سے دسترخوان بچھا قسم قسم کا کھانا چنا
گیا شہزادی نے پھر ایک خوان کھانے کا اسی پری کے ہاتھ بھیجا وہ لیکر حاتم کے پاس گئی وہ اس کو
دیکھتے ہی کہنے لگا کہ اے بیوی تو نے کہا تھا کہ میں کل آ کر احوال کہوں گی اور تمام بتاؤں گی اب لازم
ہے کہ تجھ کو آج اپنا وعدہ وفا کر کہ میں کئی دن کا بھوکا ہوں کھانا کھاؤں اس نے یہ ماجرا جا کر
پھر ملکہ سے عرض کیا بادشاہزادی نے فرمایا کہ اس سے جا کر کہہ کہ جب تو ملکہ کے حضور میں
آئے گا اس وقت یہ بھید کھل جائے گا لیکن پہلے کھانا کھا اس کے بعد میرے ساتھ چل حاتم نے
یہ بات سن کر کھانا کھایا پھر اس کے ساتھ ہو لیا وہ غوطہ مار کر اسی جگہ بدستور قائم ہوئی حاتم نے جو
آنکھیں بند کر کے تالاب میں غوطہ مارا اور زمین کی تہہ کو اس کے پاؤں لگے آنکھیں کھول کر
دیکھا نہ وہ تالاب ہے اور نہ وہ تخت ہے نہ وہ پریاں ہیں اور آپ ایک لق و دق جنگل میں کھڑا ہے
یکا یک نعرے مارنے لگا اور آہیں بھر کر سر پر خاک ڈالنے لگا غرض اسی حالت میں سات رات دن

گذر گئے کہ خدا نے اپنا فضل کیا اور خواجہ خضر علیہ السلام کو حکم کیا کہ تم اس جنگل میں جاؤ جہاں
حاتم سودائیوں کی طرح آہیں بھر بھر کر رو رہا ہے اس کی مدد کرو کہ عالم میں بہت سی نیکی کرے گا
اور نیک نامیوں میں مشہور ہوگا خواجہ خضر سبز کپڑے پہنے ہوئے اور عصا ہاتھ میں لئے ہوئے
اس کے داہنی طرف سے نمودار ہوئے حاتم ان کو دیکھ کر اور بھی آہیں بھرنے اور نالے کرنے لگا
انھوں نے یہ حال دیکھ کر اپنا ہاتھ شفقت سے اس کے منہ پر پھیرا وہ فوراً حالت اصلی پر آ گیا
اور کہنے لگا پیر و مرشد یہ کون سا مکان ہے انھوں نے کہا کہ اس کو صحرائے خبر یہ کہتے
ہیں وہ کہنے لگا میں اس جگہ کیونکر آ رہا حضرت نے فرمایا تو نے فلاں تالاب میں فلانی پری
کے ساتھ غوطہ مارا تھا وہ تالاب طلسم کے علم سے بنایا ہے اور اس کا یہی اثر ہے وہ مکان یہاں سے
تین سو کوس پر ہے یہ اس بات کے سنتے ہی خاک پر گر پڑا اور کہنے لگا میرے دل کو کیا ہو گیا اور
کیونکر میں وہاں پہونچوں گا اگر میری مراد نہ ملے گی تو میں تڑپ کر مر جاؤں گا خواجہ نے پوچھا
کہ تیری مراد کیا ہے اس نے کہا کہ میں جس جگہ تھا وہیں جا پہنچا انھوں نے کہا کہ تو میرا عصا
پکڑ اور آنکھیں بند کر لے اس نے ان کے کہنے کے مطابق کیا ایک دم میں اس کا پاؤں تہ پر لگا
اس نے اپنی آنکھیں کھول کر جو دیکھا تو وہی جنگل وہی درخت اور وہی سر ڈالیوں پر لٹکتے ہیں پھر اس نے
اس درخت پر چڑھنے کا قصد کیا درخت ہلنے لگا حاتم اس کے جڑ سے لپٹ گیا پر وہ اسی طرح سے
ہلتا رہا یہ ذرا اور اوپر چڑھا ایک تڑاقے کی آواز آئی درخت پھٹ گیا اور حاتم اس میں گر کر
سما گیا اس نے باہر آنے کے لئے جتنا زور کیا اندر سماتا گیا یہاں تک کہ وہ سب کا سب چھپ
گیا فقط آنکھیں باہر رہ گئیں اسی وقت حضرت خواجہ خضر پہونچے اور کہا اے جوان آپ کو
بلا میں کیا ڈالتا ہے خواجہ خضر نے رحم کھا کر ایک عصا اس درخت پر مارا کہ وہ موم کی مانند
ہو گیا حاتم اس میں سے نکل آیا پر سست تھا حضرت خواجہ خضر نے فرمایا اے حاتم تو جو
اپنے اوپر اس قدر رنج اٹھاتا ہے تجھ کو ان سے کیا مدعا ہے اس نے کہا کہ میں کسی صورت
سے ان کا احوال دریافت کروں خواجہ خضر نے فرمایا کہ یہ سردار شاہ احمر جادو کی بیٹی ہے
اور اسی مکان کا نام کوہ احمر ہے ایک دن اس لڑکی نے اپنے باپ کے جا زندہ کرنے کا ذکر کیا
تھا اس کو سن کر وہ غضبناک ہوا اور اس لڑکی کو اس طلسم کے دریا میں ڈال دیا ہے اور یہ
تالاب اور درخت جادو کا ہے اور یہ سر جو سب کے سروں کے اوپر لٹکتا ہے اس کی لڑکی کا
ہے اسی کا نام ملکہ زریں پوش ہے اور جو تو اس کی چاہ رکھتا ہے تو آپ سے آپ کو بلا میں
ڈالتا ہے بہتر ہے کہ اس کا خیال چھوڑ دے حاتم نے کہا میں اپنی جان سے ہاتھ دھو چکا ہوں
جو ہونی ہو سو ہو جب تک یہ نازنین میرے ہاتھ نہ لگے گی میں اس بات سے باز نہ آؤں گا

خواجہ خضر نے کہا اے جوان آخر تیری کیا آرزو ہے اس نے کہا کہ میرا مطلب یہ ہے کہ اس
درخت پر چڑھ جاؤں اور ان کے برابر ہو کر ہم کلام ہوں حضرت خواجہ خضر نے فرمایا کہ اے
عزیز دیدہ و دانستہ آپ کو بلا میں ڈالنے سے کیا فائدہ یا نہ آ حاتم نے عرض کی کہ مجھ کو اسی
میں نفع ہے کہ ایک دم ان سے جدا نہیں اور جو روز ازل سے میری قسمت میں مصیبت پریشانی
لکھنے والے نے لکھدی ہے تو کچھ کہاں سے پاؤں گا۔ اس بات کو سن کر حضرت خواجہ خضر نے
اپنا عصا اس درخت پر مارا اور اسم اعظم پڑھ کر فرمایا کہ اب اس درخت پر چڑھ جا یہ کہکر آپ
اس درخت کے پاس سے غائب ہو گئے حاتم وہیں درخت پر چڑھ گئے جب اس نازنین
کے سر کے برابر پہونچا اس کا سر بھی انہیں سروں کے برابر لٹکنے لگا اور تن تالاب میں گر کر
ڈوب گیا آسمان تک ایک غوغا اٹھا اور ایک شور زمین سے بلند ہوا جب آفتاب بلند ہوا
اور رات ہو گئی وہ سب کے سب سر حاتم کے سر سمیت اس تالاب میں گر پڑے اور بدستور
سابق مجسم ہو کر جمع ہو کے کاروبار کرنے لگے پھر ملکہ بھی تخت پر آ بیٹھی اور حاتم تخت کے ایک کونے
سے لگ کر کھڑا ہو گیا پر بے ہوش تھا یہ نہیں جانتا تھا کہ میں کہاں آیا اور کہاں تھا اور اب کہاں
جاؤں گا اتنے میں زریں پوش نے کہا کہ اے جوان سچ کہہ کہ تو کون ہے کیا نام رکھتا ہے
اور کہاں سے آیا ہے اس نے کہا کہ میں بھی ایک تیرے خادموں میں سے ہوں اور اسی تالاب
سے نکلا ہوں اس نے معلوم کیا کہ یہ مجھ پر عاشق ہوا ہے یہ سمجھ کر کچھ نہ بولی اور ناچ رنگ
میں مشغول ہوئی جب آدھی رات گئی تب دسترخوان عالیشان بچھا اور ہر طرح کے کھانے
مزیدار نمکین اور شیرینیاں اور میوے رنگ برنگ کے اسیر حسن دئیے شہزادی نے حاتم کو
اپنے پاس بٹھا لیا اور ستھرے ستھرے کھانے اس کے آگے رکھ دئیے اور نہایت مہربانی
اور دلجوئی سے کہا کہ اے جوان کچھ کھانا کھا پانی پی حاتم کھانا کھانے لگا مگر بے خبر تھا کہ میں
کون ہوں اور کس واسطے آیا ہوں اور کہاں جاؤں گا جب کھانے سے فارغ ہوا پھر ناچ
رنگ ہونے لگا۔ اور رات بھر یہی عالم رہا جب صبح ہوئی سب سر حاتم کے سر سمیت اس درخت
کی ڈالیوں پر فوراً اسی صورت سے جا لٹکے اور ان کے دھڑ تالاب میں غرق ہونے لگے اسی
طرح سے کئی روز گذرے ایک دن حضرت خواجہ خضر پھر اس کی مدد کو پہونچے اور اس کے سر کو
اپنے عصا سے اتارا اور دھڑ کو تالاب سے نکالا پھر یہاں یہاں تک اسم اعظم پڑھا کہ اس کے
تن بیجان میں جان آئی اور جادو دور ہو گیا اس نے آنکھیں کھول دیکھا کہ وہی مرد بزرگ
صورت ہاتھ میں عصا لئے ہوئے کھڑے ہیں اٹھ کھڑا ہوا اور ان کے پاؤں پر گر پڑا
اور کہنے لگا کہ حضرت سلامت تم اس حالت میں مجھ کو گرفتار دیکھتے ہو اور کچھ غور نہیں کرتے

انھوں نے کہا اے جوان تو اننگ کہاں تھا وہ بولا میں اس درخت پر اس سرو چمن ناز کے تماشے میں مصروف تھا خواجہ خضر نے پوچھا ابھی اس نازنین کی آواز بتیرے دل میں ہے اس نے کہا ہاں اے خدا اتنی دستگیری کرو کہ میں اپنی مراد کو پہنچوں نہیں تو اسی بلا میں گرفتار رہونگا خواجہ خضر نے کہا تو میرا عصا پکڑ اور اپنی آنکھیں بند کر اس نے ایسا ہی کیا ایک دم اس کا پاؤں زمین کو جا لگا آنکھیں کھول کر جو دیکھا تو کوئی چیز نظر نہ پڑی کہ ایک پہاڑ عظیم الشان اور اسیر لالہ بے موسم پھولا ہوا دکھائی دیا نہایت خوش ہوا اور اس پر چڑھنے لگا قدم کے رکھتے ہوئے وہاں کے لوگوں نے اس کے پاؤں ایسے پکڑ لیے کہ اٹھانا محال ہو گیا جب نہایت عاجز ہوا دل میں کہنے لگا کہ اب اسم اعظم کو پڑھنا چاہیئے پڑھتے ہی اس کے پاؤں پتھر سے چھوٹ گئے تب اس نے کہا کہ وہ احمر یہی ہے پھر تو اسم اعظم کو پڑھتا ہوا چڑھ گیا اتنے میں ایک میدان پُر فضا نظر آیا آگے بڑھا پانی کا ایک چشمہ صاف شفاف دکھائی دیا اس کے گرد بہت سے درخت میوہ دار کہ کبھی دیکھنے میں نہ آئے تھے نظر پڑے حاتم نے کپڑے اتار کر اس میں غسل کیا پھر لباس پاکیزہ پہن کر اسم اعظم پڑھنے لگا اس کی برکت سے تمام جانور جادو کے کیا درندے کیا گزندے بھاگ گئے یہ خبر شام احمر جادو کو پہنچی کہ سب جانور بھاگے ہوئے چلے آتے ہیں اس نے نجوم کی کتاب دیکھی معلوم کیا کہ ایک دن حاتم طائی اس پہاڑ پر آئے گا اور تمام جادو ہمارا باطل کرے گا یہی ہے جو وہاں چشمہ پر بیٹھا ہوا اسم اعظم پڑھتا ہے اگر کوئی سحر اس اسم اعظم پڑھنے والے کو اثر نہیں کرتا کیا تدبیر کیجیے کہ وہ اسم اعظم بھول جائے یہ سوچ کر ایک منتر پڑھا اور چاروں طرف پھونکا کہ ایک غٹ کا غٹ پریوں کا نمودار ہوا ان میں ایک پری ملکہ زریں پوش کی صورت کی بھی صراحی اور پیالہ ہاتھ میں لیے ہوئے دکھائی دی شام احمر جادو نے کہا کہ تم جاؤ حاتم کو شراب کا پیالہ پلا کر تمام کر دو وہ صورت تمام پریوں سمیت اس چشمہ پر پہنچی حاتم دیکھ کر حیران ہوا کہ یہ سب تو اس درخت پر لٹکی تھیں یہاں کیونکر آئیں پھر دل میں سوچا کہ اس کے باپ کا مکان ہے آ نکلی ہوں اتنے میں ملکہ زریں پوش کی صورت حاتم کے پاس آئی اور کہنے لگی اے حاتم تو نے رنج و تعب بہت کھینچے ہیں آج میرے باپ نے مجھے اس باغ کی سیر کو بلوایا ہے میں تجھے دیکھ کر نہایت خوش ہوئی یہ بات کہہ کر اس کے پہلو میں بیٹھی اور شراب کی صراحی سے پیالہ بھر کے اس کے ہاتھ میں دیا حاتم نے اس کے پینے کو

دل میں کہا کہ معشوق کی صحبت غنیمت ہے ہاتھ سے نہ دیا جائے آخر منہ سے لگا لیا وہ مجبور ہو
وہیں سیاہ دیو ہو کر حاتم کو باندھ کر شام احمر جادو کے پاس لے گئی اس نے اس کو دیکھتے ہی
سر نیچا کر لیا اور دل میں کہا کہ ایسے جوان کو مارنا سخت نادانی ہے لیکن یہ دشمن ہے اسے کچھ
سزا دیا چاہیئے نوکروں سے کہا اسے چاہ آتشیں میں ڈال دو انہیں کے چاکروں نے حاتم
کو کنوئیں میں ڈال دیا اور ہزار من کی ایک سل لوہے کی لال کر کے منہ پر ڈھانک دی حاتم
غلطاں و پیچاں چلا جاتا تھا کہ مجبور تھا لیکن وہ مہرہ خرس کی بیٹی کا جو اس کے منہ میں
تھا کنوئیں میں سل سمیت سرد ہوتا جاتا تھا القصہ شام احمر کو لوگوں نے خبر دی تھی کہ حاتم چاہ
آتشیں میں جل کر خاک سیاہ ہو گیا تب اس نے نجوم کی کتاب دیکھ کر معلوم کیا کہ یہ جھوٹ
کہتے ہیں حاتم ایک مہرہ کے سبب سے بجسم سلامت ہے اس کو آنچ بھی نہیں لگی پھر سوچنے
لگا وہ مہرہ اس سے کس طرح لیا جائے جب تک وہ اس کے پاس ہے اسے کوئی چیز نہ ستائے گی
نوکروں سے کہا کہ جلد اسے کنوئیں سے نکال اسی چشمہ پر لے جاؤ انہوں نے ایسا ہی کیا
حاتم نے آتے ہی غسل کیا اور وہیں بیٹھ کر سجدہ شکر ادا کیا اور شام احمر جادو نے منتر
پڑھنا شروع کیا کہ ایک ساعت میں وہی صورتیں ملکہ زریں پوش کی صورت سمیت حاتم
کے سامنے آگئیں اور ملکہ زریں پوش کی شکل سے قدم آگے بڑھا کر حاتم کے پاس آ کر کہا کہ
اے یار غم گسار اب میں تیرے پاس نہ بیٹھوں گی کیونکہ اس روز جو میں تیرے پاس بیٹھی
تھی میرے باپ نے سیاہ دیو بھیج کر تجھے پکڑوا لیا تھا حاتم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا
تب وہ نازنین ناز و ادا سے کہنے لگی اے حاتم تو مجھے سچ مچ چاہتا ہے اس نے کہا کہ جان
سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہوں وہ بولی کہ ایک چیز تجھ سے مانگوں اگر دے تو جانوں کہ
عاشق صادق ہے اس نے کہا کہ وہ کون سی چیز ہے میں تو مفلس ہوں زر و جواہر کچھ اپنے
پاس نہیں رکھتا یہ سن کر وہ کہنے لگی کہ میں تو اس خرس کی بیٹی کا مہرہ چاہتی ہوں زر و جواہر
کی خواہش نہیں رکھتی حاتم نے کہا کہ تو نے کیونکر جانا کہ وہ مہرہ میرے پاس ہے وہ بولی
کہ میرے باپ نے نجوم کی رو سے بتایا ہے حاتم نے کہا وہ مہرہ دوست سے زیادہ
عزیز نہیں۔ چاہتا تھا کہ نکال کر اس کے حوالے کرے کہ ایک پیر مرد نے ڈانٹا کہ اے
نادان کیا کرتا ہے مہرہ دے گا تو سخت پشیمان ہوگا بلکہ جان بھی جاتی رہے گی یہ بات
سن کر حاتم نے کہا اے بزرگ تو کون ہے اس نے کہا میں وہی پیر مرد ہوں جس نے تجھے
اسم اعظم سکھایا تھا حاتم اٹھ کر ان کے پاؤں پر گر پڑا اور کہنے لگا یا حضرت میں جس نازنین
کو چاہتا تھا آپ کی توجہ سے ہاتھ لگی حضرت نے فرمایا کہ اے نادان یہ کیا کہتا ہے ہرگز

اس بات کا خیال اپنے دل میں نہ لا یہ ملکہ زریں نہیں یہ جادو کی تصویر ہے پہلے بھی اس کو شاہ احمر جادو نے تیرے پاس ملکہ کی شکل بنا کر بھیجا تھا اور اسی کے ہاتھ سے جادو کی شراب پلوا کر تجھے چاہ آتشیں میں ڈبوایا تھا اس مہرے کی بدولت تو جیتا بچا اور یہ صورتیں جو تیرے پاس آئی ہیں سب صرف جادو کی ہیں اسم اعظم پڑھ اگر ملکہ زریں پوش ہے تو بیٹھی رہے گی اور اگر جادو کی تصویر ہے تو جل جائے گی حاتم نے ان کے قدم چوم لئے اور تالاب سے ہاتھ منہ دھو کر کلی کر کے جونہی اسم اعظم پڑھنا شروع کیا دونہیں اس جماعت کا رنگ متغیر ہونے لگا اور بدن تھرتھرانے لگا اور ملکہ تصویر بھی کانپنے لگی آخر ہر ایک کے سر پر ایک شعلہ پیدا ہوا کہ وہ شمع کی طرح جلنے لگیں ایک دم کے بعد سب کی سب جل کر راکھ ہو گئیں حاتم افسوس کرنے لگا کہ یہ تصویر ہی مجھ کو غنیمت تھی اس کی جگہ میں اس کو دیکھ کر اپنے دل بیقرار کو تسکین دیتا تھا اب کس طرح صبر کروں گا اور کیونکر جی کو تھاموں گا رونے کے سوا کچھ چارہ نہیں آخر بے اختیار ہو کر رونے لگا اتنے میں یہ خبر شاہ احمر جادو کو پہونچی وہ سب صورتیں جادو کی جل کر خاک ہو گئیں اس بات کے سنتے ہی اس نے جادو کے زور سے شیطان کو بلوایا اور نہایت تعظیم اور تکریم کر کے اپنے پاس بٹھایا اور کہا کہ حاتم کے ہاتھ سے نہایت عاجز ہوں کچھ بن نہیں پڑتی کیا کروں ابلیس نے کہا کہ اے شاہ ابھی اس کی عمر بہت باقی ہے وہ کب کسی کے ہاتھ سے مارا جاتا ہے اور کب کسی کا فریب کھاتا ہے بہتر یہ ہے کہ تو اپنی بیٹی اس سے بیاہ دے وہ بولا کہ جب تک جیتا ہوں یہ کام ہرگز نہ کروں گا ابلیس نے کہا کہ اگر یہی بات تیرے دلمیں تھی تو مجھے کیوں تکلیف دی وہ بولا کہ اس نے بہت سی ہماری صورتیں جلا کر خاک کر دی ہیں اس بات کا امیدوار ہوں کہ تو اپنی دستگیری سے اسم اعظم کو اس کے دل سے بھلا دے اس نے کہا کہ میں اس جگہ کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ حضرت خواجہ خضر اس کی حفاظت اور مدد کیواسطے حق تعالے کیواسطے حق تعالے کی طرف سے معین ہوئے ہیں وہ اس اسم اعظم کو نہیں بھولے گا اور مجھ کو اس کی قدرت نہیں جو اس کے دل سے بھلا دوں مگر اتنا ہو سکتا ہے کہ وہ غافل ہو جائے اور محتلم ہو یہ بات سنتے ہی احمر جادو بہت خوش ہوا اور اس کے پاؤں پر گر پڑا شیطان دلاسا دے کر غائب ہو گیا اور حاتم کو غفلت میں ڈال کر محتلم کر دیا وہ گھبرا کر چونک پڑا اور آپ کو ناپاک دیکھ کر غسل کا قصد کیا جادو گر گھات میں لگ رہا تھا قابو پا کر منتر پڑھنے لگا پھر دیو سیاہ زمین سے پیدا ہوا اور حاتم کیطرف دوڑا حاتم کو احتلام کا وسوسہ تھا ڈرا کہ اس سے کیونکر لڑوں یقین ہے کہ اب مارا جاؤں اتنے میں دیو آ پہونچا اور اس کو پکڑ کے شاہ احمر جادو کے پاس لے گیا وہ اس کو

دیکھکر بولا کہ اس کو مارنا صلاح نہیں کیونکہ وہ مہرہ ضائع ہوگا جب تک نہ اپنی خوشی سے
نہ دے طوق وزنجیر پہنا کر دو بھاری ستونوں میں کس دو پر اس کا سر اور منہ کھلا رہے چنانچہ
اس کے فرمانبرداروں نے وہی کیا حاتم آپ کو گرفتار دیکھ کر خدا کی درگاہ میں گریۂ وزاری
کرنے لگا کہ الٰہی تیرے سوا اس وقت کوئی مددگار نہیں ناشام احمر جادو نے اپنے جادوگروں
سے کہا کہ تم سب اس کے گرد بیٹھ رہو اور چوکی دو وہ اس کے گرد بیٹھ کر اس کا کہنا بجالائے
غرض سات رات دن یونہی گذر گئے حاتم بھوک پیاس سے نہایت بے قرار ہوا اتنے
میں احمر جادو آیا اور کہنے لگا کہ اے حاتم کیا احوال ہے اس نے جواب دیا تب جادوگر
نے کہا کہ اگر مہرہ مجھے دے تو میں تجھے چھوڑ دوں حاتم بولا کہ تو اپنی بیٹی میرے ساتھ بیاہ دے
تو ابھی دیتا ہوں اس بات کو سن کر وہ نہایت غضبناک ہوا اور اپنی مسند سے اٹھ کر
جادوگروں کو ارشاد کیا کہ تم اس کے سر پر پتھروں کا مینھ برساؤ تاکہ اس کا سر پاش پاش
ہو جائے جادوگر پتھر ہاتھ میں لے کر حاتم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اپنی جان پر
رحم کرو اور مہرہ دے ڈالو نہیں تو تمہارے سر کو پتھروں سے پھوڑ ڈالیں گے کہ بھیجا نکل
پڑے گا حاتم نے جواب دیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں تمہارے سردار کو ماروں گا اور
اس کی بیٹی کو اپنی خدمت میں لوں گا یہ بات سن کر وہ جادوگر غصے ہوئے اور پتھروں کا
مینھ برسانے لگے اور یہاں تک برسایا کہ حاتم ان پتھروں میں چھپ گیا اور وہاں ایک پہاڑ
سا ہو گیا تب جادوگروں نے اپنے سردار سے جا کر کہا کہ حاتم مر گیا اس نے کہا غلط کہتے ہو وہ
اتنک جیتا ہے انھوں نے عرض کیا کہ اگر آہنی تن ہوتا تب بھی خاک سیاہ ہو جاتا یہ تو آدمی
تھا کیونکر بچا ہوگا اس نے کہا کہ اگر تم کو باور نہیں تو پتھروں کو سرکا کر دیکھ لو کچھ آسیب بھی
نہیں پہونچا جادوگروں نے پتھروں کو سرکا کر جو دیکھا تو اس کو سلامت پایا جھنجھلا کر پھر
یہاں تک پتھر برسائے کہ اس پہاڑ سے دوتا ہو گیا پھر پتھروں کو سرکا کر جو دیکھا تو اسے کچھ
ضرر نہ پہونچا تھا غرض سات روز اسی طرح گذر گئے تب احمر جادو نے ناچار ہو کر ان سے
کہا کہ تم ہر روز اسی طرح پتھر مارا کرو اور آپ محل میں جا کر منتر پڑھنے میں مشغول ہوا تب
حاتم بھوک پیاس سے عاجز ہو کر مرنے لگا تب ان چوکیداروں سے کہا کہ اے یارو تم نے
اس مہرے کا خواص دیکھا یہ ایسا ہے کہ جس کے باعث سے زمین آگ میں نہ جلا نہ پتھروں سے
موا اب جو کوئی مجھ کو اس تالاب پر لے جائے گا یہ مہرہ میں اسی کو دونگا انھوں نے کہا کہ
ہمیں تیرا مہرہ ہرگز درکار نہیں مگر ایک لالچی نے انکھیوں سے اشارہ کیا کہ میں تجھ کو اس
تالاب پہ لے جاؤں گا ذرا رات ہونے دے حاتم نے بھی اشارہ سے کہا یہ مہرہ تجھی کو

دوں گا جب آدھی رات ہوگئی وہ چوکیدار چپکے سے اٹھ کر حاتم کے پاس آیا اور کہنے لگا اگر کہے تو میں تجھے اس چشمے پر لے چلوں حاتم نے کہا کہ مجھ کو چلنے کی تاب و طاقت نہیں چلنا تو در کنار ان پتھروں سے کیونکر نکلوں اس نے کہا کہ اپنے جادو کے زور سے نکال لیتا ہوں اندیشہ نہ کر یہ کہکر افسوں پڑھنے لگا اتنے میں ایک کالا دیو پیدا ہوا ان دونوں کو آپس میں تالاب پر پہونچا کر غائب ہوگیا حاتم نے پہلے کپڑے دھوئے اور پھر نہا کر بدن صاف کیا اور تھوڑا پانی پی کر اس چشمے سے باہر نکلا کپڑے پہنے تب جادوگر نے کہا اے حاتم میں نے تجھ کو اس مہرے کے لالچ سے ان پتھروں سے نکالا اور اس تالاب پر بخوبی پہونچا دیا اب تجھ کو لازم ہے کہ اپنا وعدہ وفا کرے اور مہرہ مجھے دے حاتم نے کہا اے عزیز تو نے میرے ساتھ نیکی کی میں بھی سلوک کروں گا چنانچہ جس وقت شام احمر کو ماروں گا یہاں کی بادشاہت تجھ کو دوں گا اس نے کہا کہ اے حاتم مہرے کے سوا کچھ چیز مجھے درکار نہیں اگر دیتا ہے تو وہی دے حاتم نے کہا یہ مہرہ میرے ایک دوست کی نشانی ہے تجھے کس طرح سے دوں اور تو جو یہ مہرہ مانگتا ہے کس کام کے لئے اور کس کے واسطے اس نے کہا کہ میں اپنے لئے چاہتا ہوں حاتم نے کہا اے نادان بے وقوف اگر تو خدا کے واسطے مانگتا تو میں ابھی تیرے حوالے کر دیتا اس نے کہا کہ میرے خدا جادو کملاق شام احمر کا استاد ہے تیرے خدا کے واسطے کیوں مانگوں حاتم نے کہا کہ اے کافر تیرہ کو خدا کہتا ہے چل دور ہو میرے سامنے سے معلوم ہوا کہ تو خدا کو نہیں پہچانتا اب مجھ کو یقین ہوا کہ تو کفر کا فریب خیر کیا کروں ناچار ہوں کہ تو نے مجھ پر احسان کیا ہے اور نیکی کا بدلہ بدی نہیں نہیں تو اپنے کہنے کی سزا پاتا وہ بولا کہ مجھ کو تجھ سے مہرہ لینا مشکل نہیں اگر آپ سے دیتا ہے تو تیری جان بچتی ہے نہیں تو یہاں تک غوطے اس چشمے میں دوں گا کہ تیرا جی نکل جائے گا حاتم نے کہا اے ملعون چل دور ہو میرے سامنے سے یہ مہرہ میرا مال ہے یہ سن کر وہ افسوں پڑھنے لگا اور حاتم نے اسم اعظم پڑھنا شروع کیا غرض ہر چند اس نے منتر پڑھ کر پھونکا مگر کچھ اثر نہ ہوا بلکہ اسم اعظم کی برکت سے وہ آپ ہی آپ کانپ کر حاتم کے آگے سے بھاگ کر ستونوں میں آیا اور جان کی دہشت سے چپکا ہو کر بیٹھ رہا حاتم اسی چشمہ پر بیٹھا اسم اعظم پڑھا کیا اتنے میں فجر ہوگئی سب چوکیدار چلے گئے ستون کو خالی دیکھا حاتم کو نہ پایا ڈرے کہ اب شام احمر ہم کو جیتا نہ چھوڑے گا ناچار سر پر خاک ڈالتے ہوئے آپ ہی اس کے تئیں گئے اور کہنے

لگے کہ خداوند عالم حاتم غائب ہو گیا وہ اس خبر وحشت اثر کے سنتے ہی اور غضبناک ہوا اور اپنے نجومیوں سے دریافت کر کے کہنے لگا کہ حاتم اسی تالاب پر بیٹھا ہے اور ایک چوکیدار نے پہرے کے لالچ سے اس کو وہاں پہنچا دیا ہے بس اب تم میں سے کوئی جائے اور سترنگ کو میرے سامنے لے آئے پس ایسے جیتا نہ چھوڑوں گا وہ اس کے حکم کے موافق سترنگ کو پکڑنے گئے وہ اپنی عیاری سے اس بات کو دریافت کر کے بھاگا اور حاتم کے پاس جا کر کہنے لگا کہ اے حاتم تیرے سبب سے میری جان جاتی ہے باوجود اس کے کہ میں نے تجھ سے بدی نہیں کی بلکہ نیکی کی ہے کہ قید شدید سے چھڑایا ایک تو مہرہ ہاتھ نہ لگا دوسرے جان کا خطرہ ہوا حاتم اس کے احسان پر نظر کر کے شرمندہ ہوا اور خاطرداری کر کے کہنے لگا کہ تو خاطر جمع رکھ کچھ اندیشہ نہیں جب تمام احمر نے دیکھا کہ سترنگ بھاگ گیا منتر پڑھنے لگا اتنے میں سترنگ کو ایک شعلہ آگ کا دکھائی دیا چلایا اور پکارا کہ اے حاتم مجھ کو بچا لے اس نے اسم اعظم پڑھ کر اس پر دم کیا شعلہ بجھ گیا پھر اس سے کہا کہ تو میرے پیچھے آ کر کھڑا ہو وہ کھڑا ہو گیا اور کہا اے حاتم میں تیرا ہوا مجھ کو اس جادو سے بچا حاتم اٹھا اور اسم اعظم پڑھتا ہوا تمام احمر کی طرف چلا اور سترنگ بھی اس کے ساتھ ہو لیا جب تمام احمر نے اپنے علم سے دریافت کیا کہ حاتم اور سترنگ ادھر چلے آتے ہیں اپنا تمام لشکر ساتھ لے کر شہر سے باہر نکلا اور سحر پڑھنے لگا کہ یکایک گھٹا اٹھی اور بجلی چمکنے لگی بادل گرجنے لگا یہ حالت دیکھ کر سترنگ تھرتھرانے لگا اور کہا کہ یہ جو نظر آتا ہے جادو ہے حاتم خبردار ہو اس نے اسم اعظم پڑھ کر آسمان کی طرف پھونک دیا وہ سب آفتیں اس کے لشکر پر پڑیں یہ کیفیت دیکھ کر تمام احمر جادو حیران ہوا اور کہنے لگا کہ حاتم بڑا ہی جادوگر ہے جس کے جادو نے ہمارے ایسے سحر کو رد کیا ہے اب کیا کیجئے اتنے میں ایک سحر اسے پھر یاد آیا اور وہ پڑھنے لگا کہ ایک پہاڑ زمین سے بلند ہوا جب حاتم کے سترنگ پہنچا سترنگ پکارا کہ اے حاتم ہوشیار ہو کہ یہ دوسرا سحر ہے حاتم نے پھر اسم اعظم پڑھ کر دم کیا وہ پہاڑ سنگ ریزے ہو کر انہیں کے سر پر گر پڑا چار ہزار جادوگر واصل جہنم ہوئے اور ایک بڑا سا پتھر تمام احمر کے سر پر آیا وہ اپنے جادو کے زور سے بچ گیا اور وہ پتھر کسی جنگل میں جا کر گر پڑا پھر حاتم اسم اعظم پڑھتا ہوا آگے بڑھا تمام احمر نے جو دیکھا کہ حاتم بے خطر چلا آتا ہے اور نزدیک ہے کہ مجھ تک آ پہنچے پھر ایک افسون پڑھ کر پھونکا چاروں طرف سے چار اژدہے پیدا ہوئے لیکن اسی کے لشکر پر جا کر گر پڑے اور لشکر کو نگل گئے

مگر تین شخص باقی رہے شام احمر نے پھر منتر پڑھکر پھونکا اژدہوں نے نکلے ہوؤں کو اگل دیا اور آپ پھر یہ حالت دیکھکر تین ہزار جادوگر جان کے خوف سے بھاگے احمر جادو نے ہر چند دلاسا دیا مگر کسی نے نہ سنا جب شام احمر نے دیکھا کہ کوئی جادوگر نہیں پھرتا ایک جادو ایسا پڑھا کہ وہ سب میدان میں درخت ہو گئے اور آپ اکیلا حاتم کے روبرو آ گئے سحر پڑھ پڑھ کر پھونکنے لگا جب دیکھا کہ کوئی منتر حاتم پر اثر نہیں کرتا ایک منتر پڑھ کر آسمان کی طرف ہوا ہو گیا حاتم نے یہ دیکھ کر تعجب کیا سرنگ بولا کہ اب وہ اپنے استاد کملاق جادو کے پاس گیا ہے اور وہ ایسا جادوگر ہے کہ جس نے ایک آسمان چاند سورج تاروں سمیت بنایا ہے اور ایک پہاڑ کے نیچے شہر عظیم بنایا ہے کہ چالیس ہزار جادوگر اس میں رہتے ہیں اور وہ کہا کرتا ہے کہ میں نے تم کو پیدا کیا ہے خاک پڑے اس کے منہ میں خدائی کا دعوے کرتا ہے اور ہم برس میں ایک بار اس کی خدمت میں چلتے وہ کافر سخت ساحر ہے اور اس کا مکان یہاں سے تین کوس پر ہے حاتم نے کہا تو بہ کر خداوند واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس نے ہر شے کو پیدا کیا ہے اور وہ کسی سے پیدا کیا ہے اور وہ کسی سے پیدا نہ ہوا سرنگ نے کہا آمنّا صدقنا میں نے اسم اعظم کی برکت دیکھی اب اعتقاد جادوگروں سے بالکل اٹھ گیا حاتم نے اس کی تسلی کی اور کہا کہ میں اب کملاق پر جایا چاہتا ہوں سرنگ نے عرض کی جو آپ کی خوشی ہو تو میں بھی غلامی میں حاضر رہوں اور یہ درخت جو نظر آتے ہیں شام احمر کے لشکر کے لوگ ہیں یقین ہے کہ یہ قیامت تک یونہی رہیں گے وہ ان کو جادو سے درخت بنا گیا ہے اگر تم سے ہو سکے تو ان کی صورت اصلی پر لا کر اپنے ساتھ چلو اس بات کے سنتے ہی حاتم نے تھوڑے سا پانی پڑھ کر سرنگ کو دیا کہ اس پانی کو ان پر بسم اللہ کہہ کے چھڑک دے وہ اس پانی کو لے کر گیا اور ان درختوں پر چھڑکنے لگا خدا کے فضل سے اور اسم اعظم کی برکت سے وہ سب کے سب اپنی اصلی صورت پر آ گئے اور سرنگ سے پوچھنے لگے کہ اے سرنگ شام احمر جادوگر کہاں ہے اس نے کہا کہ وہ تم کو اپنے جادو سے درخت بنا کر کملاق کے پاس گیا اب حاتم نے تمہیں اسم اعظم پڑھ کر پھر آدمی کیا ہے تم اپنا احوال بیان کرو کہ کب تک تھے انھوں نے کہا کہ ہم نہیں اپنے تئیں کھڑے تھے طاقت چلنے پھرنے کی نہ رکھتے تھے اب اس جوان مرد کی توجہ سے اچھے ہوئے حق تو یہ ہے کہ عجب جوانمرد خدا ترس اور صاحب اقبال ہے شام احمر پر غالب آیا یہ گفتگو کر کے حاتم

کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے حاتم آگے ہم شاہ احمر کے بندوں میں تھے آج سے تیرے
غلاموں میں داخل ہوئے کہ تو نے ہم پر بڑا احسان کیا حاتم نے ان پر اسم اعظم پڑھ کر پھونکا
وہ سب کے سب حاتم سے کہنے لگے کہ اب کہاں چلنے کا ارادہ ہے حاتم نے کہا مجھے شاہ احمر
جادو سے کچھ کام ہے جب تک وہ میرے ہاتھ نہیں آتا میں کچھ کام نہ کروں گا کیونکہ اس کی
بیٹی سے بیاہ کیا چاہتا ہوں اگر اس نے خوشی بخوشی قبول کیا تو بہتر ورنہ جیتا نہ چھوڑوں گا
انھوں نے کہا اس کی بیٹی تم نے کہاں دیکھی ہے حاتم نے تمام ماجرا عشق کا بیان کیا انھوں نے
عرض کی کہ خداوند کملاق بڑا جادوگر ہے اور اس کا زیر کرنا نہایت مشکل ہے حاتم نے کہا اے
یارو ہمت نہ ہارو اور اگر کچھ تماشا دیکھنا چاہتے ہو تو میرے ساتھ چلو نہیں تو یہیں آرام
کرو میں جاتا ہوں اور کملاق اور شاہ احمر جادو جانے انھوں نے کہا آپ نے ہم پر احسان
کیا ہے یہ بات مروت سے بعید ہے جو ہم تم کو تنہا جانے دیں بہتر یہی ہے کہ ہم بھی
ہمرکاب چلیں بالفرض اگر وہ غالب ہوا تو ہم بھی تمہارے ساتھ پھر آئیں گے اور تم جہاں
جاؤ گے ہم بھی ساتھ چلیں گے یہاں ہمارا کیا کام ہے وہ ہمیں ہرگز جیتا نہ چھوڑے گا غرض
حاتم نے سب جادوگروں سمیت کوہ کملاق کا رستہ لیا تھوڑی دور جا کر انھوں نے کہا
حضرت سلامت شاہ احمر جادو یہاں سے ایک دن میں ہم سب کو لیکر اس پہاڑ پر جا پہنچتا
تھا حاتم نے جواب دیا کہ سچ ہے وہ جادوگر اپنے جادو کے زور سے اس راہ دور دراز کو اتنا
طے کرتا تھا انھوں نے عرض کی خداوند اگر آپ جادوگر نہیں تو ایسے ساحر پر کیونکر غالب
ہوئے حاتم نے کہا اے عزیزو میں اسم اعظم جانتا ہوں جہاں وہ اثر کرے وہاں جادو کا کیا بس
چلے دیکھو اس اسم کے اثر سے وہ جل کر خاک ہو جائیں گے پھر وہ سب کے سب حاتم کے ساتھ
اس تالاب پر پہنچے کہ پہلی منزل تھی پر معلوم نہ تھا کہ احمر جادو اسی راہ سے گذرا ہے اور
اس تالاب پر بھی سحر پڑھ گیا ہے بے تحاشا سبھوں نے پانی پی لیا پیتے ہی ان کے ناخن
سے خون کے فوارے چھوٹنے لگے حاتم دیکھ کر حیران رہ گیا القصہ تمام رات گذر گئی
حاتم پیاسا رہا مگر پانی کا قطرہ ایک بھی اس نے نہ پیا جب صبح ہوئی وہ سب کے سب
مشک کی طرح پھول گئے حاتم ان کی حالت دیکھ کر ہاتھ ملتا تھا اور روتا تھا لیکن یہ نہ سمجھا
کہ شاہ احمر جادو نے اس پانی پر بھی جادو کیا ہے آخر ان کی زندگی سے ناامید ہوا اور
خیال گذرا کہ شاید اسم اعظم کی برکت سے وہ بیچارے اچھے ہو جائیں گے اور ان کی جانیں
بچیں یہ اندیشہ کر کے وہی اسم اعظم پڑھ کر پھونکا ان کی سوجن پہلی ہی مرتبہ میں اتر گئی دوسری
دفعہ پھر پڑھ کر دم کیا تب ان کی ناکوں سے نیلا پانی جاری ہوا غرض تیسری بار بھی

حالت اصلی پر آگئے اور حاتم کو دعائیں دیکر تعریفیں کرنے لگے تب حاتم نے پوچھا کہ اسکا رو یہ کیا باعث ہے وہ بولے کہ خداوند ہم کو یوں معلوم ہوتا ہے کہ شام احمر جادو اس تالاب پر بھی جادو کر گیا ہے حاتم نے اس پر بھی اسم اعظم پڑھ کر پھونکا پہلے وہ جوش میں آیا پھر سرخ ہوکر سبز ہوتے ہی نیلا ہو گیا ایک دم کے بعد صاف ہوا اور اپنے اصلی رنگ پر آگیا حاتم نے جانا کہ اب اس تالاب سے جادو کا اثر جاتا رہا ہے تھوڑا سا پانی آپ پیا اور سب کو فرمایا کہ پانی پیو اور نہا لو تا کہ سحر کی حرارت اسم اعظم کے سبب جاتی رہے انھوں نے اسکے کہنے پر عمل کیا اور اعتقاد دلا کر کہنے لگے خداوند ہم تمہارے ساتھ ہو کر شام احمر اور کملاق سے لڑیں گے اسی قصد پر آگے بڑھے اور شام احمر وہاں سے بھاگا تو کملاق ہی کی ڈیوڑھی پر آکھڑا ہوا چوبدار نے جا کر عرض کی خداوند شام احمر جادو ننگے پاؤں نہایت پریشان حال در دولت پر کھڑا ہے کملاق نے اس کو اندر بلا لیا گلے لگایا اور پوچھا کہ تجھ پر کیا حادثہ پڑا ہے جو اس حال سے یہاں آیا ہے اس نے عرض کی کہ میرے پہاڑ پر حاتم نام ایک بڑا جادوگر کہیں سے آیا ہے اس نے مجھے ان حالوں سے پہنچایا کہ

تصویر شام احمر جادو اور کملاق جادو کی کہ فن سحر میں استاد



کملاق یہ حال سن کر آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا کہ تو خاطر جمع رکھ میں اس کو ابھی چھین کر کے تیرے حوالے کئے دیتا ہوں غرض اس کی تسلی کر کے ایک منتر پڑھا اور اپنے پہاڑ کی

صورت کی طرف پھینکا وہیں ایک آگ نمودار ہوئی اور حلقے کی صورت ہو کر اس
پہاڑ کو گھیر لیا حاتم بھی دو چار روز کے بعد کملاق کی حد میں جا پہونچا رفیقوں نے عرض
کی یا قبلہ عالم کوہ کملاق یہی ہے لیکن اس کے گرد جو آگ روشن ہے شاید جادو کا سبب ہے
حاتم ٹھہر گیا اور اسم اعظم کو پڑھ کر اس پہاڑ کی طرف دم کیا آگ بالکل بجھ گئی یہ خبر کملاق
جادوگر کو پہونچی اس نے پھر ایک جادو ایسا کیا جس کے زور سے اس پہاڑ کے گرد ایک
دریائے عظیم پیدا ہوا اور موج مارتا ہوا حاتم کی طرف بڑھا سبھوں نے التماس کیا
کہ خداوند یہ دریا جادو کا ہے اب ہم اس میں بے اجل ڈوبے بچتے نظر نہیں آتے حاتم
نے کہا تم نہ گھبراؤ خدا کو یاد کرو یہ کہکر پھر اسم اعظم پڑھ کر پھونکا وہ دریا ہوا ہو گیا
اور زمین خشک نظر آئی جادوگروں نے دریافت کیا کہ کوئی سحر اس جوان پر کارگر
نہیں ہوتا ہے دیکھئے کیا ہوتا ہے اتنے میں کملاق نے ایک اور منتر پڑھا اس کے پڑھتے
ہی دس دس پانچ پانچ من کے پتھر پڑنے لگے غرض اس قدر برسے کہ اس پہاڑ کے گرد
ایک اور پہاڑ ہو گیا اور وہ نظر آنے سے رہ گیا اس حال کو ملاحظہ کرکے حاتم بیٹھا اور
اسم اعظم پڑھنے لگا اس کی برکت سے ایک ایسی ہوا چلی کہ ان پتھروں کو اڑا لے گئی
کہ وہ کملاق نظر آنے لگا حاتم آگے بڑھا کملاق جادوگر نے پھر ایک ایسا افسون پڑھا
کہ وہ پہاڑ حاتم کے ہمراہیوں کی نظر سے غائب ہو گیا تب انھوں نے عرض کی کہ خداوند
اس پہاڑ کو کملاق نے جادو کے سبب سے چھپا لیا ہے یہ سن کر حاتم وہیں بیٹھ گیا اور
اسم اعظم پڑھ پڑھ کے پھونکنے لگا فضل الٰہی سے دو تین روز کے بعد وہ پہاڑ پھر
نظر آیا حاتم اٹھ کھڑا ہوا اور ساتھیوں سے کہکر اس پہاڑ پر چڑھ گیا وہاں کے
جادوگروں نے اس کو دیکھتے ہی غل مچایا کہ یہ جوان صحیح و سلامت یہاں آ پہونچا
تب کملاق تمام احمر جادو سمیت اس آسمان پر جو اس پہاڑ سے تین ہزار گز اونچا
تھا چڑھ گیا اور اپنے لشکر کو چڑھا لیا حاتم نے جو دیکھا کہ اب سامنے آنے والا کوئی
نہیں بخوف و خطر شہر میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہے کہ ایک شہر بہت بڑا عالیشان
اور اس کی عمارت دلچسپ اور ہر مکان پاکیزہ دوکانیں ستھری و صاف ان میں ہر طرح
کی جنس رکھی مگر کسی آدمی کا نام نہیں یہ تماشہ دیکھ کر اپنے لوگوں سے کہا کہ یہاں کے
رہنے والے کیا ہوئے انھوں نے کہا کہ خداوند کملاق آپ کے ڈر سے ان سبھوں کو
لے کر اسی آسمان پر گیا ہے جو اس نے بنایا ہے حاتم اس بات کو سن کر ہنسا اور کہنے لگا
کہ اب تم کیوں بھوکے مرتے ہو خدا نے نعمتیں دی ہیں ان کو مزے سے چکھو

اور سجدۂ شکر جناب الٰہی میں بجالاؤ وہ سب کے تو مجھے ہی بے اختیار کھانے لگے جب کھا چکے سب کے کردم سم ہو گئے اور ہر ایک کی ناک سے لہو ٹپکنے لگا حاتم نے معلوم کیا کہ وہ کم بخت ان نعمتوں پر بھی جادو کر گیا ہے یہ سمجھ کر تھوڑا سا پانی منگوایا اور اسپر اسم اعظم پڑھکر ہر ایک کو پلوادیا وہیں سحر کا اثر جاتا رہا وہ اچھے ہو گئے پھر حاتم نے اسم اعظم ہر ایک چیز پر پھونک کر کہا اب شوق سے کھاؤ کہ جادو کا عمل باطل ہو گیا تب انھوں نے کہا کہ وہ اس زمین پر گیند کے مانند نظر آتا ہے حاتم اس طرف متوجہ ہوا اور اسم اعظم پڑھ کر پھونکنے لگا۔ آخر وہ گیند ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پہاڑ پر گر پڑی اور بہت سے جادوگر واصل جہنم ہوئے مگر کملاق اور شام احمر جادو بچ کر پہاڑ پر گر پڑے اور کسی طرف کو بھاگے اور حاتم اسم اعظم پڑھتا ہوا ان کے پیچھے چلا آخر وہ دونوں گھبرا کے پہاڑ سے گرے اور پاش پاش ہو گئے حاتم اور شاد ہوا اور سجدۂ شکر ادا کیا پھر سرتک سے کہنے لگا کہ میں نے تجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جب کملاق کو ماروں گا تجھ کو اس کے ملک کا بادشاہ کروں گا اب ملک تجھ کو دیتا ہوں اور اپنا وعدہ وفا کرتا ہوں بشرطیکہ تو خدا کو ایک جانے اور اس کی پرستش کرے اور کسی بندۂ خدا کو دکھ نہ دے عدل و انصاف میں رات دن مشغول رہے یہ کہکر پھر ان سب جادوگروں سے بھی کہا کہ تم سرتک کی سرداری قبول کرو اور یاد الٰہی میں رہو اور اپنے آپ کو بندۂ خدا سمجھو اور اگر ان باتوں کے خلاف کروگے تو اپنی سزا کو پہنچوگے اور اب میں ملکہ زریں پوش کے پاس جاتا ہوں تم سب یہاں آپس میں اتفاق سے خوش و خرم رہو انھوں نے کہا کہ خوشی تو ہماری یہی ہے کہ ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں لیکن حکم سے باہر نہیں ہو سکتے غرض حاتم نے ان کو وہیں چھوڑا اور آپ ملکہ زریں پوش کے مقام کیطرف روانہ ہوا چند روز میں وہاں جا پہنچا کیا دیکھتا ہے کہ نہ وہ تالاب ہے نہ وہ پانی ہے مگر وہ درخت اسی طرح ہرا بھرا کھڑا ہے اور اس تالاب کی جگہ ایک شیش محل نہایت عالیشان جگمگا رہا ہے حاتم اس کے دروازے پر جاکر کھڑا ہوا کیا دیکھتا ہے کہ وہی نازنینیں سب کی سب اپنی اپنی جگہ کھڑی ہیں یہ ان کو دیکھ کر خوش ہوا اور وہ اس کے پاس آکر پوچھنے لگیں کہ تم کون ہو اور کہاں سے آتے ہو اس نے کہا کہ میں وہی شخص ہوں جو تمہارے ساتھ اس درخت پر لٹکتا تھا اب میری طرف سے ملکہ کی خدمت میں سلام شوق کہو ان میں سے ایک دوڑ کر شہزادی کے پاس گئی اور عرض کرنے لگی اے شہزادی حاتم نام

ایک جوان جو سحر میں آ ہو دہ ہو رہا تھا اب اچھا ہو کر آیا ہے اس لئے سنتے ہی سر زیر پنجا
کر لیا ایک دم کے بعد سر اٹھا کر کہا کہ اتنیک وہ کہاں تھا شاید کوہ احمر کو گیا تھا جلد
جلد دریافت کر دو وہ خواص پھر آئی اور حاتم سے پوچھنے لگی کہ اے حاتم کوہ احمر کے کچھ
احوال سے واقف ہو تو بیان کر اس نے کہا کہ ملکہ زریں پوش کا باپ کافر تھا اپنے
اعمالوں کے باعث مارا گیا اور جہنم میں پہنچا اتنا تجھ سے کہا اور باقی ملکہ سے کہوں گا
اس نازنین نے حضور میں جا کر یوں ہی عرض کی بادشاہزادی سنتے ہی آنسو بھر لائی
کہ وہ نازنین تسلی دے کر التماس کرنے لگی کہ اے شہزادی ایسے برے باپ کے واسطے
غم کھانا اور رونا عبث ہے الحمد اس نے اپنے فعل عبث کی سزا پائی اور ہم تم اس
قید شدید سے چھوٹے لازم ہے کہ اب اس جوان کو محل میں بلوا کر بخوبی ملاقات کرو
اس نے اس بات کو سن کر بناؤ سنگار کیا اور تخت مرصع پہ آن دادا سے بیٹھی - پھر
ایک اعجام ذ ماز سے کہا کہ اچھا بلواؤ وہیں ایک سہیلی دوڑی گئی اور اس کو بلا لائی
اس کی نظر دو ہی ملکہ پہ پڑی بے ہوش ہو گیا اور وہ بھی بھوچک سی رہ گئی ایک دم کے
بعد آپ کو سنبھال کر تخت پہ سے اٹھی ہاتھ میں گلاب کا شیشہ لے کر حاتم کے پاس
آئی اور گلاب اس کے منہ پہ چھڑکا حاتم ہوش میں آیا اور اس رشک گلشن خوبی کو
اپنے سرہانے دیکھ کر باغ باغ ہو گیا غرض بادشاہزادی تخت مرصع پر آ بیٹھی اور حاتم کو
بھی ایک جڑاؤ کرسی پر بٹھا کر اپنے باپ کا احوال پوچھنے لگی حاتم نے تمام ماجرا بیان کیا
اور کہا کہ میں نے تیرے واسطے اس قدر رنج کھینچے اور دکھ سہے اب تجھ کو لازم ہے کہ میری
محبت کی داد دے اور اپنی مہربانی سے میری مصیبت کو راحت سے بدلے اور اس
ناامید کی امید بر لائے یہ سن کر وہ سر نگوں ہو گئی اتنے میں ہم جلیسوں نے کہا کہ بی بی
حاتم بھی یمن کا شہزادہ ہے تم اگر اس سے شادی کرو گی ہر طرح کی نام آوری اور بہتری
ہے اور اپنے باپ کے مرنے کا غم نہ کرو وہ کم بخت جادوگر خوب ہوا کہ موا تمام جہان کا
فانہ مٹا بادشاہزادی شرما کر تخت سے اٹھی اور محفل میں چلی گئی مصاحبین اس کی شادی کی
تیاری کرنے لگیں سات روز تک ناچ راگ کی صحبت رہی آٹھویں دن نویں شب
حاتم نے اپنے جد و آبا کی رسموں کے موافق شہزادی سے نکاح کیا اور خواب گاہ میں لیجا کر
ہم کنار ہوا چاہتا تھا کہ ہم بستر ہو منیر شامی شہزادہ کا حال دریافت کرنا یاد آ گیا جلد ملکہ
سے الگ ہو گیا بادشاہزادی حیران رہ گئی اس نے دل میں کہا مجھ میں کیا عیب دیکھا
کہ عین وصل میں جدا ہو گیا اس سے کیونکر پوچھوں عجب اس لئے اس آئینہ رو کو چپ

دیکھا کہا اے راحت جان اس قدر پریشان کیوں ہوئی خدا نہ کرے کہ میری زندگی میں تجھ کو کسی قسم کا غم و الم ہو اگر میری اس حرکت سے اندیشہ میں ہوئی تو بجا ہے کیونکہ چاند اور سورج میں عیب ہے اور تو ان سے بھی حسن میں کہیں بہتر ہے لیکن میں خدا کی راہ میں کمر باندھ کے اپنے گھر سے منیر شامی کے لئے نکلا ہوں وہ حسن بانو کا عاشق ہے اور وہ سات سوال رکھتی ہے اور منیر شامی اس کے ایک سوال کا بھی جواب نہ دے سکا چنانچہ حسن بانو نے اپنے شہر سے نکلوا دیا وہ روتا پیٹتا یمن کی طرف آ نکلا تھا میں بھی ایک دن شکار کھیلتا ہوا اس طرف گیا تھا اتفاقاً اس سے ملاقات ہو گئی اس نے اپنا احوال ظاہر کیا غرض اس کی بے کسی پر میرا دل بھر آیا اور آنسو ٹپک پڑے آخر میں اس کے ساتھ شاہ آباد آیا اور حسن بانو کے سوال کا جواب اپنے ذمے لیکر اس بیچارے کو کاروانسرا میں بٹھا کر جنگل کی راہ لی چنانچہ خدا کے فضل سے اس کے تین سوال پورے کر چکا ہوں یہ چوتھے سوال کی نوبت ہے اتفاق سے تجھ کو دیکھ کر دل ہاتھ سے جاتا رہا اور تیرے عشق کے تیر نے کلیجہ چھلنی کر دیا کہ تمام جہان کے کام سے گذر گیا بارے بہت خاک چھان کر نصیبوں کی مدد سے تیرا دامن وصال ہاتھ لگا آرزو یہ تھی کہ تیرے باغ حسن سے گل راحت چنوں اور اپنے غنچہ دل کو کھولوں پر کیا کروں کہ میں نے اس کے ساتھ قسم کھائی ہے کہ بھائی میں دریغ نہ کروں بلکہ جب تک تو اپنی مراد کو نہ پہونچے گا تب تک مجھ پر عیش و عشرت حرام ہے پس یہ بات مروت سے دور ہے کہ وہ بیچارہ انتظار کھینچے اور حاتم عیش میں مشغول رہے صلاح یہ ہے کہ تم اپنی خوشی سے مجھ کو رخصت کرو کہ شہر خوارزم کو جاؤں اور اس کا جو تھا سوال پورا کروں یہ سن کر شہزادی نے کہا کہ پھر مجھ کو کہاں چھوڑ جاؤ گے آگے تو میرا باپ زندہ تھا وہ میری خبر لیتا تھا اب کیونکر گذرے گی حاتم نے کہا میں تجھے یمن میں بھیجے دیتا ہوں میرا باپ وہاں کا بادشاہ تجھے اچھی طرح سے رکھے گا اور کسی طرح سے غمگین نہ ہوگی یہ کہکر وہ اپنے باپ کو عرضی لکھنے لگا اور ملکہ کے حوالے کی وہ اپنی فوج اور لشکر سمیت یمن کو روانہ ہوئی اور حاتم شہر خوارزم کو چلا چند روز کے بعد ایک شہر میں داخل ہوا اور یہ پوچھنے لگا کہ صاحبو وہ کون ہے جو کہا کرتا ہے کہ سچ کہنے والے کو ہمیشہ راحت ہے انھوں نے کہا کہ ایسا شخص تو یہاں کوئی نہیں مگر ایک بوڑھے نے یہی بات لکھ کر اپنے دروازے پر لگا دی ہے حاتم نے پوچھا کہ اس کا مکان کہاں ہے وہ بولے یہاں سے تو کوس پر شہر خوارزم ہے وہ وہیں رہتا ہے یہ بات سن کر حاتم اسی طرف روانہ ہوا تین پہر میں جا پہونچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک عمارت عالیشان و بلند کھڑی ہے

اور اس کے دروازے پر بھی کلام لکھا ہے۔ حاتم نے دستک دی کوئی دربان باہر نکلے اور پوچھا کہ تو
کون ہے اور کس کام کے واسطے آیا ہے اس نے کہا کہ میں ایک کام کے واسطے شاہ آباد
سے آیا ہوں یہ سن کر انھوں نے اپنے خاوند سے اظہار کیا وہ شخص کہنہ سال تھا بولا کہ
مسافر کو بلاؤ جب حاتم اندر آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک جوان خوش رو مسند پر بیٹھا ہے جونہی
سلام کیا وہ بھی مسند سے اٹھ کر بغل گیر ہوا اور نہایت تعظیم سے پیش آیا پوچھا کہ صاحب تم
کون ہو اور کہاں سے تشریف لائے ہو اور کس کام کے واسطے تم نے یہ سفر اختیار کیا حاتم نے
سارا ماجرا کہہ سنایا پھر پوچھا آپ نے دروازے پر یہ کلام لکھ کر کس لئے لگایا ہے اس نے کہا
کہ اسے جو انجیر دمشق کے رہنے والے تو دنیا میں ہمیشہ نیک کاموں میں مشہور رہے گا۔
کیونکہ کوئی شخص نظر آتا نہیں کہ جو اوروں کے واسطے اپنے اوپر اس قدر یا محنت
لے آج وہ بیاکہ یاں کا تھکا ہوا آیا ہے اس کی حقیقت مجھ سے کل کہوں گا۔ غرض حاتم
تمام رات وہاں آرام رہا صبح کو کھانا کھا کر کہنے لگا اے جوان اس شہر کو بات
سات سو برس ہوئے ہیں کہ یہ یہاں آباد ہوا ہے اور میری عمر آٹھ سو برس کی ہے
جس صورت سے تو مجھے اب دیکھتا ہے اسی شکل پر میں اس وقت بھی تھا چنانچہ میں
جواریوں میں مشہور تھا اور جوا کھیلنے کے سوا کوئی کام جہان کا نہ کرتا تھا اتفاقاً ایک دور
نہایت تنگ دست ہوا کہ پیسہ بھی میرے ہاتھ نہ آیا تب رات ہوئی چوری کو نکلا اس
وقت یہ بات جی میں گذری کہ کسی غریب غربا کے گھر چوری کیجئے بہتر ہے کہ بادشاہ
کے دولت خانے میں جا کر خوب مال و جواہر چرا لائیے یہ فکر کر میں نے آدھی
رات کے بعد بادشاہ کی حویلی میں کمند ڈال کر بادشاہ کی خوابگاہ خاص میں
پہنچا کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی بھی نہیں جاگتا اور بادشاہ بھی اپنے مرصع پلنگ پر
بے خبر سوتا ہے میں آگے بڑھا اور اس کے سرہانے سے مرصع چراغ اتار کر کمند کی راہ سے
باہر آیا اور کسی طرف چل نکلا جب جنگل میں گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک درخت کے نیچے
بہت سے چور کہیں سے مال چرا لائے ہیں اور حصہ کر رہے ہیں اتفاقاً انھوں نے مجھے دیکھ لیا
اور بلا کر پوچھا کہ تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے میں نے سچ کہا کہ مرصع چراغ دکھایا
اس کو دیکھتے ہی چوروں کو لالچ ہوا کہ میرے ہاتھ سے چھین لیا اتنے میں ایک شخص غیب سے
پیدا ہوا اور اس ہیبت کی آواز سے للکارا کہ سارا صحرا کانپ گیا اور [illegible] کہا کہ
وہ اپنی جان کی دہشت سے بھاگ گئے میں تنہا وہاں رہ گیا وہ میرے پاس آیا اور
کہنے لگا کہ تو کون ہے میں نے پہلے کی طرح اس سے بھی سچ کہہ دیا یہ سن کر اس نے کہا کہ تجھے

سچ کہا اس واسطے یہ سب مال متاع اس گوہر شب چراغ سمیت میں نے تجھ کو دیا لیکن تو چوری سے توبہ کر اس کی یہ بات میں نے مان لی پھر اس نے کہا کہ اگر جوا نہ کھیلے گا اور چوری نہ کرے گا تو تیری عمر نوسو برس کی ہوگی یہ کہکر چلا گیا میں اس مال کو اپنے گھر لے آیا اور ایک عمارت عالیشان بنا کر رہنے لگا اور اسی دن سے اپنے دروازے پر یہ لکھ کر لگا دیا یہ کہکر اس نے حاتم سے پوچھا کہ تو کون ہے اس نے کہا کہ میں یمن کا شہزادہ حاتم بن طے ہوں یہ سنتے ہی وہ جلدی اپنی مسند سے اٹھا اور بغل گیر ہوا اور بہایت تعظیم کی بعد چند روز کے رخصت ہوا رات دن چلا جاتا تھا کہ ایک دن ملکہ زرین پوش کی صورت اسے یاد آئی ارادہ کیا کہ ملکہ کو دیکھکر شاہ آباد کو جاؤں گا یہ دل میں ٹھہرا کر یمن کی طرف روانہ ہوا چند روز کے بعد یمن کیطرف جا پہونچا خوشی سے ایک تالاب پر بیٹھ گیا اتفاقاً اس کے قریب ایک جوڑا طوطی کا بیٹھا تھا اور آپس میں باتیں کر رہا تھا حاتم نے اپنے کان ادھر لگائے مادہ نے نر سے کہا تو مجھے تنہا چھوڑ کر کہاں جاتا ہے برائے خدا نہ جا نر نے کہا اے نادان تو کیوں کار خیر میں حارج ہوتی ہے کیا قیامت کے دن تو میرے کام آوے گی جو دنیا میں تجھ سے مشغول رہوں اے نادان حاتم نے بھی برائے خدا کمر کوشش باندھی اور کیسی کیسی آفتیں اٹھا کر کچھ نیکنامی پیدا کی سو اب ملکہ زرین پوش کو یاد کر کے اس کی ملاقات کو یمن جاتا ہے افسوس ہے کہ وہ اپنی محنت خواہ مخواہ خاک میں ملاتا ہے جوں ہی اس نے یہ بات سنی وہیں سجدۂ شکر ادا کر کے یہ بات اپنے دل میں نقش کی کہ اے حاتم یہ آواز خدا کی طرف سے آئی ہے۔ اب تیرے حق میں یہی بہتر ہے کہ یمن کیطرف سے قدم پھیر اور شاہ آباد کا رستہ لے یہ بات جی میں ٹھہرا کر شاہ آباد کی طرف روانہ ہوا اور ایک مدت کے بعد جا پہونچا وہاں کے رہنے والے اسے حسن بانو کے دروازے پر لے گئے وہ اوجھل ہوگئی اور پردے کے باہر بلوا کر بٹھایا اور احوال پوچھا حاتم نے پہلے راہ کی کیفیت بیان کی پھر اس پیر مرد کی حقیقت تمام و کمال بیان کی حسن بانو نے کہا اے حاتم جو تو کہتا ہے سو سچ ہے اس میں کچھ شک نہیں یہ کہکر اسی وقت طعام پر تکلف منگوا کر حاتم کے سامنے رکھوا دیا تب اس نے کہا کہ اے حسن بانو میں کاروانسرا میں جا کر اپنے بھائی کے ساتھ کھاؤں گا یہ کہکر اٹھا اور سرا میں منیر شامی کے ساتھ کھانا کھایا اور تمام سرگذشت بیان کی یہ سن کر منیر شامی نے بہت تحسین و آفرین کی صبح کو حاتم حسن بانو سے ملاقی ہوا اس نے کہا کہ اے حاتم سننے میں یوں آیا ہے کہ ایک پہاڑ سے آواز آتی

ہے اسی واسطے اس کا کوہ ندا نام رکھا ہے اب اس کی خبر لا کہ وہاں آواز کرنے والا کون ہے اور پہاڑ کے ادھر کیا اسرار ہے۔ حاتم یہ سن کر وہاں سے رخصت ہوا اور کاروانسرا میں آ کر منیر شامی سے کہنے لگا کہ اب میں کوہ ندا کی خبر لینے جاتا ہوں اگر زندگی وفا کرتی ہے تو جلد واپس آ کر ملتا ہوں ورنہ اللہ کی مرضی مگر تو کسی بات کا خطرہ نہ کرنا۔

پانچواں سوال حاتم کے جانے کا اور کوہ ندا کی خبر لانے کا

غرض حاتم نے دو چار باتیں نصیحت آمیز منیر شامی سے کہکر جنگل کی راہ لی آخر جس بستی میں حاتم جاتا وہاں کے لوگوں سے پوچھتا تھا کہ کوئی کوہ ندا کی راہ سے واقف ہے تو مجھے بتا دے یہ سن کر وہ حیران ہو کر کہتے تھے کہ بھائی اتنی بڑی عمر ہوئی ہے ہم نے اس کا نام بھی نہیں سنا راہ تو ایک طرف لیکن حاتم بے دیکھے سنے راہ طے کرتا ہوا چلا جاتا تھا ایک مہینے بعد کسی شہر کے گرد و نواح میں جا پہونچا کیا دیکھتا ہے کہ تمام زن و مرد اس شہر کے صحرا میں جمع ہوئے ہیں یہ انھیں کیطرف چلا انھوں نے جو دیکھا کہ ایک شخص چلا آتا ہے سب اس کیطرف متوجہ ہوئے اور آواز بلند کہنے لگے کہ مرحبا اے مسافر خوب ہوا تو جو یہاں آیا ہم کب سے تیری راہ دیکھتے ہیں حاتم آگے گیا کیا دیکھتا ہے کہ ایک دسترخوان پر طرح بطرح کے کھانے چنے ہیں اور ایک جنازے کے گرد بہت سے لوگ بیٹھے ہیں یہ حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ اس مردے کو کیوں نہیں گاڑتے انھوں نے کہا ہماری قوم کی یہ رسم ہے کہ کوئی شخص مر جاتا ہے تو ہم سب اس کے جنازے کو جنگل میں لے آتے ہیں اور کھانے بہت سے ستھرے پکا کر ایک دسترخوان پر چن کے مسافر کی راہ دیکھتے ہیں اگر کوئی مسافر اس عرصہ میں آ گیا تو مردے کو گاڑ دیتے ہیں اور کھانا اس مسافر کے آگے رکھ دیتے ہیں چنانچہ اس مردے کو سات روز ہوئے کہ یہ اسی طرح یہاں پڑا ہے اور ایک مسافر بھی اس طرف نہ آیا تھا ہم عجب مصیبت میں گرفتار تھے کہ ہر روز کھانا تازہ سے تازہ اپنی عورتوں کو بھیجدیتے اور آپ یوں ہی پڑے رہتے آج ساتویں روز تیری صورت دیکھی اب اس کو دفن کریں گے اور کھانا بھی کھائیں گے حاتم نے کہا کہ اگر ایک مہینے تک کوئی مسافر یہاں نہ آئے تو اس مردے کا کیا حال ہو۔ انھوں نے کہا کہ ساتویں روز کہیں سے مسافر آہی رہتا ہے حاتم حیران ہوا انھوں نے اس مردے کو تہہ خانے میں اتار کر فرش بچھا کر اسپر لٹا دیا اور طرح بطرح کے کھانے رکھے خوشبو کی تیاں روشن کر کے سات بار اس کے گرد پھر کر دم بستہ ہو کر باہر نکل آئے اور دسترخوان پر جا بیٹھے پھر حاتم سے کہا کہ اے مسافر پہلے کھانے میں تو ہاتھ ڈال اور پیٹ بھر کر کھا کہ یہ قبول ہو اور

تیری توجہ سے ہم بھی روزہ کھولیں یہ بات سن کر حاتم کھانے لگا پھر وہ شریک طعام ہوئے اس کے بعد جو بچا اس کو اپنے اپنے گھر بھجوا دیا وہ ان کی عورتیں کھانے لگیں اور پھر نہا کے پاکیزہ کپڑے پہن کر گھر چلے اور حاتم سے کہا اے جوان اگر تیرا جی چاہے تو چند روز ہمارے گھر میں مہمان رہ حاتم نے کہا بہت بہتر تمہاری خاطر سے دو چار روز رہ سکتا ہوں غرض وہ اس کو شہر میں لے گئے اور ایک مکان اس کے رہنے کو خالی کر دیا اور خورد و نوش کے لوازم خوبصورت لونڈیاں سمیت بھجوا دئے حاتم نے اپنے دل میں کہا کہ یہاں کی عجیب رسم ہے اگر میں ان کاموں سے فرصت پاؤں اور خدا میرے مطلب کو پورا کرے تو میں بھی اپنے شہر میں جا کر اسی طرح مہمانداری کروں گا اور وہ عورتیں آرزو مند تھیں کہ اس جوان کا جی ہم میں سے جس کو چاہے بشوق تمام ملے اور شراب وصل منہ سے لے کر پیئے لیکن حاتم نے کسی طرف خواہش کی طرح سے نہ دیکھا سات روز گذر گئے تب ان عورتوں نے اپنے سرداروں سے حاتم کی نیک نیتی کی خبر دی حاکم شہر نے اس کو بلوایا عزت سے مسند پر بٹھایا اور کہا کہ اے جوان اگر اسی شہر میں تو اپنی بود و باش کرے تو عین مہربانی ہے اور میں بھی اپنی بیٹی تیری خدمت میں دوں حاتم نے کہا کہ مجھ کو ایک کام ضروری درپیش ہے میں اس سبب سے ناچار ہوں نہیں تو رہتا یہ سن کر اس نے کہا کہ اگر ہم بھی اس کام سے مطلع ہوں تو تیری رفاقت کریں حاتم نے التماس کیا کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی میرے ساتھ تکلیف کھینچے وہ بولا کہ اے جوان اگر ساتھ نہیں لیتا تو بھلا یہی کہہ دے کہ وہ ایسا کیا کام ہے حاتم نے کہا کہ ایک عورت حسن بانو سات سوال رکھتی ہے جو کوئی ان کا جواب دے اسی سے وہ اپنا نکاح کرے حاصل یہ ہے کہ شہزادہ منیر شامی اس پر عاشق ہوا ہے اور اس سے وہ سوال پورے نہ ہو سکتے تھے اس لئے اس کے فراق میں جنگل جنگل روتا پھرتا تھا اتفاقاً ایک دن مجھ سے ملاقات ہو گئی میں نے جو اسے بحال تباہ آہیں بھرتے دیکھا نہایت غمگین ہوا آخر کار میں تاب نہ لا سکا برائے خدا اس کے لئے اپنے شہر سے نکلا اور مسافرت اختیار کی خدا کے فضل سے چار سوال پورے کر چکا ہوں یہ پانچواں سوال ہے کہ کوہ ندا کی خبر لانا چاہیئے اسی تلاش میں چھ مہینے گذر گئے ہیں جس سے پوچھتا ہوں کوئی نہیں جانتا اگر تجھ کو خبر ہے تو تو اس کا نشان بتا دے گویا تو نے میرا ساتھ دیا یہ بات سن کر اس دیرینہ سال نے کہا کہ میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ دکھن کی طرف طلسمات ہے اور اس کے بائیں طرف ایک شہر عالیشان آباد ہے وہاں کا آج تک کسی نے مردہ نہیں دیکھا نہ قبر بھی ہے اور نہ کوئی کسی کے واسطے روتا ہے یہ ماجرا سن کر حاتم نے کہا کہ مجھ کو اسی سمت کو جانا ہے وہ بولا کہ اے عزیز بستی ہولی راہ تو کس طرح

کہنے لگا حاتم نے کہا کہ جو مجھے یہاں تک لایا ہے وہی وہاں بھی پہونچائے گا اس سخن کو سن کر اس دیرینہ سال نے بہت زر و جواہر اس کے سامنے رکھ دیا حاتم نے اس میں سے خرچ راہ کے موافق لیا اور باقی فقیروں کو دے کر اسی طرف کا رستہ لیا ایک مدت کے بعد ایک شہر کے پاس جا پہونچا اور اس کے گرد و پیش کوئی قبر نہ دیکھی جانا کہ وہ شہر یہی ہے اندر گیا وہاں کے رہنے والے سے پوچھا کہ اے جوان تو کہاں سے آیا ہے اور کہاں جائے گا حاتم نے کہا شاہ آباد سے آیا ہوں اور کوہ ندا کو جاؤں گا انھوں نے کہا کہ کوہ ندا کا رستہ یہاں سے بہت دور ہے تو نہ جا سکے گا اس نے جواب دیا کہ جو مجھ کو یہاں لایا ہے وہ کریم کارساز وہاں بھی پہونچائے گا پھر انھوں نے کہا کہ تو آج کی رات یہیں رہ جا ہماری دال روٹی قبول کر حاتم یہ سن کر وہیں اتر پڑا اور وہاں ایک شخص کتنے دنوں سے بیمار تھا اس کے وارثوں نے جمع ہو کر اسے ذبح کیا اور آپس میں گوشت بانٹ لیا اور وہ شخص جس نے حاتم کو مہمان رکھا تھا اپنا حصہ پکا کر پانی کا ایک کوزہ اور دو چار روٹیاں شام کے وقت حاتم کے پاس لے آیا اور کہنے لگا اے مسافر جلد اس کو کھا کہ کبھی ایسی نعمت نہ کھائی ہوگی حاتم نے کہا اے عزیز جتنے چرند اور پرند حلال ہیں سب میں نے کھائے ہیں یہ کس جانور کا گوشت ہے جو میں نے کبھی نہیں کھایا اس نے کہا البتہ تو نے جانوروں کا گوشت کھایا ہوگا لیکن یہ آدمی کا گوشت ہے ایسا کبھی نہ کھایا ہوگا حاتم نے یہ بات سن کر کہا کہ تم آدم خور ہو تم سے ڈرا چاہیئے شاید کسی مسافر کو تم نے مارا ہے اس کا گوشت کھایا چاہیئے معلوم ہوتا ہے تمہارا یہی قاعدہ ہے کہ جو مسافر بھولا بھٹکا یہاں آ نکلتا ہے تم اس کو ذبح کر کے آپس میں گوشت بانٹ کر کھا لیتے ہو وہ بولا کہ اے مسافر توبہ کر خدا سے ڈر ہم مسافروں کو مار کر نہیں کھاتے تب حاتم نے یہ طریقہ عجیب ہے کہ تو آپ ہی کہتا ہے کہ یہ گوشت آدمی کا ہے پس کوئی اپنے ہم جنس کو ذبح کر کے نہیں کھاتا مگر غیر کو اس نے جواب دیا کہ ہمارے ملک کی یہ رسم ہے کہ جو کوئی بیمار پڑتا ہے اس کے قبیلے کے لوگ اس کو ذبح کر کے آپس میں گوشت کے حصے کر لیتے ہیں چنانچہ اسی سبب سے ہمارے شہر میں اپنی موت سے کوئی نہیں مرتا اور نہ قبر بنتی ہے حاتم نے اس ماجرے کو سن کر کہا کہ لعنت خدا کی تمہاری اس رسم پر یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور جنگل کی راہ لی تھوڑی دور جا کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک شیر مارے بھوک کے زمین پر تڑپ رہا ہے یہ حالت دریافت کر کے اس نے ایک ہرن کو شکار کیا اور اس شیر کے آگے ڈال دیا اس نے بخوبی تمام پیٹ بھر کر کھایا پھر سجدہ شکر ادا کر کے جنگل کی راہ لی اور حاتم نے بھی کچھ کباب کھا کر ایک تالاب پر جا کر پانی پیا اور درگاہ الٰہی میں سجدہ شکر ادا کر کے آگے کا راستہ لیا جب کسی جنگل میں کچھ میوہ دانہ نہیں پاتا تو

اسی طرح سے شکار کرکے گوشت ہی کھاتا چند روز کے بعد ایک آبادی نظر آئی اس کی طرف چلا جب قریب جا پہونچا کیا دیکھتا ہے کہ بہت سے لوگ میدان میں آگ جلا کر اس کے گرد کھڑے ہیں اس نے بڑھ کر ان سے پوچھا کہ اے یارو یہ کون سا ملک ہے اور تم کون ہو اور اس جگہ اتنی لکڑیاں جمع کرکے آگ کیوں لگائی ہے انھوں نے کہا کہ اے فقیر تو اپنی راہ لے تجھے اس کے دریافت کرنے سے کیا حاصل یہاں کچھ رسوئی نہیں ہوتی جو ہم تجھے کچھ دیں ہماری قوم سے ایک شخص آج مر گیا ہے اس کی جورو اس کے ساتھ جلتی ہے حاتم نے کہا اے یارو تم اس مردے کو زمین میں کیوں نہیں گاڑتے اور اس غریب عورت کو جیتے جی کیوں جلاتے ہو انھوں نے کہا کہ اے عزیز معلوم ہوا کہ تو اس ملک کا رہنے والا نہیں یہ ملک ہندوستان ہے یہاں کی رسم یہ ہے کہ جورو اپنی خوشی سے خاوند کے ساتھ جلتی ہے حاتم نے کہا عجب مردے کے ساتھ جیتے جی کو جلانا یہ رسم نہایت بد ہے یہ کہکر ان سے رخصت ہوا اور کسی گاؤں میں جا پہونچا وہاں ایک شخص سے پانی مانگا وہ ایک کٹورا دودھ کا اور ایک مٹھے کا بھر کر لے آیا اور کہنے لگا کہ تیرا جی جس کو چاہے تو یہ حاضر ہے اگر دودھ کی طرف رغبت کرے تو یہ دودھ موجود ہے ان دونوں میں سے جسے چاہے اسے پی حاتم نے پینے مٹھائی لیا پھر دودھ کا پیالہ مانگا اس نے تھوڑی سی شکر اس میں ڈالکر وہ پیالہ بھی اس کے حوالہ کیا اور کہا کہ اے مسافر اس وقت میرے گھر میں اچھے چاول پکے ہیں اگر تو کہے تو وہ بھی لے آؤں حاتم بولا کہ بہت اچھا نیکی کا پوچھنا کیا غرض وہ ہندو ایک تھالی میں تھوڑا بھات لے آیا حاتم نے اس کو بخوبی کھایا اور رات کی رات اسی گاؤں میں بسر کیا صبح کے ہوتے ہی اس ہندو کی جورو نے آکر کہا کہ رسوئی تیار ہے کچھ اس میں سے کھاؤ اور دو چار دن یہیں رہو تا راہ کی درماندگی دور ہو حاتم نے کہا تمہاری اس ہمت پر آفریں پھر اس ہندو نے ایک مکان خوش اسلوب میں ایک پلنگ نہایت تکلف سے بچھایا پھر اقسام کے کھانے پکوا کر اس کے سامنے رکھوا دیے اور کہا کہ اس میں سے کچھ نوش فرمائیے حاتم نے ایسے کھانے نہ کھائے تھے ان کو کھا کر نہایت محظوظ ہوا اور بہت تحسین و آفریں کی بعدہ اس سے کہنے لگا کہ یہ ملک ہندوستان عجیب گلستان ہے لیکن یہاں کی یہ رسم بد ہے کہ جیتی عورت کو موئے خصم کے ساتھ جلاتے ہیں باوجود اس کے کہ مردے کا بھی جلانا برا ہے یہ سن کر ہندو نے کہا کہ سچ ہے کہ زن و شوہر باہم ایک اتفاق رکھتے ہیں بلکہ آپس میں عاشق و معشوق ہوتے ہیں حیف ہے کہ خاوند مرے اور جورو جیتی رہے ہم زبردستی نہیں جلاتے وہ اپنی خوشی سے آپ جلتی ہے اگر تھوڑے دن اس شہر میں رہو تو ہم تمہیں دکھلا دیں یہ وہاں رہا اتفاقاً وہاں کا رئیس بیمار ہو کر دو چار دن میں مر گیا اور اس کی چار جورویں تھیں اور پہلی بی بی کا لڑکا بھی تھا جب اس کی

آر تھی ہت لے چلے تب وہ چاروں کمخواب کے لہنگے پہن کر لال تاش کی ساریاں باندھ کر گہنے پاتے سے
آراستہ ہو کر پھولوں کے ہار گلے میں ڈالکر بالوں کو بکھرا کر ساتھ ہوئیں قبیلے کے لوگ ان کے پاؤں پر
گر پڑے کہ تم بھری پری ہو تمہیں جلنا مناسب نہیں انھوں نے کسی کا کہنا نہ مانا تب حاتم ان کے
پاس جا کر کہنے لگا کہ اے پریزاد تمہیں شرم نہیں آتی جو اپنے گھر سے نکل کر نامحرموں میں آئی ہو
اور ایک مردے کے ساتھ جلا چاہتی ہو وہ ہنس کر کہنے لگیں کہ اے جوان تجھے ہمیں دیکھنے سے حیا
نہیں آتی ہم تو مرتے ہیں غرض انھوں نے حاتم کا کہنا نہ مانا اور چتا تک جا پہنچیں پھر اس مردے کو
لے کر چتا میں رکھا اور آپ ہنستی ہوئیں اس کے گرد آ گئیں پھر کسی نے اس کا سر زانو پر رکھ لیا
کسی نے پاؤں گود میں لے لئے یکایک چتا کو آگ لگا دی تب حاتم نے جانا کہ اس آگ کی گرمی
سے ڈر کر بھاگ جائیں گی لیکن یہ گمان غلط ہوا وہ ہنسی خوشی سے اس کے ساتھ جل کر راکھ
ہو گئیں حاتم یہ دیکھ کر گھبرایا اور افسوس کرنے لگا جب وہ لوگ اپنے گھروں کو چلے حاتم بھی اس
ہندو کے ساتھ چلا آیا تب اس ہندو نے کہا کہ اے جوان دیکھا تو نے عورتیں ایسی رضا و رغبت سے
جلتی ہیں کوئی ان پر زور و ظلم نہیں کرتا اور محبت کی شرط یہی ہے کہ اس کے ساتھ وفاداری
کرے حاتم نے کہا یہ سچ کہتے ہو اور وفاداری کا طریق یہی ہے کہ اس کے بعد آتش فراق میں نہ جلیں
کیونکہ وہ آگ اس آگ سے تیز تر ہے غرض کئی دن کے بعد حاتم نے کہا کہ اے عزیز مجھ کو
کوہ ندا کی طرف جانا ہے رخصت کر یہ بات سن کر اس ہندو نے کہا کہ اے جوان کوہ ندا یہاں سے
بہت دور ہے تو نہیں پہنچ سکے گا حاتم نے کہا خدا کریم و کارساز ہے وہ پہنچا دے گا یہ کہکر
وہاں سے رخصت ہوا ملک ملک گاؤں گاؤں کی سیر کرتا ہوا اتر کی طرف جا پہنچا کہ ایک شہر دکھائی
دیا جب اس کے قریب جا پہونچا تو لوگوں کو دیکھا کہ بہت سے جمع ہیں اور شور و غل کرتے ہیں اس نے
پوچھا کہ اے یارو اس شور کرنے کا سبب کیا ہے کسی نے کہا کہ یہاں کے رئیس کی بیٹی مر گئی ہے
ہم سب کہتے ہیں کہ اس کے خاوند کو بھی اس کے ساتھ چتا گاڑ دیں وہ اس بات کو قبول نہیں
کرتا اسواسطے یہ شور و غوغا ہے حاتم نے کہا تمہارا رئیس کہاں ہے مجھ کو اس کے پاس لے چلو
وہ سردار کے پاس لے گئے حاتم نے کہا اے مرد بزرگ تمہارے یہاں یہ کیا رسم ہے کہ جیتے کو
مردے کے ساتھ گاڑتے ہو اسپر ظلم یہ کہ وہ غریب راضی نہیں زبردستی کیے لیتے ہو اور خدا سے نہیں ڈرتے
وہ بولا کہ اے عزیز یہ جوان بھی تیری طرح سے مسافر اس شہر میں وارد ہوا تھا چند روز یہاں
رہ کر میری بیٹی کو چاہنے لگا اور فوراً ہم لوگوں کا جی مل گیا اور اس شہر کا یہ دستور ہے کہ جب تک لڑکی
یا لڑکا اپنی جوانی پر نہیں آتا تب تک ہم اس کو اپنی رضا و رغبت سے نہیں [illegible]
کہ آپس میں عشق اور محبت نہ ہو لے غرض [illegible] گذر گیا جب یہاں تک کہ [illegible]

اقرار کرے کہ جو کوئی ہم میں سے مرجائے گا تو اس کے ساتھ دوسرا جیتے جی گڑ جائے گا تب ہم
ان دونوں کو بیاہ دیتے ہیں چنانچہ یہ جوان بھی ہماری رسم سے آگاہ ہو کر اس لڑکی پر عاشق
ہوا تھا جب محبت کامل دیکھی تب میں حاکم شہر کے پاس ان دونوں کو لے گیا اس نے ان کو
کہا کہ ہمارے ملک کی یہ رسم ہے کہ عورت مرجائے تو شوہر کو اس کے ساتھ دفن کرتے ہیں
جو خاوند مرجائے تو جورو کو اس کے ساتھ گاڑ دیتے ہیں اس بات کو دونوں نے قبول کیا
تب ہم نے ان کا عقد باندھ دیا یہ کیا انصاف ہے کہ ایک مدت تک اس سے چین کرتا رہا
اور اس کے باغ جوانی سے گل عیش لوٹتا رہا اب جو وہ مرگئی ہے تو اپنی خوشی سے اس کے
ساتھ نہیں گڑتا اور اپنے اقرار پر ثابت قدم نہیں رہتا اس میں کس کا قصور ہے کچھ ہم زبردستی
سے کسی کو نہیں گاڑتے اگر اس کو باندھ کر قبر میں رکھ دیں تو البتہ ظلم ہے تو ہی پوچھ کہ یہ اپنے
قول سے کیوں پھرا ہے اور اپنے وعدے کو کیوں نہیں وفا کرتا ہے یہ بات سن کر حاتم اس کے
پاس گیا اور کہنے لگا کہ اے جوان تو کس لئے اپنے کہنے پر عمل نہیں کرتا اس نے کہا کہ اے مسافر
تو بھی انھیں میں مل گیا ہے جو یہ بات کہتا ہے تو اپنے شہر کا دستور کیوں بیان نہیں کرتا
حاتم نے کہا کہ میں کیا کہوں تو آپ ہی اقرار کر چکا ہے اب پھر نے سے تجھے شرم نہیں
آتی اس نے کہا کہ یہ مجھ سے کبھی نہ ہو گا جو میں ان کا کہنا کروں اور جیتے جی مردے کے ساتھ
گڑ جاؤں حاتم نے معلوم کیا یہ سبب ہے تو یہ اس کو بے گاڑے نہ رہیں گے اور یہ بھی اپنی خوشی سے
نہ گڑے گا اس بات کا لحاظ کر کے اس سے اپنے شہر کی بولی میں کہا کہ تو اطمینان رکھ میں تجھے اب
قبر سے نکال لوں گا پر اب ان کے سامنے اس میں گر اس نے کہا اگر گڑ جاؤں گا تو تیرے نکلنے
کے وقت تک جیتا کیونکر رہوں گا پھر حاتم نے اس کی تسلی کر کے ان لوگوں سے کہا کہ یارو یہ اصل
گر نہ اپنی بولی میں کہتا ہے کہ ہمارے شہر کا یہ دستور ہے کہ قبر کو حجرے کے طور پر بناتے ہیں
اگر یہ بھی اسی طرح بنائیں گے تو میں اپنی خوشی سے گڑ جاؤں گا اس سخن کو سن کر وہ کہنے لگے
کہ یہ بات حاکم سے تعلق رکھتی ہے ہم کچھ نہیں کر سکتے جو وہ کہے گا وہی کریں گے حاتم
ان سبھوں کو اس کے پاس لے گیا وہ سب کے سب کہنے لگے خداوند یہ شخص گڑنے پر راضی نہیں
ہوتا پر یہ بات کہتا ہے کہ جس صورت سے میرے ملک میں گور بنتی ہے اگر اس ڈھب سے
بناؤ گے تو میں قبول کروں گا حاکم نے کہا اس کے شہر میں قبریں کس طرح بنتی ہیں حاتم نے کہا
حضرت سلامت کوٹھری کی طرح بہت بڑی کہ جس میں دس بیس آدمی اچھی طرح لیٹیں بیٹھیں
یہ بات سن کر حاکم نے اپنا سر جھکا لیا ایک دم کے بعد سر اٹھا کر کہنے لگا کہ خیر جس صورت کی وہ
گور بنانے کو کہتا ہے ویسا ہی تیار کر دو کہ وہ اپنی خوشی سے گڑے یہ سن کر وہ حیران ہوئے

اور لوگ پھر آئے اور ایک قبر ویسی ہی بنائی تب حاتم نے ان لوگوں کو ادھر ادھر دیکھ کر
اس سے کہا کہ تو ہرگز اندیشہ نہ کریں رات کے وقت تجھے نکال لیجاؤں گا وہ حاتم کی اس
بات پر راضی ہوا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ اے یارو اب دیر نہ کرو جو تم کیا چاہتے ہو وہ مجھے
قبول ہے آخر انھوں نے ان دونوں کو اس قبر میں گاڑ دیا اور ایک پتھر سے اس کے منہ کو
بند کر کے حاتم سمیت اپنے شہر کو گئے پھر اس کی مہمانداری کی اور ایک مکان ستھرا سونے
کو دیا پر وہ رات ہونے کا منتظر تھا کہ کسی طرح سے اس شخص کو قبر سے باہر نکالئے جب رات
ہوئی اور گھر والے سو رہے تب حاتم اپنے بچھونے سے اٹھا اور اس گور کی طرف گیا
اس ملک کا یہ دستور تھا کہ تین روز تک مردے کے وارث قبر پر تمام رات جاگا کریں
اور گھر نہ آئیں عورت کا منہ نہ دیکھیں چنانچہ اسی سبب سے حاتم نے تین رات دن
قالو نہ پایا خالی پھر پھر آیا چوتھی رات کو لوگ اپنے اپنے گھر آئے حاتم اٹھ کر اس گور
پر گیا اور وہ شخص گور کے اندر حاتم کو اس طرح سے برا بھلا کہہ کر سو رہا کہ وہ مسافر نہایت
جھوٹا اور دغاباز تھا جو مجھ غریب کو اپنی دغابازی سے اس گور میں گڑوا گیا میں نے خود
برا کیا جو ایسے کا کہنا مانا اور اس کے سخن کو سچ جانا کسی کا اس میں کیا دوش الغرض حاتم نے
دہانہ تابدان پر رکھ کر پکارا کہ اے جوان میں تجھے نکالنے کو آیا ہوں اس نے جواب نہ دیا
اس نے جانا کہ شاید مر گیا پھر پکارا اب بھی نہ بولا پھر تو حاتم کو یقین ہوا کہ یہ ہرگز نہیں جیتا ہے
نہایت افسوس کیا بے اختیار رو دیا تیسری بار آواز بلند پکارا کہ اے جوان اگر جیتا ہے تو
جواب دے نہیں تو قیامت تک اسی گور میں رہے گا میں اپنے وعدے کو وفا کر چکا ہوں اتنے
میں وہ چونکا اور سنا کہ کوئی شخص قبر پر چلا رہا ہے اٹھ کھڑا ہوا اور تابدان کے پاس آیا اور
کہنے لگا کہ تو کون ہے جو پکارتا ہے حاتم نے جو اس کی آواز سنی سجدۂ شکر بجا لایا اور بولا
کہ میں وہی ہوں کہ جس نے تجھ سے وعدہ کیا تھا یہ کہکر کمر سے خنجر نکال لیا اور کھود کر نکالا
کھانا کھلا کر ایک ساعت کے بعد کہا اب جدھر جی چاہے چلا جا اس نے کہا کہ میرے پاس
خرچ نہیں ہے حاتم نے کئی درم کیسہ سے نکال کر دئے پھر رخصت کیا اور آپ اس قبر کو
درست کر کے اپنی جگہ پر آ کے سو رہا اس لئے کہ کوئی معلوم نہ کرے اتنے میں صبح ہوئی تب
اٹھ کر ان لوگوں سے کہنے لگا کہ مجھ کو کوہ ندا کی خبر کو جانا ہے رخصت کرو انھوں نے کہا کہ اے
جوان کوہ ندا یہاں سے بہت نزدیک ہے لیکن ہے تشریف لے جائیے پر اتنی بات یاد رکھو
کہ تھوڑی دور جا کر ایک دوراہہ ملے گا تجھ کو چاہیئے کہ اس کے داہنے طرف کی راہ اختیار کرے
یقین ہے کہ منزل مقصود کو پہونچے گا حاتم ان سے رخصت ہوا اور دس روز تک مدام منزلیں

طے کرتا ہوا چلا گیا گیارھویں دن اس دوراہے پر جا پہونچا اور ان کی نصیحت کو بھول کر بائیں
طرف چل نکلا حیف ہے کہ جس راہ کو انھوں نے منع کیا تھا وہی اس نے اختیار کی دو دن
کے بعد کیا دیکھتا ہے کہ تمام دن تمام جانور بھاگے ہوئے چلے آتے ہیں یہ دیکھنے لگا کہ شاید
کوئی بھیڑیا اور کوئی درندہ پیچھے پڑا ہے جو اتنا جی چھپائے گرتے پڑتے چلے آتے ہیں یہ سمجھ کر
ایک درخت پر چڑھ گیا کیا دیکھتا ہے کہ بڑے بڑے ہاتھی مست اور گینڈے بھی گھبرائے ہوئے
ہیں اور ان کے پیچھے ایک چھوٹا سا جانور مہیب صورت سر پر دم چتر کئے ہوئے چلا آتا ہے
حاتم ڈرا کہ یہ کوئی بلائے عظیم ہے کہ جس کے ڈر سے اتنے بڑے جانور درندے بھاگے
چلے آتے ہیں غریب کس شمار کس قطار میں ہوں پھر اپنے دل کو مضبوط کرکے بیٹھا اتفاقاً
وہ جانور اسی درخت کے نیچے آیا اور آدمی کی بو پاتے ہی غرا کر اچھلا چاہتا تھا کہ حاتم کو
پکڑ کے چیر ڈالے وہیں اس نے ایک خنجر ایسا مارا کہ دونوں ہاتھ قلم ہو گئے گر پڑا اور سنبھل کر
نہایت غضب سے لپکا حاتم نے پھر اس کے پیٹ میں ایک خنجر مارا کہ انتڑیاں نکل پڑیں یا
زمین پر گر پڑا اور گرتے ہی پیچ و تاب کرکے دم کو اس میں بھگو کر ہلانے لگا اور جہاں جہاں
اس کی بوندیں پڑیں وہاں وہاں آگ لگ گئی جب اس درخت کے پاس آگ پہونچی
حاتم ایک جست کرکے ایک چشمے میں جا پڑا اور وہ جانور مر گیا جب آگ بجھ گئی حاتم
پانی سے نکل کر اسی درخت کے نیچے آیا اور اس جانور کے چار دانت جو خنجر کے برابر
تیز تھے اکھاڑ لئے اور دم دونوں کانوں سمیت کاٹ کر ترکش میں رکھ کر آگے چلا کئی
دن کے بعد دور سے ایک قلعہ دکھائی دیا اسی طرف متوجہ ہوا جب نزدیک پہونچا اسے
سنسان پایا اور اس کے کنگورے آسمان سے لگے دیکھے پھر اندر گیا کیا دیکھتا ہے کہ
بڑی بڑی عمارتیں اس میں آئینہ دار چمکیلی ہیں اور چوپڑ کا بازار نہایت ستھرا صاف
آراستہ ہو رہا ہے مگر آدمی کا نشان نہیں یہ احوال دیکھ کر حیران ہوا دل میں کہنے لگا
کوئی بلا یا دیو اس شہر میں آیا ہے کہ جس کے ڈر سے یہاں کے لوگ اپنی اپنی دکانیں
چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں یہ باتیں دل میں کہتا ہوا آگے بڑھا یہاں تک کہ خاص قلعہ
شاہی تک جا پہونچا اس میں بادشاہ اپنے اہل و عیال مال و اسباب و اجناس سمیت
رہتا تھا اور دو چار نوکر بھی باہر کے دروازے پر دریچوں میں بیٹھے تھے حاتم کو دیکھ کر
ایک بولا مدت کے بعد ایک مسافر ایک رات اس شہر میں آیا دوسرے نے کہا کہ اس کو
پکار دو ایک شخص نے پکارا حاتم ایک دریچے کے نیچے کھڑا ہو رہا بادشاہ نے سر نکال کر
کہا کہ اے جوان تو کہاں سے آیا اور کہاں جائے گا حاتم نے عرض کی کہ یمن کا رہنے والا ہوں

شاہ آباد دیکھا ہوں اور کوہ ندا جانے کا قصد رکھتا ہوں یہ بات سن کر بادشاہ نے کہا اے جوان تو بھول گیا جو بائیں طرف کے رستے سے آیا شاید تیری موت تجھ کو یہاں لائی ہے حاتم نے کہا کہ اگر یہی خدا کی مرضی ہے تو میں راضی ہوں لیکن تو اپنا ماجرا کہہ ذرا ظاہرا دولت مند معلوم ہوتا ہے پھر قلعہ بند کیوں ہوا ہے سچ بتا تو کون ہے اس نے کہا کہ میں اس شہر کا بادشاہ ہوں اور اس ملک میں چند روز سے بلائے عظیم آتی ہے اس کے سبب سے سب مجھ کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں شہر ویران ہو گیا اور میں محتاج لیکن ان کا بھی اس میں کچھ قصور نہیں کیونکہ اس بلا سے کسی بشر کی طاقت نہیں جو عہدہ برآ ہو سکے اور میں اپنی شرم و حیا سے عیال اطفال سمیت قلعہ بند ہو کے بیٹھا ہوں اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ اسے ماروں ناچار ہو کر گوشہ گیری توکل بخدا اختیار کی حاتم نے کہا کہ اے بادشاہ وہ بلا کیا کوئی دیو ہے یا کوئی درندہ عظیم ہے کہ کوئی اس کا سامنا نہیں کر سکتا بادشاہ نے فرمایا کہ اس کا مسکن کوہ قاف میں ہے مگر تھوڑے دنوں سے یہاں اس کا گذر ہونے لگا ہے اسی کے باعث سے تمام ملک ویران ہو گیا ہے ہر روز ایک وقت اس کو آنا اور دو چار آدمیوں کو کھا کر چلے جانا مگر آج تک اس کا قدم قلعے میں نہ آیا اس واسطے کہ اس کے گرد ایک خندق عظیم پانی سے مدام بھری رہتی ہے معلوم نہیں وہ کیا ہے یہ بات سن کر حاتم بولا کہ اے بادشاہ تجھے مبارک ہو کہ میں نے جنگل میں اس کا کام تمام کیا خدا سبب ہے کہ میں کوہ ندا کی راہ بھول کر بائیں طرف آ نکلا پھر تمام ماجرا اس جانور کا اور اپنا بیان کیا اس بات کو سنتے ہی وہ اپنے قلعے سے اترا اور حاتم کو گلے لگا کر اندر لے گیا بعزت تمام مسند پر بٹھایا اقسام اقسام کے کھانے منگوا کر اس کے سامنے چنے حاتم نے اس کو بخوبی تناول فرمایا اور بادشاہ بھی اس کا شریک طعام رہا پھر آپ خاصہ منگوا کر نوش جان کیا اور اس کو بھی پلایا اس کے بعد کہا میں کیونکر باور کروں کہ وہ بلائے بد ماری گئی تب حاتم نے اس کی دم اور دانت اور کان ترکش سے نکال کر دکھا دیئے بادشاہ ان کے دیکھتے ہی حاتم کے پاؤں پر گر پڑا اور بہت سی شکر گذاری کی پھر ہر طرف لوگوں کو شقے پروانے لکھ کر بھیجے کہ وہ بلا دفع ہوئی اب تم بے دھڑک آ کر اپنے ملک میں بسو اور بخوبی اوقات بسر کرو چند روز کے بعد حاتم نے رخصت چاہی اور عرض کی کہ ایک رہبر میرے ساتھ کر دو کہ کوہ ندا کا رستہ بتلائے بادشاہ نے فرمایا اے جوان یہ شہر اب خدا کے فضل سے آباد ہو جائے گا اسے اپنا ہی سمجھو اور اپنی بود و باش اختیار کرو میں اپنی بیٹی تمہاری خدمت میں دیتا ہوں اس کو قبول کرو حاتم نے کہا کہ جب تک میں بندگان خدا کے کاموں سے فراغت نہیں پاتا دنیا کا عیش حرام جانتا ہوں بادشاہ نے یہ کلمہ سن کر کہا کہ آفریں تیری ہمت اور جوانمردی پر اور ایک رہبر دے کر رخصت کیا حاتم اس کے ساتھ ہوا

دور جا کر وہ کہنے لگا کہ اے حاتم کوہ ندائی یہی سیدھی راہ ہے اب اس سڑک پر سیدھے دھڑک چلا جا حاتم اس کو رخصت کر کے ادھر متوجہ ہوا چند روز کے بعد ایک شہر آباد میں جا پہنچا وہاں کے لوگ اس کو حاکم کے پاس لے گئے اس نے اٹھ کر تعظیم کی اور پوچھا کہ اے مسافر تو یہاں کہاں سے آیا ہے کیونکہ اس شہر میں یا تو سکندر بادشاہ تشریف لائے تھے یا اب تجھ کو دیکھا ہے حاتم نے کہا کہ مجھ کو حسن بانو برزخ سوداگر کی بیٹی نے بھیجا ہے کہ تو جا کر کوہ ندائی خبر لا اب امیدوار ہوں کہ تم اگر اس کے بھید سے واقف ہو تو عند اللہ کہہ دیجئے بندہ نوازی ہوگی کیونکہ میری مصیبت راحت سے مبدل ہو جائے رئیس شہر نے کہا کہ کوہ ندا کا ایسا راز نہیں ہے جو سرسری بیان ہو سکے اگر تو چند دن یہاں رہے گا تو معلوم ہو جائے گا حاتم نے کہا اچھا حاکم نے اس کے رہنے کو ایک مکان آراستہ کر دیا حاتم اس میں رہنے لگا اور وہ دونوں وقت آپ طعام سرد و گرم پاکیزہ و لطیف بھیجنے لگا اور آپ بھی اکثر اس سے ہم صحبت ہوا کرتا تھا ایک دن سو دو سو آدمیوں میں حاتم سمیت بیٹھا ہوا کچھ باتیں کر رہا تھا اتنے میں کوہ ندا کا ذکر آ گیا ان لوگوں سے پوچھا کہ وہ ندا کون سا ہے انہوں نے عرض کی کہ خداوند کوہ ندا وہ ہے کہ جس کی قلعہ کی ہر ایک دیوار آسمان سے باتیں کر رہی ہے اور اس سے خود بخود ایک آواز اس پہاڑ کی طرف سے آتی یا اخی یا اخی اس مجلس میں سے ایک خوش رو بے اختیار دوڑا لوگوں نے اس کے وارثوں سے جا کر کہا کہ فلانے شخص کی کوہ ندا سے طلب ہوئی ہے وہ چلا اس بات کے سنتے ہی وہ سب دوڑے آئے کیا دیکھتے ہیں کہ اس کا تمام منہ سرخ ہو رہا ہے لوگ اس کے گرد ہیں وہ بے اختیار کوہ ندا کی طرف چلا جاتا ہے یہ حال دیکھ کر حاتم بھی حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ اے یارو اس جوان کو بیٹھے بٹھائے کیا ہوا کہ دیوانوں کی طرح دوڑا جاتا ہے نہ کچھ کہتا ہے اور نہ سنتا ہے لوگوں نے کہا کہ اس کو کوہ ندا سے آواز آئی ہے حاتم نے اپنے جی میں کہا کہ یارب معلوم ہوا کسی نے بلایا ہے جو ایسا اڑا چلا جاتا ہے اس بات کو سوچ کر اس کو پکڑ لیا اور کہا اے بھائی یہ مروت سے بعید ہے جو تو نہیں بتاتا ہے خدا کے واسطے کہہ دے کہ کس کے بلانے پر ہم سب کو چھوڑے جاتا ہے غرض ہر چند حاتم نے سر پٹکا پر اس نے کچھ جواب نہ دیا اور ہاتھ جھٹک کر بھاگا اور پہاڑ کے نیچے جا پہنچا حاتم بھی اس کے پیچھے لپکا چلا گیا کہ یکایک حاتم کی نظروں سے پہاڑ غائب ہو گیا۔ اس نے ہر چند نظر لگا کر دیکھا رنگین پتھروں کو دیکھا تب حیران ہوا آخر سب لوگوں کے ساتھ شہر میں پھر آیا حاصل یہ ہے کہ سب لوگ گھر کو واپس آئے پر کوئی اس کے واسطے نہ رویا بلکہ بہت سا کھانا بانٹا خوشی کی پھر اپنے اپنے کام میں مشغول ہوئے تب حاتم نے

پوچھا اے صاحبو تم میں سے کسی کو بھی معلوم ہوا کہ اس پر کیا گذری انھوں نے جواب دیا کہ تو بھی معلوم ہوا کہ بیہوش ہے نہ موجود تھا جو تو نے دیکھا وہی ہم نے دیکھا پھر ہم سے کیوں پوچھتا ہے یہ سن کر حاتم چپ ہو رہا اور اس جوان کے واسطے آبدیدہ ہو کر تاسف کرنے لگا انھوں نے کہا اے شخص ہمارے ملک کی یہ رسم نہیں ہے جو کوئی کسی کے واسطے روئے یا غم کرے اگر تو اس شہر میں دو چار روز رہا چاہتا ہے تو ہمارے ملک کے طریق پر رہ نہیں تو اس بستی سے نکالا جائے گا یہ سنتے ہی وہ آنسو پی گیا دل میں اس کا غم کھانے لگا انھوں نے اس کو متفکر دیکھ کر کہا کہ اے عزیز اب کیوں اندیشہ مند ہے کوہ ندا کا یہی احوال ہے جو تو نے دیکھا حاتم بولا کہ میں نے کیا خاک دیکھا کچھ معلوم نہ ہوا اسی حیرت میں ہوں کہ حسن بانو کو جا کر کیا جواب دوں گا غرض چھ مہینے حاتم کو اس ملک میں گذر گئے اور اس عرصہ میں اس طرح سے پندرہ آدمی اس پہاڑ کی طرف گئے اور پھر نہ پھرے اتفاقاً ایک شخص حاتم نامی وہاں پر تھا حاتم میں اور اس میں نہایت دوستی تھی اور محبت از بس ہو گئی تھی وہ دونوں رات دن ایک ہی جگہ رہتے تھے اور بہت سے لوگ بھی ان کے ہم صحبت تھے کہ ناگاہ کوہ ندا کے قلعہ کے اندر سے آواز آئی یا اخی یا اخی اس بات کے سنتے ہی وہ بیچارہ اس پہاڑ کی طرف متوجہ ہوا اس کے خویش و اقربا کو خبر پہونچی کہ حاتم بھی وہاں بلا لیا سب آ کر جمع ہوئے اور اسے گھیر لیا تب حاتم اپنے جی میں کہنے لگا کہ یہ بھی اسی طرح چلا جائے گا افسوس ہے کہ مجھ کو اس سے محبت ہو گئی تھی اب یہ بھی جدا ہوتا ہے میں اس کو ہرگز نہ چھوڑوں گا یہ سوچ کر اس کا ہاتھ پکڑ کے پہاڑ کی طرف دوڑا ہر چند کہتا تھا کہ بھائی یہ کیا احوال ہے اور تجھے کون کھینچے لئے جاتا ہے وہ کچھ جواب نہ دیتا تھا آخر کار جھنجھلا کر بولا کہ اے بیمروت یہ کیسی دوستی تھی آخر ہم تم ایک مدت تک ہم پیالہ اور ہم نوالہ رہے اب ایک بات سے بھی گئے گذرے تیری زبان کیوں بند ہو گئی سچ کہہ کہ تجھے کون کھینچتا ہے اور تو کدھر جاتا ہے اس نے کچھ بات نہ کی کہ کون ہے اور کیا کہتا ہے مگر حاتم کے ہاتھ سے اپنے ہاتھ کو چھڑا لے لگا اور حاتم زمین پر گر پڑا تب وہ کوہ ندا کی طرف روانہ ہوا حاتم بھی اٹھ کر اس کے پیچھے چلا گیا ایک دم دونوں پہاڑ کے نیچے جا پہونچے حاتم نے اس کی کمر زور سے پکڑ لی ہر چند اس نے چاہا کہ اس کو جدا کرے لیکن جدا نہ کر سکا آخر اسی طرح سے دونوں گرتے پڑتے پہاڑ کے اوپر جا پہونچے جو ہیں قلعہ کے نزدیک گئے ایک کھڑکی دکھائی دی وہ دونوں لپٹے لپٹائے اس کے اندر چلے گئے لوگوں کی نظروں سے غائب ہوئے وہ ناچار وہاں سے حاتم کا افسوس کرتے ہوئے شہر میں آئے اور حاکم کو خبر پہونچائی کہ مسافر بھی حاتم کے پاس اسی پہاڑ پر چلا گیا یہ سن کر حاکم غضبناک ہو کر یہ

کہ اے نادانو آج تک کوئی بے بلائے اس پہاڑ پر نہیں گیا تم نے اس کو کیوں چھوڑا غرض کی خداوند ہم نے تو اسے بہتر سمجھایا کہ تو وہاں نہ جا اس لئے ہمارا کہنا نہ مانا اور کہا کہ وہ میرا یار جانی ہے میں اس کو ہرگز تنہا نہ چھوڑوں گا بلکہ جو مصیبت اس پر پڑے گی میں بھی اس میں شریک ہوں گا غرض یہ باتیں کہہ کے رئیس اور رعیت سب کے سب حاتم کو یاد کر کے کڑھنے لگے اور وہاں کا احوال یہ ہوا کہ جب وہ دونوں کھڑکی سے آگے بڑھے تو محلہ خموشاں تھا غرض ایک میدان وسیع میں جا پہونچے وہاں ایک ایسا سبزہ زار نظر آیا کہ نظر کام نہ کرتی تھی گویا فرش زمردیں چاروں طرف بچھا ہے پر تھوڑی سی زمین اس میں خالی تھی وہ جوان اسمیں پاؤں رکھنے لگا اور پاؤں رکھتے ہی جھٹ گر پڑا حاتم نے چاہا کہ اس کا ہاتھ پکڑ کے اٹھائے اتنے میں اس کا منہ زرد ہو گیا آنکھیں پتھرا گئیں ہاتھ پاؤں سخت ہو گئے اس کا یہ حال دیکھ کر حاتم نے اپنے دل میں کہا کہ یہ مر گیا آنکھوں میں آنسو بھر لایا کہ اتنے میں زمین تڑق گئی اور وہ جوان اس میں سما گیا دم میں وہ جگہ سبز ہو گئی اس ماجرے کو دیکھ کر حاتم نے سجدۂ شکر ادا کیا اور کہا کہ دنیا فانی ہے سب کو مرنا ہے واقعی اب کوہ ندا کی حقیقت کما حقہ معلوم ہوئی بس اب یہاں سے چلیے یہ دھن باندھ کر روانہ ہوا تمام دن پھرا مگر اس کھڑکی اور قلعہ کا کھوج کہیں نہیں ملا خدا جانے کھڑکی کیا ہوئی اور قلعہ کدھر گیا چند روز تک حیران و سرگرداں بے آب و دانہ رہا غرض چلنے سے مایوس ہو کر دل میں کہنے لگا کہ اے حاتم تیری موت یہاں لائی ہے جو تو بے بلائے یہاں آیا کیونکہ نہ اب وہ قلعہ ہی نظر آتا ہے نہ وہ پہاڑ نہ وہ شہر اتنے میں دریا کے کنارے جا پہونچا کیا دیکھتا ہے کہ وہ بڑے زور شور سے بہہ رہا ہے اور اس کا چھور نہیں ملتا ہے یہ نہایت متفکر ہوا اور کہنے لگا یا الٰہی اب اس سے کیونکر پار اتروں تیرے سوا کون بیڑا پار کرے گا اتنے میں ایک ناؤ نظر پڑی کہ ادھر ہی چلی آتی ہے اس نے جانا کہ کوئی ملاح لئے آتا ہے جب کنارے آ لگی تو اس میں کسی کو نہ دیکھا متعجب ہوا پھر شکر خدا بجا لایا اور سوار ہو لیا کیا دیکھتا ہے کہ ایک دسترخوان میں کچھ لپٹا دھرا ہے بھوکا تھا فوراً ہاتھ بڑھا کر کھولا تو دو روٹیاں اور مچھلی کے کباب گرما گرم پائے چاہتا تھا کہ کھائے پھر دھیان آئے کہ شاید ملاح نے اپنے واسطے رکھا ہو پرایا حق کھانا خوب نہیں اتنے میں ایک مچھلی نے دریا سے منہ نکال کر کہا اے حاتم یہ روٹیاں اور کباب تیرا ہی رزق ہے یہ کہکر غوطہ مار گئی حاتم نے اسی وقت اس کو نوش جان کیا وہیں ایک ایسی آندھی چلی کہ تین دن میں کشتی کو کنارے پر لے گئی حاتم خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوا اس پر سے اترا اور دل میں کہنے لگا کہ شہر کی راہ کہاں ہے جو وہاں جا کر اس جوان کی حقیقت لوگوں سے بیان کروں غرض سات رات دن چلتے چلتے گذر گئے پر اسے کہیں سراغ راہ نہ آیا بے آب و دانہ کا تمام د

نشان نہ پایا بلکہ ایک درخت بھی نہ دیکھا کہ جس کی پتی چباتا حیران و سرگردان چلا جاتا تھا کہ
ایک پہاڑ عظیم الشان نظر آیا اسی کی طرف متوجہ ہوا تین دن کے بعد اس کے پیچھے
جا پہنچا اور جس کنبھر کو اٹھا کر دیکھا اس کے پیچھے لہو بہتا پایا فکر کرنے لگا کہ کوئی یہاں نہیں
ہے جس سے اس کا احوال پوچھوں آخر ناچار ہو کر پہاڑ پر چڑھنے لگا بارہ دن کے
بعد اس پر جا پہنچا تو ایک میدان کف دست دکھائی دیا کہ وہاں کی خاک اور جانور
چرندے اور پرندے بیر بہوٹی کی طرح لال ہو رہے ہیں حاتم اور بھوک پیاس کو بھولا
اور قدم بڑھائے چھ کوس چلا ہی گیا کیا دیکھتا ہے کہ لہو کا ایک دریا لہریں لے رہا ہے
اور اس میں جتنے جانور ہیں ایسے سرخ ہو رہے ہیں گویا لہو سے بنے ہیں گھبرایا کہ اس
دریا سے کیونکر پار ہونگا ناچار کنارے کنارے چل نکلا کہ کہیں اس سے پار اترنے کا
قابو ملے جب بھوک لگی توشہ کا شکر کر کے کھا لیا جب پیاس لگی تو مہرہ منہ میں رکھ لیتا
ایک مہینہ اسی طرح سے گذر گیا یکایک اسی جگہ پہونچا کہ جہاں دریائے خون کے سوا
نہ زمین تھی نہ درخت نہ چرندے تھے نہ پرندے جی میں کہنے لگا اے حاتم ایک مہینہ تک تو نے
یہ کچھ رنج و الم سہے کہ پاؤں چلنے سے رہے پر گھاٹ نظر نہ آیا اگر دس برس تک یوں ہی
پھرے گا دریائے خون کے سوا کچھ نہ دیکھے گا خدا کے کارخانے میں دم مارنا آسان نہیں
یکایک کوئی چیز دریا میں نمودار ہوئی حاتم اس کی طرف نظر غور دیکھنے لگا شاید یہ کوئی
جانور ہے یا کوئی لکڑ بہا چلا جاتا ہے جب تک اور قریب آئی دیکھا کہ کشتی ہے خدا کا شکر
ادا کیا اور سوار ہو لیا پھر ویسی ہی روٹیاں اور کباب بدستور پلٹے سے تناول کیا اور
خدا کی حمد بجا لایا جب کشتی منجدھار کے قریب جا پہونچی تو زور سے ہوا چلنے لگی اور موجیں بڑی
بڑی اٹھنے لگیں حاتم ڈرا اور خدا کو یاد کرنے لگا آخر آنکھیں بند کر کے ناؤ میں لیٹ گیا
اتنے میں وہ کشتی منجدھار میں آ گئی تب اس کی لہریں مانند شعلۂ آتش بلند ہوئیں کہ فلک تک
جا لگیں یہ اور بھی بے حواس ہو گیا قریب تھا کہ مارے خوف کے جی ڈوب جائے۔ بلکہ
جان کی نوبت آئے غرض سات دن اسی تلاطم میں گذر گئے آٹھویں روز کشتی کنارے
پر آ لگی حاتم اترا ناؤ الٹی پھر گئی حاتم کنارے کنارے چلنے لگا اور دل میں کہنے لگا کہ یہ راز
کچھ نہ کھلا کہ یہ کشتی کون لایا ہے اور کباب روٹی کہاں دھر گیا سات روز تک اٹھتے بیٹھتے چلا گیا
کہ دور سے ایک چیز سفید مانند افواج نمایاں ہے حاتم ٹھٹک کر رہ گیا آگے بڑھ گیا۔ کیا
دیکھتا ہے کہ دریا نہایت شفاف لہریں مار رہا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کسی نے
چاندی گلا کر بہائی ہے حاتم تشنگی سے جاں بلب تھا کنارے پر آ بیٹھا اور اس میں پایا

ہاتھ ڈالا جس وقت نکالا پانی تو نہ پایا ہاتھ چاندی کا ہو گیا ہر چند اس کو داہنے ہاتھ سے پاک کیا لیکن وہ اسی طور پر رہ گیا بلکہ بوجھ ہو گیا تب حاتم نے کہا کہ یہ عجیب دریا ہے اگر غوطہ ماروں تو تمام چاندی کا ہو جاؤں لیکن مارے بوجھ کے چلنا پھرنا نہایت مشکل ہوگا آخر سر بزانو ہو کر بیٹھ گیا جوش اضطراب سے کبھی داہنی طرف دیکھتا تھا اور کبھی بائیں طرف اور کبھی گریبان میں منہ ڈال دیتا تھا اتنے میں کشتی اسی طرح سے کنارے پر آ پہونچی یہ ہوشیار ہو کر بسم اللہ کر کے چڑھ بیٹھا ایک طباق حلوے کا گرما گرم پاک پاکیزہ نظر آیا اس نے اپنی طرف کھینچ لیا اور خوب سا کھایا پھر پاؤں پھیلا کر آرام تمام سو رہا کتنے دن کے بعد کشتی کنارے پر جا پہونچی اتر کر آگے بڑھا پر ہر وقت اپنا ہاتھ دیکھا کرتا تھا چار دن کے بعد ایک پہاڑ نمودار ہوا اس نے جانا کہ یہ نزدیک ہے حالانکہ وہ ایک مہینے کی راہ پر تھا غرض شکار کرتا ہوا اور میوہ کھاتا ہوا چلا جاتا تھا جب وہ تین دن کی راہ پر گیا سنگریزے سفید و زرد و سرخ و سبز نہایت خوش رنگ نظر آنے لگے اس سے جو آگے بڑھا تو الماس و زمرد و لعل جا بجا پڑے تھے اس وقت طمع نے لیا کتنا جواہر قسم اول کا اٹھا کر جیب و دامن میں ڈال لیا اور آگے چلا تھوڑی دور چل کر کیا دیکھتا ہے کہ اس جواہر سے بھی بیش قیمت بہت سا پڑا ہے اس کو پھینک دیا اس کو جیب و دامن میں بھر لیا اور دل میں کہا کہ اگر یہ جواہر شہر میں پہونچے تو اس کی قیمت کوئی نہ دے سکے اسی خیال سے چلا گیا آخر اس کے بوجھ سے تھک کر کسی جگہ بیٹھ گیا اور کچھ لعل و زمرد و الماس بیش قیمت جو سب سے بڑے تھے چن لئے باقی وہیں پھینک دئے پھر راہی ہوا ایک چشمہ پر جا پہونچا اس کے کنارے بیٹھ گیا اپنے ہاتھ دھونے لگا اتنے میں بائیں ہاتھ پر جو نظر پڑی تو اس کو جیسا تھا ویسا ہی نظر آیا ناخن چاندی کے رہے خدا کا شکر کیا اور کہنے لگا کہ یا الٰہی اس دریا میں تو ہاتھ چاندی کا ہو گیا تھا اس چشمے میں حالت اصلی پر آگیا اس میں کیا بھید ہے اتنے میں رات ہوگئی اسی جگہ پڑ رہا یکایک دو شخص اس چشمے سے نکلے کہ ان کے سر آدمی کے مانند تھے اور پاؤں ہاتھی کے سے تھے اور ناخن شیر کے سے رنگ نہایت سیاہ حاتم ڈر کر اٹھ کھڑا ہوا کہ یہ کیا بلا ہے اگر بھاگوں تو تمام دامنگیر ہوتی ہے اور ٹھہر نہیں سکتا دیکھئے تقدیر میں کیا ہے یکایک ایک تیر مارا ایک نے پکڑ لیا چاہتا تھا کہ دوسرا تیر مارے ایک نے فریاد کی کہ اے حاتم طائی تو اپنی جان کے ڈر سے ہمیں مارتا ہے ہم بھی خدا ہی کے بندے ہیں تجھے ایذا دینے نہیں آئے تھے اس نے تیر و کمان سے کام نہ لیا اور سر جھکا کر بیٹھ گیا پھر دل میں اندیشہ کیا کہ ان کو مجھ سے کیا کام ہے جو ادھر آئے تھے تیر انہوں نے دیکھا

ہی میں پکڑ لیا اگر دوسرا تیر ماروں گا کالے کو کارگر ہوگا اتنے میں وہ نزدیک آ کر کہنے لگے
اے حاتم تجھ کو شرم نہیں آتی جو جواہر کی طمع کی وہ بولا میں نے کس کا جواہر لیا کیا لالچ
کیا انھوں نے کہا فلانے جنگل میں سے تو جواہر لایا ہے اب تک تیرے پاس موجود ہے یہ
سن کر حاتم نے جواب دیا اے یارو خدا کا ملک وسیع ہے مگر میں نے وہاں سے اٹھا لیا تو کسی کا
کیا لیا تمہارا تو نہیں ہے وہ بولے یہ ایک خلقت کے واسطے اللہ تعالےٰ نے رکھا ہے۔
حاتم نے کہا وہ خلقت کونسی ہے جو انسان سے شریف ہے بلکہ انسان ہی سب سے بہتر ہے
انھوں نے کہا کہ یہ سچ ہے مگر جواہر خالق نے پریوں کے واسطے رکھا ہے یہ سن کر حاتم نے
سب پھینک دیا اور کہا کہ تم ہی لے جاؤ انھوں نے ایک لعل اور ایک الماس ایک زمرد
اپنی اپنی قسم میں جو سب سے بیش قیمت تھا اس کو دینے لگے اور بولے کہ تجھ کو یہی بہت ہے لے
اس نے لے لیا اور کہا کہ اے بندگانِ خدا ایسے خدا مجھ کو راہ بتا دو جو کسی طرح سے اپنے
ملک کو پہونچوں وہ بولے اے جوان غنیمت جان جو تو صحیح سلامت آیا اور جیتا جاگتا چلا
کیونکہ اس حد سے آج تک کوئی جان سلامت لے کر نہیں گیا اب تو اندیشہ نہ کر کیونکہ
تیری عمر بڑی ہے اور اس سے آگے ایک جواہر کا دریا ملے گا اس کے بعد دریائے آتش اگر
وہاں سے صحیح وسلامت اتر گیا تو مقرر اپنے ملک میں پہنچے گا مگر کسی چیز کا لالچ نہ کرنا
اسی میں تیری بھلائی ہے خدانخواستہ اگر کسی چیز پر دل دوڑائے گا تو اپنے کئے کی سزا
پائے گا یہ کہکر وہ پانی میں اتر پڑے حاتم وہیں بیٹھا تمام رات اللہ اللہ کیا کیا۔ صبح
کو وہ وہاں سے اٹھ کر آگے بڑھا تھوڑی دور گیا تھا کہ ایک دریا دکھائی دیا کہ اس کا تمام
پانی مثل آب زر تھا بارے اس سے صحیح سلامت پار اتر گیا چند روز کے بعد ایک اور
دریا نظر آیا یہ اس کو دیکھ کر نہایت شاد ہوا اس واسطے کہ بہت پیاسا تھا جب اس کے
نزدیک پہنچا دیکھا کہ اس کے کنارے پر ہزاروں موتی سنگ ریزوں کی طرح پڑے
تھے لیکن ہر ایک انڈے کی برابر تھے کہ ان کی چمک سے آنکھیں جھپکی جاتی تھیں اور
اور قیمت کا تو ٹھکانا نہ تھا حاتم لالچ میں آ کر چاہتا تھا دس بیس اٹھالے اتنے میں
ان دیووں کی نصیحت یاد آئی ڈر کر اس حرکت سے باز رہا
اور اس کے کنارے پر بیٹھ گیا کیا دیکھتا ہے کہ اس کا پانی دودھ اور شہد کے مانند ہے
پیاسا تو تھا ہی خوب پیٹ بھر کر پیا غرض اس سے بھی بخوبی گذر گیا اور آگے بڑھا کہ
دور سے ایک سپیدی سی نظر آئی گویا کہ سونے کا ایک تختہ ہوا میں چمک رہا ہے اسی
کی طرف چلا ایک مہینے کے بعد قریب جا پہنچا کیا دیکھتا ہے سونے کا ایک پہاڑ

آسمان سے لگا ہوا ہے یہ اس پر چڑھ گیا وہاں ہر ایک درخت سونے کا پھیلا پھیلا دیکھا تین روز تک اس پر چلا گیا یکایک ایک میدان وسیع نظر آیا کہ اس کی تمام زمین سنہری تھی پھر اس سے آگے بڑھا تو سونے کا ایک محل نہایت خوش اسلوب دیکھا جب قریب پہونچا دروازہ کھلا پایا اندر چلا گیا وہاں باغ نہایت پُرفضا گل و ثمر سے بھرا نظر آیا اس میں سونے کے ہزاروں درخت جھک رہے تھے اور اس میں جڑاؤ تپے دمک رہے تھے حاتم دیکھ کر حیران ہوا اور صانع کی صنعت کا شکر کہنے لگا پھر تھوڑا سا میوہ توڑ کر کھایا کہ ایک حوض نظر آیا اس کا پانی شفاف مانند بلور تھا اس کے کنارے پر جا بیٹھا اور دل میں فکر کرنے لگا کہ یہ باغ کس کا ہے اور اس کا مالک کون ہے کس سے پوچھیے اتنے میں کئی پریاں پوشاک اور جڑاؤ گہنے سے آراستہ جلوہ گر ہوئیں اور حاتم کو دیکھتے ہی مسکرا کر حیران سی رہ گئیں کہ یہ مکان کہاں اور آدمزاد کہاں حاتم بھی ان کو دیکھ کر حیرت میں آیا کہ الٰہی یہ کیا حسن ہے جو تو نے ان کو بخشا دو ہیں ملکہ زریں پوش یاد آئی کہ وہ بھی ایسا ہی حسن رکھتی ہے خدا اس سے جلد ملائے القصہ ان سے کہنے لگا کہ اے خدا کے بندو تم کون ہو سچ کہو اور اس جگہ کا بادشاہ کون ہے بتاؤ انھوں نے کہا یہ محل پری نوش لب کا ہے اتنے میں وہ آن پہونچی حاتم اس کو دیکھتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑا وہ اس کے سرہانے آ کر کھڑی ہوئی اور کہنے لگی ارے کوئی ہے جلد آ کر اس کے منہ پر گلاب چھڑکو فوراً ایک نازنین دوڑی گئی اور جڑاؤ گلاب پاش لا کر اس کے منہ پر گلاب چھڑکنے لگی حاتم ہوش میں آیا پھر پری نوش لب ایک تخت مرصع پر جا بیٹھی اور اس کو ایک کرسی جواہر نگار پر بٹھا کر کہنے لگی کہ اے جوان خوش رو سچ کہہ تو کہاں سے آیا ہے اور کیا کام ہے اور اب کدھر جائے گا حاتم نے اپنا تمام احوال ابتدا سے انتہا تک اس کے سامنے بیان کر کے پوچھا کہ اس مکان کا مالک کون ہے اور اس پہاڑ کا نام کیا ہے پری نوش لب نے کہا کہ اس پہاڑ کو کوہ زریں کہتے ہیں مکان شاہ پال بادشاہ کا ہے اور اس کی ایک بیٹی کا آسا نام ہے میں بھی اس لڑکی کی ایک خواص ہوں چنانچہ ساتواں روز میری باری کا ہے اس روز میں اس کی خدمت میں حاضر ہوتی ہوں اور یہ مکان کوہ قاف سے تعلق رکھتا ہے اگرچہ دنیا کی حد میں ہے اور یہ جو دور سے دکھائی دیتا ہے اسی کا قلعہ ہے غرض چار روز تک حاتم کو مہمان رکھا پانچویں روز کہا کہ یہ مکان تمہارے رہنے کے قابل نہیں بہتر یہ ہے کہ یہاں سے تشریف لے جاؤ حاتم اس پری سے رخصت ہو کر پہاڑ ہی پہاڑ چلا دس بیس دن کے بعد پہاڑ سے اتر کر کسی جنگل میں جا پہونچا

دہاں سونے کا ایک دریا دکھائی دیا کہ اس کا پانی نگلے ہوئے سونے کی صورت لہریں لے رہا
ہے اور اس کی موجیں آسمان سے ٹکریں لے رہی ہیں یہ دریا دیکھ کے فکر میں غرق ہو کر اس کے
کنارے بیٹھ گیا کہ اس سے کیونکر پار ہوجیے اتنے میں سونے کی ایک ناؤ دور سے نظر آئی اور جھٹ
سے کنارے پر پہونچی حاتم نے خدا کا شکر کیا اور اس پر بیٹھ لیا دو میں ایک طباق گرما گرم حلوے
سے بھرا ہوا نظر آیا بھوکا تو تھا ہی کمال رغبت سے کھایا چاہتا تھا کہ دریا میں ہاتھ ڈال کر
پانی پیے ڈرا کہ مبادا ہاتھ سونا ہوجائے ہاتھ کھینچنے لگا پھر ایک کٹورا بغل سے نکال کر بھرا
از بسکہ تشنگی غالب تھی تھوڑا سا پانی حلق کے اندر ٹپکایا اتنے میں کیا دیکھتا ہے کہ کٹورا
سونے کا ہو گیا غرض چالیس دن کشتی کنارے پر پہونچی حاتم نے کنارے پر پہونچکر
شکر کا دوگانہ ادا کیا اور آگے بڑھا سات روز تک چلا گیا آٹھویں دن پتھروں کے
میدان میں پہونچا وہاں کا ہر پتھر ایسا گرم تھا گویا آگ سے ابھی نکلا ہے بمشکل چند قدم
چلا آخر طاقت نہ رہی مجبور ہو کر بیٹھ گیا مارے گرمی کے ہونٹ سوکھ گئے بلکہ تمام بدن جل
اٹھا تب تو نہایت بیقرار ہو کر مہرہ منہ میں رکھ لیا پر کچھ فائدہ نہ دیکھا آخر اس کو نکال کر پھینک
دیا اور آپ زمین پر ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا یہاں تک کہ بیہوش ہو گیا بلکہ قریب
مرگ پہونچا منہ کھل گیا زبان باہر نکل پڑی اتنے میں وہ دونوں شخص جو ابر لے گئے
تھے پیدا ہوئے اور اس کو اٹھا کر آب شیریں و سرد پلایا حاتم ہوش میں آیا آنکھیں
کھول کر دیکھا وہی وہ دونوں شخص نظر آئے بولا اے یارو آفریں ہے کہ وقت پر پہونچے
اور بڑی مدد کی اب کہو کس طرف جاویں یہ گرمی کس سبب سے ہے انھوں نے کہا اس سے
آگے دریائے آتش ہے یہ گرمی اس کے باعث ہے پر رستہ یہی ہے چلا جا خدا کی قدرت
سے اپنے ملک میں پہونچ رہے گا راہ بتلانا ہمارا کام نہیں البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ یہ آگ دھیمی
ہو جائے اس نے کہا جو کچھ تم سے ہوسکے تقصیر نہ کرو انھوں نے ایک مہرہ نکال کر حاتم کو
دیا اور کہا آگے دریائے آتشیں ہے اگر اس کو اپنے منہ میں رکھ لے گا تو آگ تجھ پر کارگر نہ ہوگی
ٹھنڈے ٹھنڈے چلا جائے گا پر یہ یاد رہے کہ دریا کے پار ہوتے ہی اس مہرے کو پھینک
دینا یہ کہہ کر حاتم کی نظر سے غائب ہو گئے وہ رات وہیں رہا صبح کو منہ میں مہرہ کو
رکھ کر آگے چلا تین روز کے بعد سامنے سے آگ کے شعلے معلوم ہونے لگے یہ ڈرا اور لا
العظمۃ للہ کہکر آگے بڑھا جب کنارے پر پہونچا تو کیا دیکھتا ہے کہ شعلے کی لہریں آسمان
تک جاتی ہیں اور آتی ہیں عالم مدہوش سا ہو کر کبھی آسمان کو دیکھتا تھا کبھی زمین کو اتنے
میں ایک ناؤ بہتی کنارے آ لگی وہ دل میں خدا کی حمد کرنے لگا کہنے لگا کہ یہ دیدہ و دانستہ

آپ کو آگ میں ڈالتا ہے پر کیا کروں راہ یہی ہے خدا آسان کرے گا ورنہ جو اس کی رضا
یہی ہے راضی رہنا چاہیئے حق متعدد بر کشتی پر جا پہونچا اور منہ میں مہرہ رکھ لیا اتنے میں ایک
قاب نان کباب سے بھری ہوئی دیکھی اس کو بے اختیار کھینچا اور پیٹ بھر کھایا
غرض کشتی چلی جاتی تھی یہ ڈر کے مارے آنکھیں نہ کھولتا تھا جو کبھی کھل جاتی تھیں تو
جان نکلنے لگتی تھی آخر ناؤ منجدھار میں آ پہونچی اور چکی کی طرح پھرنے لگی حاتم کو یقین
ہوا اب ڈوبتا ہے خدا کی یاد میں مشغول ہوا اور آنکھوں پر پٹی باندھ کر سر بزانو
ہوا کہ اب حقیقتاً نہیں بچتا بارے فضل الٰہی سے تین دن کے بعد کشتی کنارے پر جا لگی
حاتم اتر پڑا آنکھیں کھول کر جو دیکھتا ہے تو وہ نہ دریائے آتشیں ہے اور نہ وہ کشتی
ایک سہانا سا جنگل نظر آتا ہے مہرے کو منہ سے نکال کر پھینک دیا اور آگے چلا تھوڑی
سی راہ طے کی تھی جو معلوم ہوا کہ سواد یمن ہے نہایت شاد ہو کر شکر کیا پھر کسی گاؤں
کی طرف چل دیا وہاں ایک کھیت پر کھڑے ہو کر ایک کسان سے کہنے لگا کہ یہ نواح
کس شہر کی ہے اس نے کچھ جواب نہ دیا اور ٹکٹکی باندھ کر اس کا منہ دیکھنے لگا حاتم
بولا کہ اے عزیز تو بہرا ہے کہ نہیں سنتا اس نے عرض کی کہ تیری صورت میں اپنے حاتم
بادشاہزادے کی سی دیکھتا ہوں یہ سن کر حاتم نے کہا تو کون ہے اور کیا جانتا ہے وہ
بولا اے جوان یہ ملک یمن ہے اور حاتم ہمارا شہزادہ ہے اس کا باپ طے نام یہاں کا
بادشاہ ہے لیکن شہزادے کو سات برس ہوئے کہ اس ملک سے نکل گیا ہے ایک مرتبہ
اس کی خبر زریں پوش سے پہونچی تھی اس سے ہر ایک کو تسکین ہوئی تھی اس کے بعد کچھ
پتہ نہیں اب اس کے باپ ماں اور اقربا کا نہایت برا احوال ہے ہر ایک پر اپنی
زندگی وبال ہے حضرت مگر ملکہ زریں پوش کی تو جان پر آ بنی ہے حاتم نے کہا میں چند
روز ہوئے تمہارے شہزادے سے ملا تھا وہ خیر و عافیت سے ہے تو یمن میں جا کر اس کی
طرف سے سب کو دعا و سلام پہونچا کر یہ کہنا کہ حاتم شاہ آباد کی طرف گیا ہے پھر کہا اے
دہقان میں بہت پیاسا ہوں تھوڑا سا پانی پلا وہ جلدی سے ایک پیالہ دودھ کا
اور ایک چھاچھ کا لے آیا حاتم نے نہایت مزے سے پیا اور کہا ہزار شکر ہے کہ مدت
کے بعد میں نے اپنے ملک کو دیکھا اور یہ نعمت کھائی پھر کھڑا ہوا اور شاہ آباد
کا رستہ لیا تھوڑے دنوں میں وہاں جا پہونچا لوگ دوڑے اور حسن بانو کو اس کی
خبر دی اس نے پردہ کر کے اندر بلا لیا اور ایک سونے کی کرسی پر بٹھا کر کہا آفریں
ہے اے جوان خوب ہوا جو تو آیا بارے کہو خدا کی خیر کہہ اور وہاں کے بھید سے

مجھے آگاہ کر حاتم نے سرے سے قصہ شروع کیا اور آخر تک کہہ سنایا حسن بانو نے کہا سچ کہتا ہے لیکن کچھ نشان بھی دکھا کہ یقین آجائے حاتم نے بایاں ہاتھ دکھایا کہ یہ سب چاندی کا ہو گیا تھا پر میں ایکدن کسی آب زلال کے چشمے پر پہونچا اور اس کو دھویا یہ اپنی صورت پر آگیا لیکن ناخن ابتک چاندی کے ہیں دوسرا نشان یہ ہے کہ دریائے زریں کے پانی سے چار دانت سونے کے ہو گئے ہیں اور وہ تینوں قسم کے جواہر بھی دکھا دیئے تب حسن بانو نے بہت ہی آؤ بھگت کی اور کھانا پر تکلف منگوا کر روبرو رکھوا دیا حاتم نے کہا کہ اس کو میرے ساتھ کر دو میں کارواں سرا میں جا کر منیر شامی کے ساتھ کھاؤں گا پھر وہاں سے اٹھ کر منیر شامی سے مل کر اس کے ساتھ کھانا کھا لیا اور اپنی سرگذشت مفصل بیان کی اس نے اس کی ہمت کی تعریف کی حاتم نے دو تین دن آرام کرنے کے بعد حسن بانو سے کہا کہ اب چھٹا سوال کیا ہے اس کو کہہ تا کہ میں پورا کروں یہ بات سن کر حسن بانو نے کہا کہ ایک موتی میرے پاس ہے اس کے برابر کا دوسرا تلاش کر کے لا دے حاتم نے کہا میں اسے ذرا دیکھوں اس نے منگوا کر دکھا دیا دیکھا تو وہ مرغابی کے انڈے کے برابر تھا حاتم نے کہا میں جانتا ہوں کہ تجھے اس سے غرض ہوگی لیکن نمونہ حوالے کر جو اس کے برابر ڈھونڈھ لاؤں حسن بانو نے ایک موتی چاندی کا اس کے برابر ڈھونڈھ لاؤں حسن بانو نے ایک موتی چاندی کا اتنا بڑا بنوا کر حاتم کو دیا وہ اسکو لے کر سرا میں آیا اور منیر شامی کو دکھا کر کہنے لگا کہ حسن بانو اب اتنا بڑا ایک موتی مانگتی ہے میں نے تو اتنا بڑا موتی اپنی عمر میں نہ دیکھا نہ سنا ہے خدا جانے کس دریا میں اور کس جگہ پیدا ہوتا ہے منیر شامی نے کہا بھائی جس جگہ ایسے موتی پیدا ہوتا ہے پہلے اس مکان کو تحقیق کر لے تب جا حاتم نے کہا پوچھنا کچھ ضروری نہیں مجھ کو میرا خدا وہاں پہنچائے گا جس نے اتنی مشکلیں آسان فرمائی ہیں وہ اسے بھی آسان کرے گا یقین ہے کہ میں اس دریا پر پہنچوں گا اور ایسا موتی لے آؤں گا۔ میں خالق پر توکل کئے ہوں اور اس کے سوا کسی سے امید نہیں رکھتا ہوں۔ منیر شامی نے اس بات پر بہت سی آفرین کی اور کہا کہ چند روز ابھی آرام کرو تب جانا ہو تو حاتم چند روز قیام کرکے اس سے رخصت ہو کر موتی کی تلاش میں روانہ ہوا ۔

چھٹا سوال حاتم کے جانے کا اور مرغابی کے انڈے کے برابر موتی لانے کا

جب حاتم شاہ آباد سے نکلا پانچ چھ کوس پر جا کر ایک پتھر کی سل پر بیٹھ کر مسرور ہوا اور دل میں فکر کرنے لگا کہ الٰہی ایسا موتی کس دریا سے ہاتھ لگے گا مگر تجھ ہی فضل کرے تو وہ گوہر نایاب ملے اتنے میں شام ہو گئی ایک جوڑا ناطقہ کا ہفت رنگی کہ جس کے بسیرے کا مقام دریائے قہرمان کے کنارے تھا قدرت الٰہی سے ایک درخت پر وہاں آ بیٹھا مادہ بولی کہ ہم کو یہاں کی آب ہوا خوش نہیں آئی اگرچہ اس جگہ ہمارے کھانے پینے کی چیزیں لتنم ختم کی جا رہی ہیں بہتر یہ ہے کہ یہاں سے اڑ چلیں نر نے کہا کہ میرا مقصد تو یہ تھا کہ چند روز اس جنگل میں رہوں تیرے کہنے کا اب صبح کو اپنے وطن چلو گا خاطر جمع رکھ ایک گھڑی چپکی رہ مادہ نے پھر کہا یہ شخص کون ہے جو اس جنگل میں سر جھکائے غمگین و متفکر بیٹھا ہے نر بولا یہ حاتم یمن کا شہزادہ ہے کیا کرے حق اس کی جانب ہے جس قدر غمگین ہو بیجا نہیں کیونکہ اس کو مرغابی کے انڈے کی برابر موتی کی تلاش ہے اپنے لئے نہیں بلکہ خدا کی راہ پر غیر کے واسطے اس نے کمر باندھی ہے منیر شامی شہزادہ حسن بانو پر عاشق ہوا ہے وہ سات سوال رکھتی ہے شہزادہ نہ سوال پورے کرنے کی طاقت رکھتا ہے نہ اس کے چھوڑنے کی قدرت رکھتا ہے اس سبب سے دیوانہ وار پھرا پھرتا تھا یمن میں جا نکلا تھا باہم ملاقات ہو گئی منیر شامی نے اپنا احوال اس سے کہا اس نے قسم کھائی کہ اسی کے واسطے غربت اختیار کی اور مصیبت اپنے سر پر لی چنانچہ اس کے پانچ سوال پورے کر چکا ہے اب چھٹے سوال کی باری ہے اور اسے اس موتی کا لانا ہے یہ بیچارہ اس درخت کے نیچے اسی سوچ میں حیران بیٹھا ہے کہ کدھر جاؤں اور ایسا موتی کہاں سے لاؤں لیکن تو کہے تو میں اس کا راستہ بتاؤں وہ بولی اس سے کیا بہتر ہے کہ حیوان کا احسان انسان پر ہو جب مادہ کی مرضی پائی نر کہنے لگا کہ ایسے موتی کی پیدائش یوں ہے کہ اگلے زمانے میں کہتے ہیں کتنے پرندے تیس برس کے بعد دریائے قہرمان کے کنارے انڈے دیتے تھے ان میں سے ایک شمس شاہ کے ہاتھ آ گیا تھا ہرچند کہ وہ آگے سے مال و جواہر بہت سا رکھتا تھا بلکہ اس نے ایک شہر بھی بڑا بسایا تھا اب وہ ویران پڑا تھا اتفاقاً اسی کا خزانہ حسن بانو کے ہاتھ آیا ہے وہ انڈا بھی اسی میں تھا جو اس نے پایا۔ القصہ جب جم جاہ قہرمانی مر گیا اور اس کا ملک کسی اور کے

لے لیا اس کی جورو حاملہ تھی وہ موتی لے کر محل سے بھاگی اور ایک جنگل میں جا پڑی۔ پہر
دن تھا کہ دریائے قہرمان کے کنارے جا نکلی قضارا مسعود سوداگر بھی اس وقت
کشتی پر بیٹھا ہوا وہاں آ نکلا اس عورت نے اس کشتی کو دیکھ کر غل مچایا کہ خدا کے
واسطے مجھ بے کس کو بھی ناؤ پر چڑھا لو سوداگر نے رحم کھا کر کنارے پر ناؤ لگا دی اور
اس کو بٹھا کر حقیقت پوچھی اس نے اپنا تمام احوال کہہ دیا مسعود سوداگر نے اس کو
اپنی بیٹی کیا اور شہر میں لے آیا چند روز کے بعد وہ عورت لڑکا جنی اور اس کا نام
برزخ رکھا جب وہ لڑکا ہوشیار ہوا مسعود سوداگر مر گیا اس کی سرداری اس لڑکے
کو ملی اور ایک مدت تک اس کے مال و دولت سے لاکھوں سپاہی نوکر رکھے کئی ہزار
گاؤں اپنے قبضے میں لایا یکایک وہاں کا بادشاہ ہوا جب وہ مر گیا حضرت سلیمان
علیہ السلام بادشاہ ہوئے تب انھوں نے کوہ قاف کی تمام نواحی اور دریائے قلزم
اور دریائے قہرمان اور دریائے زریں و آتشیں بلکہ جو کچھ کوہ قاف سے علاقہ رکھتا تھا
سب کا سب دیووں پریوں جادوگروں مردم آزاروں کے رہنے کو دیا اور کہا کہ تم
سب اس کو آباد کرو آدمیوں کے شہر کی طرف نہ جاؤ چنانچہ وہ جزیرے اور شہر جنھیں
قوموں سے آباد ہیں آدمی کو وہاں سے کچھ تعلق نہیں غرض رفتہ رفتہ وہ موتی ہشام
پری سرخ کلام کے ہاتھ لگا تھا اب ماہ یار سلیمانی جو آدمی اور پری سے پیدا ہوا
ہے اس نے لیا ہے بالفعل اس کی استقامت برزخ کے جزیرے میں ہے وہ
ایک لڑکی نہایت حسین اور مہ جبین رکھتا ہے لیکن اس کا بیاہ اس شرط پر ٹھہرا ہے
کہ جو کوئی اس موتی کی پیدائش کا حال ظاہر کرے گا میں اس لڑکی کو اس کے ساتھ
بیاہ دوں گا یہ سن کر ہزاروں پریزاد اس کے پاس آئے پر کوئی اس موتی کی پیدائش
سے آگاہ نہ تھا جو بیان کرتا ہر ایک مایوس ہو کر پھر گیا اور ماہ یار سلیمانی بڑا عالم
اور فاضل ہے اس کے سوا اس وقت کی کتابیں اس کے ہاتھ لگیں اس نے ان کو
پڑھ کر اس موتی کی پیدائش کا حال دریافت کر لیا ہے اور ان جانوروں کو حضرت
سلیمان کے وقت سے حکم نہیں جو کہیں انڈے دیں اس واسطے ایسے موتی کا پیدا ہونا
موقوف ہے بلکہ اس بات کے لینے کی کبھی منادی ہے پر میں نے جو اس جوان کو بہت
اور خدا ترس دیکھا اس لئے یہ احوال ظاہر کیا یہ سارے نیک کاموں کی سعی میں پھرتا
ہے یقین ہے کہ اپنی مراد کو پہونچے مادہ نے کہا اس غریب کی رسائی دریائے قہرمان
تک کس طرح ہوگی کیونکہ وہ دیووں کے ملک کی سرحد ہے اس نے کہا اس بے پروا

وہاں پہونچنا بشرط حیات خدا کی قدرت سے کچھ دور نہیں لیکن لازم ہے کہ تھوڑے سے ہمارے پر اپنے پاس رکھے کیونکہ جب کوہ قاف کی حد میں پہونچے گا تو ایک صحرائے عظیم ایسا ملے گا کہ جس کا اور چھور نہیں چاہیئے کہ اسمیں داخل ہونے کے وقت ہمارے لال پر جلا کر پانی میں گھولے اور اپنے تمام بدن میں مل لے پھر بے دھڑک چلا جائے اس کی بو سے تمام جانور بھاگ جائیں گے اس کی صورت بھی دیو کی سی ہو جائے گی جب اس جنگل کو طے کر کے برزخ کے جزیرے میں پہونچے گا سفید پر جلا کر اس کی راکھ پانی میں گھول کر بدن میں ملے پھر نہا دھو کر صاف کر ڈالے پھر اپنی اصلی صورت پر آ جائے گا۔ لیکن وہاں کے لوگ اس کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لیجائیں گے چاہیئے کہ اپنا مطلب اس سے اس سے کہا کرے اگرچہ وہ اسی مطلب اصلی کو درپیش کرے گا جو کوئی اس موتی کے پیدا ہونے کی حقیقت سے مجھ کو اطلاع دے اس کو میں اپنی بیٹی موتی سمیت دوں گا بہتر یہ ہے کہ اس ماجرے کو من و عن یاد رکھے بھول نہ جائے ممکن نہیں کہ ماہیار سلیمانی اپنے قول سے پھرے کیونکہ وہ وعدے کا بہت سچا ہے مقرر اپنی بیٹی بیاہ دے گا مادہ نے کہا کہ پیارے ہمارے پر کیونکر ملے اس بات کو سنتے ہی نر نے اپنے بازو پھٹپھٹائے کتنے ہی پر گر پڑے حاتم نے سب کے سب چن لئے اتنے میں صبح ہو گئی وہ جوڑا اڑ گیا حاتم اٹھ کھڑا ہوا اور ایک سمت کو چل نکلا دو چار دن کے بعد ایک رات کسی درخت کے نیچے سو گیا تھا اتنے میں بہت سے جانور فریاد کرنے لگے کہ ہے ہے کوئی خدا کے بندوں میں سے ہماری داد کو نہیں پہونچتا اس آواز کو سن کر حاتم اسوقت اپنے جی میں کہنے لگا کہ اے حاتم تو بھی خدا ہی کا بندہ ہے پس تجھ کو لازم ہے کہ تو چل کر ان کا احوال پوچھے اور مدد کرے یہ سوچ کر اسی طرف دوڑا جب قریب گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک لومڑی ہاتھ پاؤں زمین پر دے دے مار رہی ہے اور چلا رہی ہے اس کو اس حال سے دیکھ کر حاتم نے پوچھا کہ تجھ کو بندگان خدا میں کس سنگدل نے ستایا ہے جو اس طرح بلبلا رہی ہے لومڑی نے کہا اے جوان ایک صیاد میرے نر کو بچوں سمیت پکڑ لے گیا ہے میں اس کے فراق میں روتی ہوں حاتم نے کہا تیرے نر کو کون لے گیا ہے لومڑی بولی کہ یہاں سے چھ سات کوس پر ایک گاؤں ہے اس میں ایک بہلیا ہے اس کم بخت کا یہی کام ہے حاتم نے کہا ایذا دہندوں کو مردم آزاری کا کیا اندیشہ ہے کہ انھوں نے یہی اپنا پیشہ کیا ہے لازم ہے کہ تو مجھے راہ بتا دے تو میں تیرے خاوند کو بچوں سمیت صیاد سے چھڑا لاؤں اگر ان کے بدلے وہ میرا سر بھی مانگے تو عذر نہ کروں گا کیونکہ یہ خدا کی

راہ کا سودا ہے لومڑی نے کہا اے جوان اگر میں تیرے ساتھ چلوں تو بہتر ہے حاتم نے کہا اچھا غرض دونوں چلدیئے پہر رات گئے اس گاؤں کے قریب جا پہونچا حاتم نے کہا اب تو یہاں چھپ رہ میں بستی میں جا کر صیاد کو ڈھونڈھ نکالتا ہوں وہ کسی جھاڑی میں دبکی مار کر بیٹھ گئی حاتم صبح تک یاد الٰہی میں مشغول رہا جب ہی آفتاب نکلا اٹھ کر صیاد کے دروازے پر آیا دستک دی وہ نکل کر پوچھنے لگا کہ اے جوان تجھے مجھ سے کیا کام ہے جو ایسی صبح ہی صبح آیا ہے تو تو ہمارے گاؤں کا نہیں معلوم ہوتا حاتم نے کہا اے صیاد مجھے ایک ایسا ہی آزار ہو گیا ہے کہ جس کا علاج کچھ مسافر سے نہیں ہو سکتا کیونکہ ایک حکیم نے بتلایا ہے کہ اگر تو لومڑی کا تازہ لہو اپنے بدن پر ملے تو ابھی اچھا ہو جائے اس واسطے تیرے پاس آیا ہوں کہ تو اکثر لومڑیوں اور گیدڑوں کا شکار کرتا ہے اگر تیرے پاس لومڑی کے تین چار بچے ہوں تو مجھے دے اور ان کی قیمت جو چاہے سو لے صیاد نے کہا کہ سات لومڑیاں میں نے پکڑی ہیں جتنی درکار ہوں ان کو پسند کر یہ کہکر ان ساتوں کو حاتم کے روبرو لے آیا اس نے ساتوں دیکھکر ساتوں کو لے لیا اور جنگل میں لا کر ہاتھ پاؤں کی رسیاں کھول کر چھوڑ دیا بچے تو کچھ طاقت رکھتے تھے دوڑ کر اپنی ماں کے پہلو سے جا لگے وہ ان کو پیار کر کے نر کے پاس جو آبی تو کیا دیکھتی ہے کہ قریب المرگ پہنچا ہے رونے پیٹنے لگی اور سر پر خاک ڈالنے لگی حاتم نے کہا اے روباہ اب کیوں روتی ہے وہ بولی کہ آج میرے سر کا تاج ڈھلا جاتا ہے کیونکہ سر نہ پیٹوں حاتم نے کہا اے نادان اتنی ہی اس کی عمر تھی لومڑی نے کہا سکی یہ حالت میری جدائی اور دلجوئی اور بچوں کے غم نے کی ہے اگر ابھی اس کا علاج ہو تو اغلب ہے کہ نہ مرے حاتم نے پوچھا کہ کونسی دوا ہے بتا کہ تلاش کیجائے اس نے کہا کہ اگر جیتے ہوئے آدمی کو مار کر اس کا گرم گرم لہو اس کے منہ میں ٹپکاؤ تو ابھی توانا ہو جائے حاتم بولا کہ مجھکو آدمی سے کیا ایسی دشمنی ہے جو حیوان کیواسطے اسے ماروں اگر تجھے آدمی کا لہو درکار ہے تو کہہ کس جگہ کا چاہیئے اس نے کہا کہ کہیں کا ہو مگر گرم ہو حاتم نے ترکش سے تیر نکال کر بائیں ہاتھ کی صفت اندام کھولی اور کہا کہ اے روباہ جتنا لہو درکار ہے لے وہ اپنے نر کو اس کے پاس لے گئی اور کہا جس قدر اس کے منہ میں ڈالوگے عین مہربانی ہو گی حاتم نے اس کے کہنے کے مطابق اپنا لہو اس قدر پلایا کہ اس کا پیٹ بھر گیا اور قوت اصلی پر آ گیا تب حاتم نے ہاتھ پر پٹی باندھ کر کہا کہ ایک بات سن اے روباہ اب تو مجھ سے راضی ہوئی لومڑی بجوش حمیت اس کے پاؤں پر گر پڑی حاتم اس کو دلاسا دے کر آگے بڑھا حاتم چلا جاتا تھا کہ اسے ایک چشمہ برف سا سفید نظر آیا حاتم بے اختیار اس کیطرف دوڑا جب نزدیک

پہونچا تو کچھ نہ دیکھا مگر دیکھا ایک سفید سانپ کنڈلی مارے بیٹھا ہے چاہتا تھا کہ پھر سے
جو وہ بول اٹھا اے جوان تمیز کیوں پھر چلا تو یہاں کس کام کے لئے آیا تھا حاتم نے جو
اس کو باتیں کرتے دیکھا گھبرا کر کہنے لگا اے بندۂ خدا میں شدت سے پیاسا تھا دور سے
تیرے رنگ کی سفیدی پانی کی طرح جو نظر آئی ادھر چلا آیا اب خدا کی قدرت کا تماشہ
دیکھ کر پھر چلا سانپ نے کہا اے عزیز تجھ کو یہاں سب کچھ میسر ہو جائے گا خاطر جمع رکھ
سانپ روانہ ہوا اور حاتم اپنے دل میں سوچا کہ ہرچند یہ سانپ باتیں کرتا ہے پر اس
کے ساتھ جانا خوب نہیں کیونکہ موذی ہے اتنے میں یہ خیال گذرا کہ جو کچھ تقدیر میں ہے
وہی ہوگا چلا چاہیئے اس پر بھی آہستہ آہستہ قدم رکھنے لگا سانپ نے جو دیکھا کہ چلنے
میں آہستگی کرتا ہے کہا اے مرد خدا کچھ وسواس نہ کر پاؤں اٹھا حاتم بے کھٹکے اس کے
ساتھ روانہ ہوا غرض ایک گلزار جنت بہار میں جا پہونچا وہاں کی فضا سے اس کا جی
کھل گیا نہایت باغ باغ ہوا کیونکہ اس قطعہ کا باغ کہیں نہ دیکھا تھا مگر پریوں کے
ملک میں پھرا ادھر ادھر کی سیر کرتا ہوا ایک چمن میں جا نکلا وہاں فرش بادلہ کا سراسر بچھا ہوا
تھا اور حوض کے کنارے ایک مسند پر تکلف کی ہوئی تھی سانپ نے کہا کہ یہاں ذرا
توقف کرو میں پھر آتا ہوں یہ کہکر حوض میں گر پڑا ایک دم کے بعد کئی پریزاد سونے چاندی کے
خوان جواہر سے بھرے ہوئے سروں پر رکھے اس حوض سے نکلے حاتم کو سلام کر کے خوان اس کے
آگے رکھدئے اس نے پوچھا اے خدا کے بندو تم کون ہو سچ کہو انھوں نے عرض کی ہم
اس کے خدمتگار ہیں جو تم کو اپنے گھر لایا ہے اور یہ جواہر تمہارے واسطے بھجوایا لازم ہے کہ قبول
کرو اس نے کہا یہ میرے کس کام کے ہیں اس قدر مال میں کیونکر اٹھاؤں اور کس پر لاد کر لیجاؤں
اتنے میں اور کئی پریزاد اسی طرح سے کئی خوان جواہر کے لئے ہوئے حاتم کے پاس آئے
اس نے پوچھا اس میں کیا ہے وہ بولے کہ جواہر تحفے کے طریق پر تمہیں بھیجا ہے حاتم نے کہا
یہ بھی میری نظروں میں نہیں سمایا اس میں اور بہت سے پریزاد سر پر گنگا جمنی خوان زربفت
اور بادلے کے خوان پوش سے ڈھانکے ہوئے اس چشمے سے نکلے اس نے پوچھا اس میں
کیا ہے انہوں نے عرض کی آپ ہی کے لئے لائے ہیں حاتم نے کہا بہت اچھا مہمان حاضر
ہے پر صاحب خانہ کہاں ہے وہیں وہ سانپ ایک جوان حسین بنا ہوا چالیس پریزادوں
کو ساتھ لئے حوض سے نکل آیا حاتم اس کو دیکھ کر متعجب ہوا کہ یہ جوان خوش رو کون ہے
پھر تعظیم کو اٹھ کھڑا ہوا اس نے حاتم کو پکڑ کر بآئین شائستہ مسند پر بٹھایا اور پوچھا تم
مجھ کو پہچانتے ہو وہ بولا اگر کبھی دیکھا ہوتا تو البتہ پہچانتا اس نے مسکرا کر کہا میں وہی ہوں

جو تمہیں یہاں لے آیا ہوں حاتم نے کہا اے عزیز پہلے صورت سانپ کی تھی اب آدمی کی شکل کیونکر ہوئی اس نے کہا کہ یہ بھید کھانا کھانے کے بعد کھل جائے گا پھر دسترخوان بچھا کر کھانا چنوایا اتنے میں حوراً و چلبچی آفتابہ زرنفتی زیر انداز سمیت دو پریزاد لائے اور ان کے ہاتھ دھلائے تو وہ کھانے میں مشغول ہوئے جب خاصہ نوش کر چکے - خواص عطردان پاندان مرصع لے کے آئے حاتم نے جو عطر ملا اس کا دماغ مہک گیا حیران ہوا کہ بارِ خدایا ایسی نعمتیں اور ایسی خوشبوئیں تو نے اس قوم کو عطا کی ہیں کہ انسان کو میسر نہیں انہیں کیا حکمت ہے تو ہی جانتا ہے اس کے بعد صاحب خانہ سے پوچھا تمہاری شکل سانپ کی تھی اب پری کی ہوئی اس کا سبب کیا ہے وہ بولا اے جوان میں پری کی قوم سے ہوں اور میرا نام شمس شاہ ہے ایک دن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے وقت میں اپنے باغ کی سیر کر رہا تھا یوں خیال گذرا کہ اپنا لشکر لے کر آدمیوں کے ملک پر چڑھ جاؤں اور ان کو تنگ کر کے ملک چھین لوں کیونکہ وہ ملک نہایت پاکیزہ اور آراستہ ہے یہ سوچ کر اہلکار سے کہا کہ تمام ملک کا لشکر تیار رہے صبح کو مجھے ایک مہم درپیش ہے اتنے میں رات ہو گئی فراغت کے بعد خوابگاہ میں جا کر آرام کیا صبح کے وقت جو چونکا آپ کو تمام لشکر سمیت سانپ کی صورت پایا سارا دن ماہی بے آب کی طرح زمین پر تڑپا کیا اور تمام ہے صبح تک جناب الٰہی میں توبہ کی بارے فضل الٰہی سے میری تمام فوج صورت اصلی پر آ گئی لیکن پر کسی کے ہوئے پھر میں نے بہت سی گریہ وزاری کی تب یہ آواز آئی کہ جو کوئی اپنے قول سے پھرتا ہے اس کا یہی حال ہوتا ہے قصہ مختصر ہر رات یہی صدا آیا کرتی ہے ایک رات میں نے بہت عجز سے توبہ کی اور کہا کہ پھر ایسا خطرہ دل میں کبھی نہ لاؤں گا الٰہی میرا گناہ بخش حکم ہوا کہ تھوڑے دن اور صبر کر میں نے پھر زاری کی کہ اب میری نجات ہو تب یہ ندا آئی کہ ایک جوان یمنی تیس برس کا ادھر آئے گا تو اس کے دیکھتے ہی اپنی اصلی صورت پر آ جائے گا چاہیے کہ تو اس کی خدمت میں بدل و جان مصروف رہنا کیونکہ جو وہ تیرے حق میں دعا مانگے گا تو تو ہمیشہ اپنی اصلی صورت پر رہے گا نہیں تو سانپ کی شکل پر ہو جائے گا غرض اسی برس سے میں سانپ کی صورت ہو گیا ہوں اب تجھے دیکھتے ہی میں نے جانا کہ جوان یمنی یہی ہے اسی امید پر تیری خدمت دل و جان سے کی اگر تو میرے حق میں دعا کرے تو بہتر کیا وہ بولا ہماری قوم نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے اقرار کیا تھا کہ اگر تمہارے بعد ہم آدمیوں کو ایذا دیں یا ان کے ملک کا قصد کریں تو خدا کا قہر ہم پر گرے اس دن سے ہماری قوم نے کبھی کسی کو تکلیف نہیں دی مگر ایک دن میرے دل میں یہ خیال

فاسد گذرا تھا جس کی یہ کچھ سزا پائی اب تیرے حضور صدق دلی سے توبہ کرتا ہوں کہ بار
دگر ایسا دھیان نہ کروں گا میرا حق گواہ ہے حاتم نے اٹھ کر غسل کیا کپڑے پاکیزہ پہنے
پریزاد کے حق میں دل سے دعا کی دعا اس کی درگاہ خالق ارض و سما میں قبول ہوئی آخر
سب پریزادوں کے پر نکل آئے وہ بھی اپنی اصلی صورت پر قائم ہوا پھر اس نے حاتم
سے پوچھا کہ صاحب آپ یہاں کس واسطے آئے ہیں اور کہاں جائیں گے حاتم نے
کہا اے تو میں شاہ آباد سے آیا ہوں اور برزخ کے جزیرے کو جاؤں گا یہ کہہ کر وہ
چاندی کا موتی دکھا دیا یہ سن کر شمس شاہ نے کہا سچ ہے اس موتی کا جوڑا اس جزیرے
کے بادشاہ کے پاس ہے لیکن اس نے شرط کی ہے کہ جو کوئی پیدائش کا حال کہے
اپنی بیٹی موتی سمیت اس کے حوالے کروں بادشاہ نے کہا تو خاطر جمع رکھ میں بہت سے
پریزاد تیرے ساتھ کئے دیتا ہوں وہ تیرے مددگار رہیں گے یہ کہہ کر پریزادوں کو ارشاد
کیا کہ تم اس مہم میں اس کا ساتھ دو انھوں نے عرض کی ہم جان و دل سے حاضر ہیں
جو حضور سے حکم ہوگا بجا لائیں گے بادشاہ نے کہا تم اس کو برزخ کے جزیرے میں
پہونچا دو اس سخن کو سنتے ہی وہ سب کے سب اپنا اپنا سر جھکا کر دم بخود رہ گئے۔ پھر
ایک دم کے بعد سر اٹھا کر عرض کرنے لگے جہاں پناہ اس جزیرے میں پہونچنا بہت
مشکل ہے کیونکہ ایسے ایسے دیو رہتے ہیں جو ہمیں زندہ نہ چھوڑیں گے آخر وہ ایک
اڑن کھٹولہ لائے حاتم کو اس پر بٹھایا چار نے پائے پکڑ لئے تین ساتھ ہو لئے غرض
اسی صورت سے آسمان کی طرف ہوا ہوئے تین دن چلے گئے چوتھے دن جس جگہ کہ
دیو رہتے تھے پریزادوں نے بھولے سے ایک درخت کے نیچے کھٹولہ اتارا اور آپس
میں کہا تین دن سے کچھ کھانا نہیں ہوا بہتر ہے کہ یہاں گھڑی دو گھڑی آرام کریں
اس بات کو سن کر حاتم نے بھی کہا کہ مختار ہو جو مناسب جانو سو کرو پریزاد متفرق
ادھر ادھر چلے گئے ایک حاتم کے پاس کھڑا رہا اتنے میں کئی ہزار دیو شکار کھیلتے ہوئے
ادھر آ نکلے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی کھٹولے پر بیٹھا ہے اور اس کے پاس ایک
پریزاد کھڑا ہے دو چار ہزار کھٹولے کے گرد جمع ہو گئے چھ سات ہزار غل مچانے لگے
پریزاد ان کو دیکھ ڈرا چاہتا تھا کہ حاتم کو چھوڑ کر بھاگ جائے کہ چار دیو اس سے
لڑنے لگے دو تین کو اس نے مارا آخر پکڑا گیا پھر وہ دیو اس پریزاد کو حاتم سمیت اپنے
گھر لے آئے اور پوچھا کہ اس آدمی کو کہاں سے لایا ہے اور کہاں لئے جاتا ہے اس نے
کہا کہ یہ جوان یمنی شمس شاہ کا شہزادہ دوست ہے اس کو نہ ستاؤ نہیں تو خراب ہوگے

انھوں نے کہا کہ بادشاہ تو ایک مدت سے غائب ہے اس کا احوال معلوم نہیں اب
کہاں سے پیدا ہوا پھر پریزاد نے تمام ماجرا بیان کیا دیووں کے سردار نے سر نیچا کر کے کہا
کہ اس آدمی کو پریزاد سمیت پرانے کنویں میں قید کر دو رات کو کھانے کے بعد کھاؤں گا۔
انھوں نے وہی کیا وہ چھپے دل پریزاد جوان کو چھوڑ کر قوت کی فکر میں گئے تھے اس
درخت کے نیچے آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ دو لاشیں دیووں کی پڑی ہیں یا نہ حاتم ہے نہ
پریزاد نہایت حیران و پریشان ہو کر آپس میں کہنے لگے کہ یہ دیو کس پر دے گئے ہیں
اور انھیں کس نے مارا اور اس آدمی و پریزاد کو کون لے گیا ہے چاہیے کہ ان کشتوں
کے اٹھانے کو کوئی نہ کوئی دیو آئے اتنے میں جو غور سے دیکھا تو ایک دیو کو سسکتے
پایا اس کے منہ میں تھوڑا سا پانی چوایا اس نے آنکھیں کھولیں تب انھوں نے
پوچھا کہ تو کون ہے اور تیرا ٹھکانا کہاں ہے اس نے کہا کہ میں مقرنس کے دیووں
میں سے ہوں ایک پریزاد کے ہاتھ سے میرا یہ حال ہوا ہے پر اس کو بھی ایک
آدمی سمیت دیو پکڑ کر مقرنس کے پاس لے گئے ہیں پریزاد اس بات کے سنتے ہی اس
دیو کو پکڑ کر اپنے ملک میں لے آئے اور بادشاہ کی بارگاہ میں آ کر دادخواہ ہوئے باد[شاہ]
نے اس کی داد کے لئے کہا کہ دیکھو تو کس نے ان پر ظلم کیا ہے اور جوان میں کہ جس کے
ساتھ یہ گئے تھے وہ کہاں ہے انھوں نے آداب بجا لا کر عرض کی جہاں پناہ ہم دو تین
رات جو ہم چلے نہایت بھوک اور پیاس اور ماندگی نے غلبہ کیا اس سبب سے
اس آدمی زاد کو ایک درخت کے نیچے بٹھایا اور ایک پریزاد اس کے پاس چھوڑ کر
قوت کی تلاش میں گئے ایک دن کے بعد آ کر جو دیکھا ان کو نہ پایا مگر کئی دیو کشتہ دیکھے
حیران ہوئے کہ ان کا احوال کس سے پوچھیں اتنے میں اس دیو کو [illegible]
تو ادھموا پایا اس کے منہ میں تھوڑا پانی ٹپکایا [illegible] وہ ہوشیار ہوا [illegible]
اس کے ساتھی ان کو پکڑ کر اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے ہیں ہم بھی اس کو باندھ کر
حضور میں لے آئے ہیں جو ارشاد ہو بادشاہ نے فرمایا اس کو ہمارے روبرو لاؤ وہ
لے آئے ارشاد کیا کہ مقرنس اب تک جیتا ہے اور ہمیں بھول گیا اس نے عرض کی کہ جہاں پناہ
تو ایک مدت سے غائب تھے آج ان پریزادوں سے آپ کے [illegible] نے کہا حال معلوم
ہوا لیکن مجھے اعتبار نہ تھا اب جانا یہ سچے ہیں بادشاہ نہایت پر غضب ہوا اور فرمایا
جلد لشکر تیار ہو جھٹ پٹ بیس ہزار پریزاد سے اس کے ملک کو چڑھ دوڑا [illegible]
شہر کے قریب جا پہنچا وہیں ڈیرا کیا کئی جاسوسوں کو کہا کہ مقرنس کی خبر لاؤ یہاں کہ

وہ سنتے ہی اُڑ گئے ایکدم کے بعد آ کر عرض کی کہ فلانے جنگل میں شکار کھیلتا ہے بادشاہ سنتے ہی مع بیس ہزار دیو پریزاد کے اسیر جا پڑا اس کے لوگ سنبھل نہ سکے بہت سے زخمی ہوئے کتنے مارے گئے آخر مقرنس کئی مصاحبوں سمیت گرفتار ہو کر حضور میں آیا بادشاہ نے فرمایا کہ اے کافر تو ہم کو بھول گیا اتنا نہ جانا کہ شمس بادشاہ اب تک جیتا ہے میں اس کے علاقہ مندوں کو پکڑ کر قید کروں گا تو بادشاہ مجھ کو اس حرکت سے کب جیتا چھوڑ دے گا خیر اب اسی میں ہے کہ اس آدمی کو پریزاد سمیت لا کر جلد حاضر کرو وہ بولا کہ میں اس کو اسی وقت کھاؤں گا آدمی کو دیو جیتا کب چھوڑتا ہے بادشاہ نے نہایت طیش کھا کر کہا اے روسیاہ حضرت سلیمان نے تم کو آدمیوں کے ستانے سے نہیں منع کیا تھا اور تم نے یہ قبول کیا نہیں دیا تھا کہ ہم ان کو ایذا نہ دینگے دیو نے کہا کہ وہ بات حضرت سلیمان ہی کے ساتھ گئی تب تو بادشاہ مارے غضب کے کانپنے لگا اور کہا کہ جلد لکڑیوں کا انبار لگا کر اس کافر کو اس کے ہمراہیوں سمیت جلا دو مقرنس نے دیکھا کہ اب کچھ بس نہیں چلتا اور یہ اپنے جلائے بغیر نہیں رہتا کسی طرح بالفعل اس کے ہاتھ سے چھوٹئے پھر سمجھ لیں گے یہ اپنی سوچ میں تھے کہ بادشاہ نے بہ نسبت کہا کہ اے ظالم اس آدمی کے ساتھ مجھے نہایت الفت ہے جو اس کو صحیح و سلامت میرے حوالے کر دے تو میرے تیرے درمیان کچھ کدورت نہیں کسی طرح کا تو اپنے جی میں اندیشہ نہ رکھ ورنہ جان سے ماروں گا مقرنس نے کہا کہ اگر تم حضرت سلیمان علیہ السلام کی قسم کھا کر کہو کہ میں آدمی کو لے کر تجھے چھوڑ دوں گا تو میں ابھی اس آدمی کو لے کر پریزاد سمیت حضور میں حاضر کرتا ہوں شمس بادشاہ نے کہا کہ ہمارے تیرے درمیان حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں ہم کبھی تجھ سے دغا نہ کریں گے اس نے اپنے نوکروں سے کہا کہ فلانے کنوئیں میں ایک آدمی پریزاد سمیت قید ہے جلد لے آؤ وہ دوڑے حاتم کو مع پریزاد لے آئے بادشاہ نے حاتم کو تخت پر بٹھایا اور کہا کیوں میں نہ کہتا تھا کہ راہ میں بہت سے مردم آزار ہیں آپ کو جیتا نہ چھوڑیں گے حاتم بولا جو کچھ تقدیر میں ہے وہی ہوتا ہے ہر حالت میں خدا کا شکر ہے پھر بادشاہ نے حکم کیا کہ اس ملعون مقرنس کو چھوڑنا صلاح نہیں جلدی اس انبار میں رکھ کر جلا دو کہ نشانہ و فتنہ عالم سے اٹھ جائے یہ سنتے ہی مقرنس کو اس کے دیوؤں سمیت پریزادوں نے انبار میں ڈال دیا اور آگ لگا دی تب وہ پکارا کیوں صاحب تم نے حضرت سلیمان کو درمیان دے کر یہی قبول کیا تھا بادشاہ نے فرمایا اے دغاباز ہرگاہ کہ تو پیغمبر کے حضور قول دے کر پھر گیا

خدا سے نہ ڈرا تو اگر میں نے تجھ سے بدعہدی کی تو کیا عجب ہے اس لیے کہ تو فتنہ انگیز ہے تیرا جلانا بہتر ہے حاصل یہ ہے کہ اس کو دیووں سمیت جلوا دیا اور اپنے چھوٹے بھائی کو وہاں متعین کرکے فرمایا کہ تم اس ملک سے خبردار رہو پھر حاتم سے پوچھا کہ اب آپ کا ارادہ کیا ہے اس نے کہا وہی جو میں نے پہلے عرض کیا تھا یاد رہے لیے کیا فائدہ جس طرح سے ہو مجھ کو اس جزیرے میں جانا اور اس موتی کو لانا ہے تب بادشاہ نے اپنے لوگوں کو فرمایا کہ اے عزیزو تم میں جو کوئی دیرینہ سال بوڑھا بڑا کار آزمودہ ہو اس کو ساتھ لے جائے اور وہاں پہنچا آئے یہ سن کر کئی پریزاد اسی عمر اور وضع کے اٹھ کھڑے ہوئے کہ یہ خدمت ہمارے ذمے ہے ہم بجا لائیں اس بات کو سن کر بادشاہ نے نہایت مہربانی فرمائی اور حاتم اس کو ساتھ لیکر رخصت ہوا وہ اسی طرح اس کو اڑن کھٹولے پر بٹھا کے اڑے رات دن چلے چلتے تھے جب بہت بھوکے پیاسے ہوتے تو محفوظ جگہ کہیں دیکھ کر اتر پڑتے کچھ کھا پی لیتے اسی صورت سے پندرہ روز برابر چلے گئے سولھویں دن اس پہاڑ پر اترے جس کو شہزادہ طوفان ایک پریزاد خوش رو نے برزخ کی بیٹی پر عاشق ہو کر اپنا مسکن کیا تھا اور اس کے فراق میں دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا حاتم اس کے رونے کی آواز سنتے ہی بے اختیار ہو کر پوچھنے لگا کہ اے عزیزو اس درد سے کون روتا ہے تحقیق کیا چاہیے یہ اٹھ کھڑا ہوا اور آپ ہی ادھر چلا ایک دم میں جا پہونچا تو ایک جوان پریزاد کو سر بسر آنسو روتا دیکھا پوچھا اے بندۂ خدا تو کون ہے اور اس طرح کیوں روتا ہے اس نے آنکھ اٹھا کر دیکھا کہ ایک آدمی حسین کھڑا ہے وہ بولا اے شخص تو یہاں کہاں سے آیا یا رستہ بتا کیونکر آیا کیا کام ہے حاتم نے کہا کہ میں مرغابی کے انڈے برابر موتی ڈھونڈھتا ہوا آیا ہوں اس بات کو سن کر وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا اے آدم زاد اس موتی کا تیرے ہاتھ لگنا محال ہے اس واسطے کہ وہاں کا بادشاہ کچھ سوال رکھتا ہے ہر ایک سے پوچھتا ہے کوئی اس کا جواب نہیں دے سکتا بلکہ ہم پریزاد ہو کر تو عہدہ برآ نہیں ہو سکتے پھر تو آدمی ہو کر کیونکر برآئے گا اور اس موتی کی پیدائش کا احوال کس طرح بتائے گا حاتم نے کہا خدا قادر ہے تو اپنی حقیقت کہہ اس حال سے کیوں پڑا ہے پریزاد نے ایک آہ سرد بھر کر کہا کہ اس جزیرے کی بادشاہزادی پر عاشق ہوں میرا نام شہزادہ مہر آور ہے میرا باپ جزیرۂ طوفان کا بادشاہ ہے مہرور نام ہے ایک دن مجلس میں بیٹھا تھا کہ کسی شخص نے اس کے حسن کا بیان اور تعریف کی سنتے ہی میں آپ سے جاتا رہا اس جزیرے

میں لے گیا اور اس کے باپ کے پاس پیغام بھیجا اس نے سن کر مجھے اپنی بارگاہ میں بلایا بالعزت تمام بٹھایا پھر اس موتی کو منگوا کر میرے سامنے رکھ دیا پوچھا یہ موتی کس دریا کا ہے اور اس کی پیدائش کیونکر ہے کہاں سے ہاتھ لگا ہیں نہ جانتا تھا کچھ جواب نہ دے سکا اس نے اپنی محفل سے باہر نکلوا دیا اتفاقاً اس وقت وہ آفت جان اور غارت گر ایمان کہ چھجے پر جلوہ گر تھی میری نگاہ اس پر جا پڑی ایسا بسمل تو آگے ہی سے ہو رہا تھا مر ہی گیا جب میں نے دیکھا کہ کچھ تدبیر نہیں بنتی لاعلاج اس پہاڑ پر آ کر گر پڑا غیرت کے مارے اپنے ملک میں نہ گیا حاتم نے سن کر کہا تو خاطر جمع رکھ اگر موتی وہ لون گا تو موتی والی تجھے دون گا اے پریزاد میں اس موتی کی پیدائش سے آگاہ ہوں تو دیکھے گا کہ تیرے سامنے کس طرح اس کا احوال بیان کرتا ہوں پریزاد نے کہا کہ مجھے باور نہیں آتا تو بیان کر حاتم بولا کہ وہ گوہر مقصود گوہر صدف نہیں ہے اور وہ جزیرہ بھی آگے آدمیوں سے آباد اور تصرف میں نہ تھا اب اٹھ میرے ساتھ چل پریزاد نے یہ بات سن کر حاتم کو سچا جانا اٹھ کر ساتھ ہوا تب حاتم نے ان چار پریزادوں سے پوچھا تم میں اتنا زور ہے کہ ہم دونوں کو لے چلو وہ بولے اگر تم سے چار ہوں تو بھی بخوبی لے جائیں یہ سن کر وہ دونوں کھٹولے پر جا بیٹھے وہ پریزاد لے اڑے راہ میں مہاکال دیو کا باغ تھا جو ان کا گذر ادھر سے ہوا وہ بیٹھا سیر کر رہا تھا اس کی نگاہ اس پر جا پڑی کئی دیوؤں کو حکم کیا کہ دوڑو اور کھٹولے سمیت ان پریزادوں کو میرے ساتھ لے آؤ وہ دیو دوڑے اور ان کو کھٹولے سمیت اس کے پاس لے آئے مہاکال نے کہا سچ کہو اس آدمی کو کہاں لئے جاتے ہو انھوں نے کہا تمس شاہ کے ملک سے آئے ہیں وہ بولا کہ وہ ایک مدت سے غائب ہیں اور اس کا ملک اب سانپوں سے آباد ہے پریزادوں نے کہا تم سچ کہتے ہو یوں ہی تھا لیکن اس آدمی کی دعا سے وہ اصلی صورت پر آیا ہم سب بھی اپنے بال و پر سے درست ہو گئے دیو نے کہا پھر کہاں چلتے ہو وہ بولے برزخ کے جزیرے کو پھر اس نے پوچھا یہ پریزاد کون ہے مہر آور آپ ہی بولا اے دیو تو مجھے بھول گیا میں مہر آور شہزادہ مہر در بادشاہ کا بیٹا ہوں اس نے کہا اے شہزادے تجھ کو آدمی سے کیا کام ہے اپنی راہ لے میں تجھے کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں کیونکہ حضرت سلیمان پریزاد کی اولاد سے ہے یہ کہہ کر حاتم کو کھٹولے سے کھینچ لیا مہر آور بولا اے دیو حضرت سلیمان سے جو قول کیا تھا اسے بھول گیا دیکھ مردم آزاری نہ کر اس نے جواب دیا کہ وہ اب کہاں ہیں جو ہم اس قول پر رہیں یہ آدمی کہ نہ چھوڑوں گا مدت کے بعد ہاتھ لگا ہے ذرا منہ سلونا کروں مہر آور نے دیکھا کہ دیو آدمی کو دیکھ کر باؤلا ہو گیا ہے

ن کو فریب دیا چاہیئے بولا کہ اے مہاکال ایک آدمی کے کھانے سے کیا فائدہ میں دس
آدمی تجھ کو لا دوں گا جو میرے قول پر تو رہے گا اور اس آدمی کو میرے حوالے کرے گا کیونکہ
میرا کام اس سے سربراہ ہوتا ہے دیو نے کہا کہ اے شہزادہ میں تیرے خاندان سے توسل
رکھتا ہوں اس کو میرے پاس چھوڑ جا اور جو کہتا ہے اُسے دیکھ کر دکھا دوں میں اس کو
تیرے حوالے کروں شہزادے نے دیکھا کہ کچھ علاج نہیں ہو سکتا ناچار ہو کر کہا کہ یہ آدمی
بیمار پڑا آتا ہے چاہیئے کہ تو اسے کسی جگہ بخوبی رکھ اگر کچھ بھی اسے ایذا پہنچے گی تو
مجھ سے سمجھ لوں گا اس نے کہا کہ جو مکان آپ کو پسند ہو وہیں چھوڑ جائیے غرض ایک
باغ کو پسند کر کے اس میں چھوڑا اور اس سے کہا کہ تو اپنے دیووں سے کہہ دے کہ اس کی
نگرانی بخوبی کریں میں دو تین دن میں دس آدمی تیرے واسطے لئے آتا ہوں وہ بولا کہ بہت
بہتر آخر شہزادہ ان چاروں پریزاد سمیت کسی جنگل میں آیا اور ایک کونے میں بیٹھ کر مشورت
کرنے لگا کہ اگر اپنے ملک میں جا کر فوجیں لاؤں تو دیر لگے گی وعدہ ٹل جائے گا وہ
ملعون اسے ضرور اذیت پہنچائے گا صلاح یہ ہے کہ گھات میں لگے رہیں جب
دیووں کو غافل پائیں اس آدمی کو لے کر ہوا ہو جائیں اغلب ہے کہ صبح ہوتے ہوتے ساٹھ
ستر کوس نکل جائیں گے پھر ہمیں کون پاتا ہے اس پریزاد نے اس مصلحت کو بہت پسند کیا
اور گھات سے ایک طرف لگ رہے چوکی کے دیوتاؤں نے جی میں کہا کہ پریزاد آدمی کو
چرا کر تھوڑی دور لے جائیں گے اور وہ پر نہیں رکھتا جو آپ سے اڑ جائے گا اس
گمان پر کوئی ان میں سے شکار کیواسطے گئے چنانچہ کتنے چرند درندے مار کے لے آئے
آخر ان کو بھون کر سبھوں نے زہر مار کیا اور شراب غفلت سے مست ہو کر آدھی
رات گئے باغ کے دروازوں میں قفل دے کر سو رہے پر یہ کوئی نہ سمجھا کہ مہر آور چار
فرشتے لئے جان نکالنے کی گھات میں لگے ہیں القصہ مہر آور دیووں کو غافل پا کر
حاتم کو کھٹولے پر بٹھا کر آسمان کی طرف ہوا ہوا سورج نکلتے نکلتے باغ سے سو کوس پر
نکل گئے جب دن چڑھا ایک محفوظ جگہ دیکھ کر اتر پڑے کچھ ناشتہ کر کے سو رہے
دیووں کو اس بات کی خبر نہ تھی کہ قیدی کوئی لے گیا ہے خاطر جمع سے باہر بیٹھے چوکی
دیا کئے اور وہ رات دن چلے گئے جہاں خوب جگہ نظر پڑتی وہاں اتر کر دم لیتے پھر
ہو کر چل نکلتے جب وعدہ گذر گیا مہاکال نے کہا کہ وہ پریزاد جس آدمی کو چھوڑ گئے ہیں
اسے لے آؤ دو تین دیو اس باغ میں آئے اور اس کو نہ پایا مہاکال سے جا کر
عرض کی کہ وہ آدمی وہاں نہیں ہے وہ غصہ ہو کر آپ ہی اس باغ میں جو آیا تو دیکھا

کہ واقعی وہ نہیں ہے پھر تو دیووں پر نہایت جھنجھلا کر کہا کہ اے نمک حرامو مقرر تم ہی نے اس کو کھا لیا ہے دیکھو تو کیا مزہ چکھاتا ہوں یہ کہکر گئی اور دیووں سے کہا کہ ان کو قید کرکے خوب سا مارو انھوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی قسم کھا کر عرض کی کہ ہم نے تو اس کو ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے کھانا تو درکنار اس لئے فرمایا تم جھوٹے ہو مجھے ہرگز باور نہیں آتا یہاں کا تو ذکر یہ ہے اور وہ پریزاد حاتم سمیت جب دریائے قہرمان پر پہنچے اتفاقاً مہاکال کا ایک دیو بھی اس جزیرے میں گیا تھا ان کو پہچان کر اتر پڑا چاہتا تھا کہ حاتم کا ہاتھ پکڑ کر اڑا لیجائے وہیں شہزادہ مہرآور نے ایک ایسی تلوار ماری کہ اس کا ہاتھ شانے سے جدا ہو کر گر پڑا وہ یہ کہتا تھا کہ بھلا کیا اے پریزاد تم نے آدمی کی خاطر میرے ہاتھ میں تلوار ماری ا بھی اس پردے کے دیووں کو خبر کرتا ہوں کہ کئی پریزاد آدمی کو لئے چلتے ہیں دیکھو تو کیسا تم سے بدلہ لیتا ہوں مہرآور نے یہ سن کر کہا کہ تو کس پردے کا رہنے والا ہے وہ بولا کہ میں مہاکال کے دیووں میں سے ہوں شہزادے نے فرمایا جا اپنے مہاکال سے کہہ کہ میں اس آدمی کو لئے جاتا ہوں خبردار وہ اگر ادھر سے پھروں گا تو تیرے شہر کو برباد و تاراج کرکے خاک سیاہ کروں گا یہ سن کر وہ دیو ہوا ہو گیا پھر ان کو بھی پریزاد بدستور لئے اڑے اتنے میں ایک جنگل کے قریب جا پہنچے وہاں حاتم سے کہنے لگے کہ یہاں ہماری حد تمام ہوئی آگے نہیں چل سکتے تب حاتم نے جانور کا لال پر نکال کر جلایا اور پانی میں اس کی راکھ گھول کر اپنے بدن پر ملی وہیں دیو کی صورت ہو گیا غرض دن بھر چلتا اور شام کو جہاں رہ جاتا وہیں مہرآور بھی آملتا ایک دن مہرآور نے پوچھا اے حاتم یہ کس کا پر ہے اس نے کہا جس سے اس موتی کے پیدا ہونے کی حقیقت اور جس صورت میں یہ ایک موتی ماہ یار کے ہاتھ لگا تھا اس کی کیفیت سنی گئی تھی اس سے کہیں غرض اسی طرح چلے جاتے تھے کہ ایک رات سہانی سی جگہ میں دونوں سو گئے کہ ملوک سیاہ کے دیووں میں سے ایک ان کے سرہانے آ پہنچا اس نے دیکھا کہ ایک دیو اور ایک پریزاد پاس پاس سوتے ہیں اس نے جا کر اور دیووں کو خبر کی۔ جب وہ آئے تو دیکھ کر کہنے لگے کہ اس کو اپنے بادشاہ کے پاس لے چلا چاہیئے انھیں میں سے ایک نے کہا اے یارو ان بیچاروں کو ایذا دینی کیا ضرور ہے کچھ یہ ہماری قوم سے نہیں اور نہ کچھ انھوں نے تقصیر کی ہے شاید اور کسی پردے کے ہیں کچھ کام کو جاتے ہیں رات کا وقت دیکھ کر سو رہے ہیں لیکن پریزاد فی الحقیقت

جاگتا تھا اس نے ان کی باتیں سب سنیں پھر دیو دل نے کہا کہ ان کو جگا کر پوچھا چاہیے شاید
برزخ کے پردے سے ہوں وہیں انھیں میں سے ایک دیو نے کہا یا تو غرض وہیں کے ہوں تو ہمیں
کیا دوسرا بولا ایک دن بادشاہ ملوک کہتا تھا کہ بہت دنوں سے پردۂ برزخ کی کچھ خبر نہیں معلوم
ہوئی مگر مجھے اس کا ڈر نہیں جو ایسی بات کہتا ہے اگر یہ بات جا کر کوئی بادشاہ سے کہہ دے کہ
ایک دیو اور پری زاد کسی پردے کے یہاں سوتے تھے فلانے فلانے نے دیکھ کر حضور میں خبر نہ
پہونچائی تو اس وقت کیا جواب دوگے اور ہمارا کیا احوال ہوگا آخر دونوں کو جگا دیا حاتم نے
دیووں کو دیکھ کر انھیں کی بولی میں کہا تم نے ہمیں کیوں جگایا کیا کام ہے انھوں نے کہا کہ
تم کس پردے کے ہو سچ کہو حاتم بولا تم نے نہیں سنا کہ ایک آدمی برزخ کے جزیرے کو
جاتا ہے اس کی خاطر سے شمس بادشاہ نے متقرنس کو جلا دیا اور اس کا ملک چھین لیا لازم ہے
کہ تم اس کو تلاش کر کے اپنے بادشاہ کے پاس لیجاؤ دیووں نے پھر پوچھا کہ یہ پری زاد کس
پردے کا ہے حاتم نے کہا کہ پردۂ طومان کا ہے غرض تین روز کے بعد ایک دریا پر جا پہنچے
مہر آور نے کہا کہ دریائے قہرمان یہی ہے حاتم نے دیکھا کہ اس کا ادھر کا کنارہ نظر نہیں آتا
موجیں آسمان کو پہنچتی ہیں مگر آبی جانور یعنی ہاتھی اونٹ گھوڑے بیل گھڑیال ادھر کے
کنارے پر اکثر لوٹ رہے ہیں مہر آور بولا چند روز یہاں ٹھہرو تو میں اس دریا سے اترنے کی تدبیر
کروں اس نے کہا کہ بہت اچھا مہر آور بولا یہاں سے کئی کوس پر پردۂ بدران ہے وہاں کی بادشاہت
شمان پری زاد کرتا ہے اس کے پاس بہت اچھے دریائی گھوڑے پیراک اور اڑنیوالے ہیں
چاہتا ہوں کہ اس کے پاس جا کر دو گھوڑے لے آؤں حاتم نے کہا مبارک ہو دو پہر یا وہ اڑ گیا
رات سے وہاں پہنچا اس بادشاہ سے ملا اس نے پوچھا کہ آپ کے آنے کا کیا سبب ہے فرمایئے
مہر آور نے کہا مجھ کو دو گھوڑوں کی ضرورت ہے اگر مرحمت کرو عین توجہ ہے وہ پھر پوچھنے
لگا کہ تم کہاں سے آتے ہو کہا پردۂ طومان سے بادشاہ بولا کہ میں پہچانتا ہوں اغلب ہے تو
مہر آور طومان کا شہزادہ ہے اکیلے آنے کا کیا سبب ہے اس نے کہا میں ایک بلا میں گرفتار ہوں
اس لئے ناچار ہوں اتنی مدد کرو کہ دو گھوڑے دو تمہارا احسان تمام عمر میرے سر پر رہے گا شمان اٹھ کر
بغل گیر ہوا اور اپنے طویلے میں لے آیا کہ سب کے سب گھوڑے حاضر ہیں القصہ دو گھوڑے
چالاک اڑنیوالے چن کر مہر آور کے حوالے کیے شہزادہ دونوں گھوڑوں سمیت طرفۃ العین
میں آ پہونچا اور کہا اٹھو سوار ہو حاتم دو میں ایک گھوڑے پر چڑھ کر بیٹھا اور دوسرے پر
مہر آور سوار ہو کر کہنے لگا خبردار اس کی باگ نہ چھوڑو دیکھو کھانے سے رہ ہو گیا یکبار وہ ان
دونوں کو کڑکڑا کر ہوا ہو گئے کئی دن کے بعد بھوک پیاس کی شدت ہوئی پری زاد نے

کہا میرے پاس تھوڑا میوہ اور پانی کی ایک صراحی موجود ہے چاہو تو کھا لو حاتم نے
دو چار دانے میوے کے کھائے دو تین گھونٹ پانی کے پیے قدرے توانائی آئی پھر
سنبھل بیٹھا چند روز کے بعد کنارا نظر آیا پریزاد نے کہا بھائی اب باگ ڈور ڈال دو
گھوڑے زمین پر اتر پڑے حاتم نے کہا کہ اے مہر آور ہم نے سنا ہے کہ جزیرہ برزخ دریا کے
درمیان میں ہے وہ بولا ابتدا اس جزیرے کی یہیں سے ہے جہاں سے ہم تم اس وقت بیٹھے ہیں
یہ گمان نہ کرو کہ دریائے قہرمان سے پار ہو گئے ہیں یہ اس کا دوسرا سرا نہیں ہے ایک یہ بھی
ٹاپو ہے کئی جزیرے اس میں اور بستے ہیں حاتم نے کہا وہ شہر یہاں سے کتنی دور ہے
بولا دس روز کی راہ پھر اس نے کہا کیوں بیٹھے ہو چلے چلو مہر آور نے التماس کیا کہ ایک
بات کہوں گا اگر تم مانو حاتم بولا کہ بسر و چشم فرمائیے تب مہر آور نے کہا میرا ملک یہاں سے
نزدیک ہے چاہتا ہوں کہ لشکر لے آؤں تاکہ ہم تم کروفر سے شہر میں داخل ہوں حاتم نے
کہا اے عزیز ہم کچھ ماہیار سلیمانی سے لڑنے نہیں آئے ہیں جو لاؤ لشکر چاہیئے یہ سن کر وہ
بولا کہ میری یہ غرض نہیں بلکہ اس واسطے کہتا ہوں کہ حالت غربت میں پہونچیں گے تو
کسے پرواہ ہے جو ہماری خبر کرے گا جو اس ٹھاٹھ سے جائیں گے تو ہمارے پہونچنے سے پہلے
ہی اس کو حال معلوم ہو گا تم گھبراتا نہیں میں ایک ہفتہ میں آ پہونچتا ہوں اس لئے کہاں
تک تنہا رہوں وہ بولا کیا مضائقہ ہے کیونکہ یہاں کوئی مفسد آدم زاد تو ہے نہیں حاتم نے
کہا خدا حافظ مہر آور وہیں ہوا ہو گیا جب حاتم کی نظروں سے غائب ہو گیا حاتم نے سفید
پر نکال کر جلائے ان کی راکھ پانی میں گھول کر اپنے بدن پر ملی جیسا تھا ویسا ہو گیا پھر
تیر و کمان لے کر اٹھا ایک بارہ سنگھا شکار کر لایا اسے صاف کر کے گوشت کے پارچے نمک
مرچ لگا کر سیخوں پر چڑھا دئے پھر چقماق سے آگ جھاڑ کر لکڑیاں جلا کر ان کو بھون کر
کھانے لگا فراغت کے بعد پانی پیا اور خدا کا شکر ادا کیا پھر سو گیا اسی صورت سے کئی دن
کٹے ایک دن جنگل میں سیر کرتا پھرتا تھا کہ سامنے سے ایک باغ کا دروازہ کھلا ہوا دکھائی
دیا اس میں چلا گیا کیا دیکھتا ہے کہ درخت میوہ دار ہر قسم کے میووں سے لدا ہے اور پھولوں
سے جھولے رہتے ہیں یہ دیکھ کر نہایت محظوظ ہوا بلکہ وہیں رہنا اختیار کیا گھوڑا ایسا وفادار
تھا کہ دن بھر چرا کرتا میدان کے کنارے پھرتا پھرتا رات کے وقت اسی باغ میں آ رہتا
غرض اسی طرح سے ایک لڑکا ماہیار کا آخر ہوا اور شہزادہ مہر آور بھی اپنے جزیرہ میں پہونچا
پر برباد پہچان کر پاؤں پر گر پڑے ماں باپ کے پاس گیا آداب بجا لا کر قدم بوس ہوا
انھوں نے چھاتی سے لگا لیا احوال پوچھا کہ تو تو شکر و حشمت سے جزیرہ برزخ کو گیا تھا

پھر اب لشکر سے جدا ہو کر کس گوشہ میں چھپا تھا کہ فوج تجھے ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے تتر بتر ہو گئی ایک عمر ڈھونڈھا کی آخر ناچار ہو کر پھر آئی یار ہے کہ تیری مراد دلی ماہ یار سلیمانی کی بیٹی پائی شہزادے نے سر جھکا کر عرض کی جو آپ کا کہنا نہ مانا ایک مدت پریشانی کھینچی برسوں اوقات آہ و زاری میں کاٹی سچ ہے کہ اپنے تن کی بھی خبر نہ تھی لیکن طالع مبارک تھے کہ ایک شخص مسمی حاتم نام شاہ آباد سے اس موتی کی تلاش میں فلانے جنگل میں مجھ سے ملے جب میں نے اپنا حال اس سے بیان کیا اس نے مجھے قول کیا کہ جس وقت وہ موتی میرے ہاتھ لگے گا میں ماہ یار سلیمانی کی بیٹی تیرے حوالے کروں گا اس بات کو سن کر اس کی ماں ہنس پڑی اور کہنے لگی اب تک تیری نادانی اور حماقت لڑکوں کی طرح سے نہیں گئی پریزاد اس کے بھید کو بیان نہیں کر سکتے آدمی بیچارے کو کیا علم ہے جو بیان کرے گا انھوں نے پوچھا کہ تیرے آنے کا موجب کیا ہے اس نے التماس کیا غلام کا ارادہ ہے کہ لاؤ لشکر ساتھ لے کر بادشاہوں کی طرح شہر میں داخل ہوں گا بادشاہ نے سنتے ہی کئی ہزار پریزاد سواری کے اسباب سمیت ساتھ کر دئے اسی گھڑی شہزادہ روانہ ہوا اور وعدے کے دن جا پہنچا لشکر کو دریا کے کنارے چھوڑا حاتم کے مکان پر آیا جو اس کو نہ پایا حیران ہوا کہ اس نے کیا وعدہ خلافی کی جو پہلے چلا گیا اتنے میں حاتم کے گھوڑے کو چرتے دیکھ کر پہچانا پھر پریزادوں سے کہا کہ اس باغ میں جا کر اس کو ڈھونڈو وہیں وہ سب باغ میں آ کر تلاش کرنے لگے اتنے میں کسی پریزاد کی نظر جا پڑی کہ ایک جوان خوش رو ایک درخت کے نیچے بیٹھا تماشہ دیکھتا ہے وہ الٹے پاؤں پھرا اور یہ احوال شہزادے سے عرض کیا کہ میں ایک آدمی کو بیٹھے دیکھ آیا ہوں وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا کیا دیکھتا ہے کہ حاتم سر جھکائے متفکر بیٹھا ہے پکارا اے بھائی سر اٹھا کس سوچ میں ہے وہ تم نے جو آنکھ اٹھا کر دیکھا تو مہر آور سے اٹھ کر گلے سے لپٹ گیا پھر وہ دونوں باغ سے باہر آئے رات عیش و عشرت سے کاٹی صبح کوچ کیا برزخ کی بادشاہ کو خبر پہونچی کہ پریزادوں کا لشکر بے شمار قریب آ پہونچا ایران کے آنے کا مطلب معلوم نہیں اس نے غضبناک ہو کر لشکر سردار کے ساتھ کر کے فرمایا کہ جلد جا کر ان کی راہ بند کرو آگے نہ آنے پاویں وہ لشکر سمیت برسر راہ اتر پڑا مہر آور کئی دن کے بعد وہاں جا پہونچا تو دیکھا کہ لشکر عظیم راہ روکے ہوئے پڑا ہے رک رہا اتنے میں خبر پہونچی کہ ماہ یار سلیمانی نے تم سے لڑنے کو فوج بھیجی ہے شہزادے نے ایک مرد معقول کو اس سردار کے پاس بھیجا کہ ہم لڑنے کے ارادے پر نہیں آئے ہیں بلکہ ہمیں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی آرزو ہے یہ سن کر اس نے شہزادے مہر آور کو کہلا بھیجا کہ آپ فراغت سے یہاں ڈیرا کریں بادشاہ سے بخوبی ملاقات ہو جائے گی اور اپنے بادشاہ کو اس مضمون کی

غرضیکہ پھر حکم آیا کہ یہ جوان اگر وہ ہے تو اپنے ساتھ بعزت تمام لے آؤ ایک مکان پُر تکلف میں اتر آؤ غرض حاتم اور مہر آور چند مصاحب اور تھوڑے سے لوگوں سے شہر میں داخل ہوئے لشکر کو شہر کے قریب کسی باغ میں اترنے کا حکم کیا پھر ماہ یار سلیمانی نے ایک امیر کو مہر آور کے پاس بھیجا کہ آپ کیوں تشریف لائے ہیں اس نے کہا کہ شہزادہ یمن کو آپ کے قدم دیکھنے کی نہایت آرزو ہے چنانچہ میں اس کو لے آیا ہوں وہ بہت خوش گو اور خوش رو ہے یہ سن بادشاہ نے حاتم کو بلا کر ایک جڑاؤ کرسی پر بٹھایا مہربانی سے پوچھا کہ اس ملک میں تم کس ارادے سے آئے ہو اور کیونکر یہاں تک پہونچے ہو حاتم نے کہا خدا کریم ہے ہر طرح سے اس نے پہونچایا پھر چاندی کا انڈا اس کے آگے رکھدیا اور کہا یہ مطلب ہے اگر اس کی جوڑی کا موتی حضور سے عنایت ہو تو عین الطاف ہے ماہ یار نے کہا کہ اس کا دوسرا کہاں سے ملے گا حاتم بولا کہ میں نے سُنا ہے کہ آپ کی سرکار میں ہے بادشاہ نے کہا تو میری ایک شرط بجالائے تو موتی کے ساتھ اپنی بیٹی بھی دوں حاتم نے سر نیچا کیا ایک ساعت کے بعد سر اٹھا کر التماس کیا مجھ کو موتی ہی درکار ہے صاحبزادی کے آپ مختار ہیں جسے چاہیں اسے دیں بادشاہ نے کہا جس وقت تو اس کی پیدائش کا احوال بیان کرے گا موتی اور لڑکی تیرے حوالے کرونگا پھر تجھے اختیار ہے جسے چاہے اسے دے حاتم نے یہ سن کر عرض کی کہ مہر آور شہزادے کو بھی بلوا بھیجیے اس نے وہیں بلوا لیا گلے لگا کر ایک کرسی پر اس کو بھی بٹھایا تب حاتم نے تحت ریز کر کے اس موتی کی پیدائش کا حال کہنا شروع کیا ماہ یار سلیمانی نے سر نیچا کئے سنا غرض جو کچھ اس پرندے سے سنا تھا تمام و کمال کہکر سنا دیا بادشاہ تحسین و آفریں کر کے تخت سے اٹھ کھڑا ہوا اور محل میں جا کر موتی لے آیا پھر ارشاد کیا کہ بادشاہزادی کو دلہن بنائیں بیاہ کی تیاری کریں حاتم موتی کو دیکھ کر نہایت خوش ہوا اس کے بعد بہت سے ہاتھی گھوڑے جڑاؤ ساز و یراق سے سجا کر منگوائے اور شاہزادی کو بنا سنوار کر کتنی سہیلیاں خوش پوشاک اور بہت سے غلام چست و چالاک سمیت مجلس میں بلوایا حاتم کی نگاہ جو ہیں اس پر پڑی بول اٹھا کہ میری بہن ہے اس کو میں نے شہزادہ مہر آور کو دیا یہ اسی کے لائق ہے چاہئیے کہ تم بھی اپنی رسم کے موافق ان دونوں کی شادی کر دو اور موتی مجھے بخشو کہ میں حسن بانو کو دوں ماہ یار سلیمانی نے مجلس نشاط کا حکم کیا اور لڑکی کو اپنے دستور اور قاعدے کے موافق مہر آور کے ساتھ بیاہ دیا الحمد للہ کہ عاشق معشوق اپنی اپنی مراد کو پہونچے ایک مہینے بعد دونوں بادشاہ سے رخصت ہو کر چند روز میں اسی دریا کے کنارے پھر آئے حاتم نے کہا بھائی یہاں سے تم اپنے ملک کو سدھارو میں اپنے شہر کو جاتا ہوں مہر آور بولا

بھائی جان یہ بات مروت سے بہت دور ہے جو ایسے مقام خوفناک میں تجھے اس وقت تنہا چھوڑدوں اور آپ اس چاہ چشمہ سے گھر کی راہ لوں میرا ارادہ یہ ہے کہ ابھی تجمل سے تجھ کو شمس بادشاہ تک پہونچاؤں آپ بھی اس سے ملاقات کروں پھر اپنے لشکر کو فرمایا جلد تیار کریں اور زنانی سواریوں سمیت پار اتریں یہ کہکر حاتم اور آپ بدستور گھوڑوں پر سوار ہو کر رستہ پکڑا چند روز میں دریائے قہرمان کے پار ہوئے اور ایک جنگل میں اترے دیوؤں کو خبر پہونچی کہ پریزادوں کا لشکر آپہونچا ہے وہ بھی جمع ہو کر سر راہ آپڑے مہر آور نے ایک پریزاد کو بھیجا کہ عزیزو ہم دونوں حضرت سلیمان کے خانہ زاد ہیں ہمارا قصد تم سے بگاڑ کا نہیں ہے تم ہمارے مقابل کیوں ہوئے ہو ہم شمس بادشاہ کی مبارکباد کیواسطے جلتے ہیں انھوں نے بھی کہلا بھیجا کہ ہم بھی تم سے ملاقات کو آئے ہیں غرض ان کے سرداروں کو بلا کر کہا حاتم کو ایک کونے میں چھپا رکھا اور قسم قسم کے کھانے کھلا کر رخصت کیا اور آپ بھی روانہ ہوا چند روز میں دیوؤں کی سرحد سے نکلا شمس بادشاہ کو خبر پہونچی وہ اپنے لشکر سمیت ان کے استقبال کے لئے چلا آتے ہی راہ میں باہم ملاقات ہوئی کہ خوش ہوئے بغل گیر ہوئے تمام ماجرا حاتم نے بیان کیا چالیس دن تک محفل نشاط گرم رہی اور اکتالیس دن مہر آور نے رخصت چاہی اور اپنے ملک کی راہ لی اب حاتم بھی رخصت ہوا بادشاہ نے چند پریزادوں کو حکم دیا کہ حاتم کو اڑن کھٹولے پر سوار کر کے جلد شاہ آباد پہونچا چند پریزاد حکم پاتے ہی حاتم کو لے اڑے ایک مہینے کے بعد نواح شہر میں جا پہونچے حاتم نے اپنی رسید دے کر پریزادوں کو رخصت کیا آپ شہر میں داخل ہوا لوگوں نے حسن بانو کو خبر پہونچائی اس نے بدستور پردہ کر کے اندر بلا لیا حاتم نے کچھ بات نہ کی فوراً بٹوہ سے نکال کر موتی حسن بانو کو دیا وہ نہایت شاد ہوئی اور حاتم کی ہمت پر آفریں کی اتنے میں حاتم اٹھ کھڑا ہوا اور فوراً منیر شامی سے ملا اپنا تمام ماجرا کہہ سنایا پھر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا نے خوش ہو وصال یار نزدیک ہے ایک سوال رہ گیا ہے انشاءاللہ تعالیٰ اس کو بھی پورا کرتا ہوں منیر شامی یہ سن کر بے اختیار حاتم کے پاؤں پر گر پڑا اس نے اٹھا کر گلے سے لگایا سات دن تک باہم رہے آٹھویں دن حسن بانو کے دروازے پر آیا چوبداروں نے خبر کی اس نے بدستور اندر بلا لیا حاتم نے کہا اب ساتواں سوال بیان کیجئے حسن بانو نے کہا حمام بادگرد کی خبر لاؤ کیونکہ اس حمام کو گردش سے کام ہے میں نے سنا ہے وہ چکی کی طرح پھرتا ہے۔ پھر اس میں لوگ کیونکر نہاتے ہیں لازم ہے کہ اس کا اور اس کی بنیاد کا احوال تحقیق کر کے آؤ حاتم نے کہا اتنا جانتی ہو کہ وہ کدھر ہے حسن بانو نے کہا دکھن اور پچھم کے کونے میں سنا ہے

یہ بات سن کر حاتم حسن بانو سے رخصت ہوا اور کارواں سرا میں آیا اور منیر شامی کی تسلی کی اور کہا انشاء اللہ تعالیٰ اب سفر کر آؤں تو تیری معشوق کو تجھ سے ملاؤں یہ کہکر وہ رخصت ہوا۔

ساتواں سوال حمام بادگرد کی خبر لانے کا اور ذکر منیر شامی سے حسن بانو کے بیاہے جانے اور حاتم کے اپنے گھر آنے کا

جب حاتم شہر سے نکلا جنگل کی راہ لی چند روز کے بعد ایک شہر کے قریب جا پہونچا کیا دیکھتا ہے ایک کنوئیں کے گرد بہت سے زن و مرد جمع ہیں اس نے پوچھا کہ ایسا ہجوم اور ایسی دھوم کیوں کر رکھی ہے کسی نے کہا اے عزیز یہاں کے حاکم کا بیٹا اس کنوئیں پر دیوانہ ہوکر بیٹھ رہا تھا آج تیسرا دن ہے کہ اس نے آپ کو اس میں گرا دیا ہر چند ہم اس میں رسیاں اور کانٹے ڈال کر ڈھونڈتے ہیں پر اس کی لاش نہیں ملتی معلوم نہیں کہ اس میں کیا بلا تھی جو اسے تحت الثریٰ میں لے گئی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ اس کے ماں باپ گریباں پھاڑے سر پر خاک ڈالے وہاں آ پہونچے اور کنوئیں پر بیٹھ کر ایسے درد سے روتے کہ پرندے بھی فریاد کرنے لگے حاتم کا بھی دل بھر آیا دلاسا دینے لگا اور کہا کہ میں عند اللہ اس کنوئیں میں جا کر تمہارے بیٹے کی لاش ڈھونڈ لاتا ہوں تم میرے آنے تک یہیں منتظر رہنا انھوں نے کہا کہ اے جوان جانے کا تو ذکر ہی کیا ہم اپنی بود و باش بھی یہیں کریں گے حاتم بولا ایک مہینے تک میرا انتظار کرنا اگر آیا تو بہتر نہیں تو اپنے کاروبار میں مشغول ہو جانا اتنی بات کہکر وہ کنوئیں میں کود پڑا کئی غوطے کھائے یکایک پاؤں تہ کو جا لگے آنکھیں کھول دیں نہ کنواں نظر آیا نہ پانی مگر ایک میدان وسیع روشن دکھائی دیا پھر ایک باغ پاکیزہ دکھائی دیا بے تامل اس کے اندر چلا گیا دیکھا کہ ایک جماعت پریزادوں کی بیٹھی ہے اور ایک تخت مرصع پر ایک جوان خوبرو بیٹھا ہے حاتم درختوں کی آڑ میں چھپ رہا اتنے میں پریوں کی نظر اس پر جا پڑی یکایک چیخیں مارنے لگیں کہ ہے ہے یہ آدمزاد نامحرم کہاں سے آیا پھر جا کر اپنے سردار سے کہا یہ سن کر پریزاد نے اس جوان سے کہا کہ تمہارا بھائی بندہ ایک اور بھی یہاں آ پہونچا اگر کہو تو تمہارے پاس لے آئیں وہ بولا بہت اچھا مجھے بھی اپنے ہم جنس کا کمال اشتیاق تھا الحمد للہ خدا نے بھیج دیا اس پری نے اپنی ایک مصاحبوں میں سے کہا کہ جا کر تم اس کو لے آؤ وہ جا کر اسی طرح سے لے آئیں جب تخت کے قریب پہونچا پریزاد اور وہ جوان اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے پاس بٹھا لیا پوچھا تم کون ہو حاتم بولا میں یمن کا رہنے والا ہوں اور شاہ آباد سے آیا ہوں حمام بادگرد کی خبر کو جاتا ہوں میرا نام حاتم ہے اتفاقاً اس کنوئیں پر آ نکلا تھا

بہت سے لوگوں کو روتے ہوئے دیکھا خصوصاً ای جوان تیرے ماں باپ کی حالت دیکھ کر میری حالت متغیر ہوگئی میں نے اس سے ماجرا اس رونے کا پوچھا وہ آہ بھر کر بولے کہ اس کنوئیں میں ہمارا یوسف ثانی گم ہوگیا ہے اب کوئی ایسا نہیں جو خدا کیواسطے اسمیں جا کر اس کی لاش نکال لائے میں نے جب یہ سنا ہے بے اختیار آپ کو اس کنوئیں میں گرا دیا اور یہاں تک آ پہونچا اس جوان نے کہا اے بھائی وہ شخص جو یعقوب صفت اپنی بی بی سمیت وہاں تھا اسی کا بیٹا ہوں ایک دن کا ذکر ہے کہ میں اس کنوئیں پر آ نکلا یہ رشک زلیخا مجھے نظر آگئی میں فوراً باؤلا بن گیا وہاں بیٹھ رہا یہ برق وش بھی ہر روز اپنی جھلک دکھا کر چلی جاتی تھی لیکن مجھے اس دیکھا بھالی سے تسلی نہ ہوئی اس کی محبت نے ایک دن مجھے اس چاہِ عمیق میں گرا دیا یارے اب آرام سے گذرتی ہے ہر ایک رات آرام میں کٹتی ہے حاتم نے کہا حیف ہے تو یہاں رنگ رلیاں منا رہا ہے اور وہاں تیرے ماں باپ کا احوال تباہ ہو رہا ہے یہ کیا انصاف ہے وہ بولا اب مجھ گرفتار کا اختیار اس کے ہاتھ ہے حاتم نے کہا اندکے صبر کر میں تیرا احوال ابھی عرض کرتا ہوں یہ کہکر پری کیطرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ اے سراپا ناز تیری مہربانی سے دور ہے کہ اس کے ماں باپ آتش ہجر سے جلیں اور سوز مفارقت سے سراپا شمع کی صورت گھلیں بہتر یہ ہے کہ اس جوان کو دو تین دن کی رخصت دے وہ مسکرا کر بولی کہ یہاں کس نے اسے منع کیا ہے ابھی چلا جائے یہ آپ ہی مبتلا ہو کر یہاں آیا ہے یہ سن کر حاتم نے کہا اٹھ کھڑا ہو پری نے پروانگی دی وہ بولا یہ اجازت نہیں کہتا یہ ہے رضامندی یہ ہے کہ مجھ سے اسطرح قول کرے کہ تو خاطر جمعی سے اپنے گھر جا میں ہر ایک ہفتے میں دو تین بار رات کے وقت تیرے پاس آجاؤنگی اور تجھے نہ بھلاؤنگی یہ بات سنکر حاتم نے سر نیچا کر لیا ایک دم کے بعد پریزاد سے پھر کہا خدا کیواسطے تو اس پر مہربان ہو اور جو یہ کہتا ہے مان لے پری نے تیوری چڑھا کر کہا ہماری قوم کی یہ چال نہیں جو میں کروں یہ پھیکے چوچلے مجھے نہیں بھلتے میں جب جانوں کہ تو مجھے چاہتا ہے جو کچھ کہوں بجا لائے وہ بیچارہ فی الفور اٹھ کھڑا ہوا کہ دیر کیوں کرتی ہو جو منظور ہے جلد کہو اس نے اپنے لوگوں سے کہا ایک کڑھاؤ میں گھی بھر کر چولھے پر چڑھاؤ جب گھی اس میں کڑکڑانے لگے مجھے خبر کرو انھوں نے وہی کیا جس وقت گھی کھولنے لگا اس وقت جوان سے کہا کیوں جی تم ہمیں چاہتے ہو تو اس میں کود پڑو جوان بے تامل اس کڑھائی میں کودنے کے لئے چلا چاہتا تھا کہ آپ کو اس میں گرا دے پری دیوانوں کیطرح دوڑی بیتابانہ اس کے گلے سے لپٹ گئی کہ تو عاشق صادق ہے مجھ کو یقین ہوا اب جو کہے تو کروں مجھے سب قبول ہے پھر حکم کیا کہ مجلس طرب آراستہ کرو اس کے فرمانے کی

دیر تھی سب مہیا ہو گیا غرض اسی طرح عیش و عشرت اور مہمانداری میں ایک مہینہ گذر گیا۔
اور وہاں کنوئیں پر جو لوگ بیٹھے ہوئے وعدہ شادی کا کر رہے تھے کہنے لگے کہ اگر آج بھی
وہ جوان نہ نکلا تو اپنے اپنے گھر چلے جائیں گے الغرض اکتیسویں دن حاتم نے اٹھ کر اس
جوان سے کہا مجھے کام ضرور ہے اب نہیں رہ سکتا جو تم نے وعدہ کیا ہے اس کو وفا کرو
پری نے کہا بہت بہتر حاتم نے کہا اگر تم حضرت سلیمان کو درمیان دو تب مجھے باور ہو پری
نے قسم کھا کر کہا میں اس قول سے ہرگز نہ پھروں گی تم خاطر جمع رکھو پھر اپنی پریوں سے کہا
ان دونوں جوانوں کو کنوئیں پر پہنچا آؤ انھوں نے ایک ہی جست میں دونوں کو کنوئیں پر
بٹھا دیا سب لوگ دیکھ کر حیرت میں آ گئے اور اس کے ماں باپ دوڑ کر حاتم کے قدموں
پر گر پڑے خوشی خوشی اپنے شہر میں داخل ہوئے نہایت تکلف سے حاتم کی ضیافت کی
چودہ دن تک حاتم کو مہمان رکھا اور پری بھی اپنے وعدے کے موافق آنے جانے لگی بلکہ یہی
معمول رکھا حاتم نے اس کی راستی اور درستی دیکھ کر اپنے جی میں کہا سبحان اللہ اس قول پر کہ
صورت بھی اچھی ہے اور سیرت بھی اچھی ہے وہ حسن بھی بے لطف ہے اگر وفا نہ ہو اور وہ
آنکھ بے کیف ہے الغرض پندرھویں دن حاتم وہاں سے رخصت ہوا جنگل کا رستہ لیا
ایک مدت کے بعد ایک ایسی بستی نظر آئی اس کی شہر پناہ کے باہر ایک پیر مرد کھڑا تھا
حاتم پر جو اس کی نظر پڑی اس نے کہا السلام علیکم اے جوان مرحبا اس نے کہا وعلیکم السلام
اے پیر مرد باصفا اس کے بعد اس نے کہا اے مسافر آج کی رات میرے گھر میں قدم رنجہ
فرمائیے اور آب و نمک کے شریک ہو جیئے تو عین مہربانی ہے حاتم بولا کہ نیکی کا کیا پوچھنا
اسی دم وہ پیر مرد اس کو اپنے گھر لے آیا آئین شائستہ ضیافت کی کھلانے کے بعد پیر مرد نے
پوچھا اے جوان تیرا کیا نام ہے اور کہاں جائے گا اس نے کہا کہ حاتم نام ہے یمن کا
رہنے والا ہوں حمام بادگرد کی خبر کو جاتا ہوں یہ سن کر اس نے سر نیچا کر لیا ایک ساعت
بعد سر اٹھا کر کہا اے عزیز وہ کون ہے جس نے تجھے ایسی جگہ بھیجا اول تو یہ ہے کہ اس کا
نشان معلوم نہیں دوسرے جو کوئی وہاں گیا سو گیا پھر نہ پھرا یہ سن کر حاتم نے کہا کہ
حسن بانو سوداگر بچی پر منیر شامی شہزادہ عاشق ہوا ہے اور خانماں برباد ہو کر اس کے
شہر کی کاروانسرائے میں بیٹھ رہا ہے اس کے واسطے یہ رنج اپنے اوپر گوارا کر کے کئی برس
سے اس کے کام میں لوجہ اللہ پھرتا ہوں اور اس سوداگر بچی کے چھ سوال خدا کے فضل و کرم
سے پورے کر چکا ہوں اب ساتواں سوال حمام بادگرد کی خبر ہے سو لینے جاتا ہوں دیکھوں
قسمت کیا دکھائے پیر مرد بولا آفریں ہے تجھ پر لیکن صلاح یہ ہے کہ اب اس خیال محال کو

دل سے دور کر یہیں سے پھر جا اس سے کہہ کر وہ طلسمات ہے اسے کوئی نہیں جانتا حاتم بولا استغفر اللہ جھوٹ کس طرح بولوں اس نے کہا اے جوان اپنی جوانی پر رحم کر ورنہ پشیمان ہوگا یہ سن کر حاتم نے جواب دیا اے جوان بزرگ جو کہتا ہے میری بہتری کے لیئے ہے لیکن جو بات خدا کیواسطے ہو اس سے منہ پھیرنا خوب نہیں خدا سے امید ہے کہ اس جوان کی مراد میرے ہاتھ سے پوری ہوگی تو شہر قطان کی راہ مجھے دکھا دے جو اپنی راہ لگوں آخر مجبور ہو کر مرد دانا نے کہا اے مسافر داہنی طرف کا راستہ یہاں سے اختیار کر آگے بہت سے شہر ملیں گے ان کے بعد ایک پہاڑ نظر آئے گا اس کے نیچے ہزاروں آفتیں ہیں اگر ان سے بچ نکلے گا تو ایک صحرائے عظیم ملے گا تھوڑی دور جا کر دوراہہ ملے گا بائیں طرف کو جائیو کہ وہ راستہ پرخطر ہے بخوبی شہر قطان میں پہونچے گا غرض حاتم وہاں سے رخصت ہو کر آگے روانہ ہوا چند روز کے بعد ایک شہر نظر آیا اور نقاروں کی آواز بکثرت سنی جی میں کہا کسی کے گھر شادی ہے بہت لوگ اس شہر کے جمع ہیں حاتم پوچھنے لگا اے یارو سچ کہو آج اس شہر میں کیا شادی ہے وہ بولے رسم اس شہر کی ہے کہ برس دن ہر ایک امیر و غریب بلکہ بادشاہ وزیر بھی اپنی اپنی لڑکیوں کو جو بالغ ہیں دلہن بنا کر عطر میں بسا کر خیمے میں بٹھا دیتے ہیں پھر ایک بڑا سانپ جنگل کیطرف سے آتا ہے اور ایک جوان کی شکل بنکر ہر ایک خیمے کے اندر جا کر ان سبھوں کو دیکھتا پھرتا ہے جو پسند آتا ہے اس کو لیجاتا ہے ہم نے دہشت سے مجبور ہو کر یہ شادی منائی ہے دیکھئے کس کی لڑکی پسند کرے اور لیجائے یہ ایکدن کی شادی اور سارے دن کا غم ہم کو ہر سال ہے بے بس ہیں کیا کریں شام کے وقت وہ مقرر آتا ہے کہاں کسی نہ کسی کے سر پر یہ آفت لائے گا یہ سن کر حاتم نے اپنے جی میں کہا یہ کام جن کا ہے پھر ان سے مخاطب ہو کر کہا اے عزیزو یہ بڑی بلا تمپر آئی ہے انھوں نے کہا پھر کیا کریں جو خدا چاہے سو کرے۔ ایسا ہم کسی کو نہیں دیکھتے جو خدا کیواسطے اس آفت کو ہمارے سر سے ٹالے حاتم نے کہا انشاءاللہ اس آفت کو میں اپنی ذات کو تمہارے سر سے دفع کرتا ہوں تم مردانہ وار رہو انھوں نے جا کر اپنے سردار سے ذکر کیا وہ سنتے ہی ہاتھوں ہاتھ اس کو بادشاہ کے پاس لے گئے اور تمام ماجرا بیان کیا تب بادشاہ نے احوال پرسی کی اور ایک کرسی پر بٹھا کر کہا اے جوان تجھے کچھ معلوم ہے کہ یہ کیا آفت ہے حاتم نے کہا میں خوب جانتا ہوں وہ جن ہے بادشاہ بولا اے جوانمرد اگر یہ جن تیرے ہاتھ سے مارا جائے یا میرے شہر سے دور ہو تو میں سپاہ اور رعیت سمیت تیری اطاعت کروں حاتم نے کہا میں جو کام کرتا ہوں خدا کیواسطے

کرتا ہوں اگر یہ بھی کام کروں گا کسی پر احسان نہیں پر جو کچھ تم سے کہوں سو قبول کرو
بادشاہ نے فرمایا بسر و چشم پھر حاتم نے کہا جس وقت وہ آوے اور جس کی لڑکی کو
پسند کر کے لے چلے اس وقت وہ اس سے کہائے کہ صاحب تم لے چلتے ہیں مختار
ہو مگر اتنی بات ہماری بھی سنو کہ ہمارا ملک کا ایک بڑا سردار زیادہ مدت کے بعد آج
آیا ہے ہم سب کے سب اس کے تابع ہیں اس کے بے کہے اس لڑکی کو تمہارے ساتھ
نہیں کر سکتے اگر تمہارے حوالے کریں تو عین خطا ہے کیونکہ اگر تم غصے ہوگے تو
ایک پہر میں ہمارے ملک کو خراب کرو گے اور وہ غضبناک ہوگا تو ایک پل میں
خاک سیاہ کر دیگا القصہ بادشاہ نے تمام دن حاتم کو اپنی بارگاہ میں بٹھا رکھا جب
تمام ہوئی اس سانپ کی آمد آمد کا غل ہوا لوگوں نے حاتم سے کہا اے جوان وہ
موذی آ پہونچا اس نے شاہ سے عرض کی کہ ذرا میں بھی اس کو دیکھوں پھر اٹھ کھڑا
ہوا اور خیمے کے باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک اژدہا آسمان سے منہ لگائے ہوئے
چلا آتا ہے اس کی درازی کا ٹھکانا نہیں دیو بھی اس کا سامنا نہیں کر سکتا آدمی کا
تو کیا مقدور حاتم نے اس کو جو اس ہیئت سے دیکھا کہا الٰہی تیری پناہ
تو ہی اس بلا سے نجات دینے گا یکایک وہ سانپ نزدیک آیا اور اپنی دم ایسی
سخت کر کے ہلائی کہ آدمی سب کے سب سر جھکائے زمین پر گر پڑے پھر وہ چاروں
طرف نگاہ کر کے زمین پر لوٹ کر ایک خوبصورت آدمی بن گیا تب انھوں نے
اٹھ کر ادب سے سلام کیا اور بادشاہ نے آگے جا کر اپنے خیمے میں لے آیا ایک تخت
جواہر نگار پر بٹھایا وہ ایکدم بیٹھ کر اٹھا اور کہنے لگا اپنی لڑکیاں مجھے دکھاؤ
بادشاہ نے کہا بہت بہتر دیکھئے تب اس نے بارگاہ سے نکل کر سب سرداروں
اور سوداگروں کی لڑکیاں دیکھیں پر کسی کو پسند نہ کیا الٹا پھر پھرا بادشاہ
کے خیمے میں آیا جہاں شہزادی بیٹھی تھی. وہاں گیا اور اسی کو منظور نظر کر کے بعد
ایک دم کے بادشاہ سے سوال کیا کہ مجھے اس کی خواہش ہے میرے حوالے کرو
اس بات کو سن کر بادشاہ نے کہا ہمارا ایک بڑا بزرگ زیادہ کتنے دنوں سے
نکل گیا تھا بالفعل آیا ہے ہم اس کے بے حکم کچھ کام نہیں کر سکتے وہ الا ایک آن
میں سب ستیاناس کرے گا صلاح یہ ہے کہ آپ اس کو بلوائیں جو کچھ کرے گا
سب ہم کریں گے اس نے کہا کہ اب تک وہ کہاں تھا آج کیونکر آیا اچھا بلواؤ یہ تو
وہیں قنات کے پیچھے لگ رہا تھا بلاتے ہی اس کے روبرو آ کھڑا ہوا دیو نے پوچھا

کہ اکثر ان میں ایک مدت سے اس شہر میں آتا جاتا ہوں پر تو کبھی مجھ کو نظر نہیں آیا اب کہاں سے آگیا سچ بتا تو کون ہے اور کس واسطے ہمارے فرمانبرداروں کو گمراہ کر کے اس ملک کو خراب کروایا چاہتا ہے حاتم نے کہا جب تک میں اس شہر میں نہ تھا تب تک انھوں نے تیرا کہا کیا اب اس ملک کا مالک میں آیا ہوں اور کاروبار کا تحقیق مجھ سے کہا جو کوئی ہمارے باپ دادا کی رسمیں بجا لاتا ہے بیٹی اس کو دیتے ہیں جس نے کہا وہ کیا ہے بیان کر حاتم نے کہا کہ میرے پاس ایک مہرہ ہے پہلے تو اس شخص کو پلاتا ہوں وہ پلا جو یہ رسم ہے تجھے آپ ہی پی لوں گا۔ حاتم نے وہ مہرہ جو خرس کی بیٹی نے دیا تھا جیب سے نکال کر تھوڑے سے پانی میں رکھ کر اس کے حوالے کیا حق نہ جانتا تھا کہ اس کے حق میں اس کا پینا ستم ہے مارے غرور کے بے تامل پی گیا اس نے ایک قلم علم حق فراموش کیا اس پر ڈھٹائی سے کہنے لگا اب کوئی اور رسم باقی ہو تو اس کو بھی بجا لانے کو حاضر ہوں حاتم بولا دوسری یہ رسم ہے کہ ایک کوئی میں تم اترو اور ہم اس کا منہ باندھ دیں پھر اس کے باہر نکل آؤ تب ہم تجھ سی اس لڑکی کو تمہارے حوالے کریں اور جو اس میں سے نہ نکلے تو ہزار لعل دو ہزار الماس اور ایک موتی مرغابی کے انڈے کی برابر جو پریوں کے ملک میں ہے گنہگاری لیں وہ نادان اپنے زور کے بھروسے پر پھولا ہوا تھا بے اختیار کہہ بیٹھا جلد لاؤ وہ کوئی کہاں ہے حاتم نے ایک بڑی سی کوئی منگا کر اس کے آگے رکھی اور کہا کہ بسم اللہ وہ فوراً اتر پڑا حاتم نے اس کے منہ پر ڈھکنا ڈھانک کر مضبوط باندھ کر اسم اعظم پڑھنا شروع کیا اور اس سے کہا اب باہر نکل اس اسم اعظم کی برکت سے اس کا ڈھکنا پہاڑ سے سوا مضبوط ہو گیا اگرچہ اس نے زور کیا پر نکل نہ سکا تب حاتم نے لوگوں سے کہا کہ اب اس کے آس پاس نیچے اوپر لکڑیاں رکھ کر بھڑکا دو انھوں نے وہیں اس کے کہنے پر عمل کیا جن جلا میں جلا پکارنے لگا پر کسی نے اس کی فریاد نہ سنی آخر جل کر خاک سیاہ ہو گیا پھر حاتم نے ان سب لوگوں سے کہا اب تھوڑی سی زمین کھدوا کر اسے گاڑ دو اور بیٹی کرو بادشاہ نے یہ حال دیکھ کر حاتم کی تعریف کی اور بیٹی ساز و جہیز دے کیا حاتم نے کہا یہ مجھے درکار نہیں خدا نے سب کچھ دیا ہے اگر منظور ہے تو فقیروں کے حوالے کیجئے شہریار نے اسی وقت غریبوں محتاجوں کو بلوا کر اس مال کو تقسیم کر دیا حاتم کو تین روز تک مہمان رکھا چوتھے روز وہ رخصت ہو کر آگے بڑھا

دنوں کے بعد اس پہاڑ کے نیچے جا پہنچا ذرا سستا کر اس پر چڑھا جب اس سے گذر گیا تب ایک بڑا جنگل دکھائی دیا اس میں عجائبات دیکھے قسم قسم کے میوے کھاتا ہوا کئی روز تک چلا گیا جب اس سے نکلا ایک دوراہہ نظر آیا وہاں کھڑے ہو کر اپنے جی میں سوچنے لگا کہ اس پیر مرد نے کہا تھا کہ داہنی طرف کی راہ میں بہت سی آفتیں ہیں تو ادھر سے نہ جانا اس وقت اس کے کہنے پر عمل کیا چاہیئے اور بائیں طرف کا رستہ لیجیئے اس خیال پر بائیں طرف روانہ ہوا تھوڑی دور جا کر اس نے یوں سمجھا کہ اس راہ سے جانا کچھ حاصل نہیں بہتر یہ ہے کہ داہنی طرف چلوں جو خداوند مدد کرے گا تو کوئی بلا میرے پاس نہ آسکے گی یہ سوچ کر داہنی طرف چلا کہ ببول کا ایک جنگل کانٹوں سے بھرا دکھائی دیا توکل بخدا یہ اس میں پہنچا اور قدم اٹھائے بہزار خرابی تھوڑی سی راہ طے کی آخر درختوں کے کانٹے لگا کر بدن لہولہان کر لیا تب بیدم ہو کر کہنے لگا وہ بزرگ سچ کہتا تھا مجھ کم بخت نے اس کا کہنا نہ مانا آپ کو مصیبت میں ڈالا غرض بہزار خرابی وہ کتنے دنوں میں اس جنگل سے نکلا اور آگے بڑھا کہ چھپکلیوں کے جنگل میں پہونچا وہ سب کی سب آدمی کی بو پاتے ہی اس کو کھانے کو دوڑیں حاتم نے دیکھا ہزاروں چھپکلیاں چیتے اور کتے کی برابر دوڑی آتی ہیں وہ ڈرا اور کانپنے لگا کہ اس بلا کا آنا بے سبب نہیں اغلب ہے کہ میرے ہی کھانے کو آتی ہوں لیکن مجبور ہوں کچھ تدبیر نہیں کر سکتا اتنے میں ایک بڈھا نورانی صورت داہنے ہاتھ کی طرف نمودار ہوا اور کہنے لگا اے جوان تو نے بزرگوں کا کہنا نہ مانا آخر پشیمان ہوا حاتم بولا میں نے برا کیا پھر اس بزرگ نے کہا کہ خرس کی بیٹی کا مہرہ نکال کر زمین پر ڈال وہ سب آپ ہی غائب ہوں گی اس نے فی الفور مہرہ کو زمین پر پھینک دیا پہلے زمین زرد ہو گئی پھر سیاہ آخر سبز ہو کر سرخ ہو گئی چھپکلیاں دیوانی ہو کر آپس میں لڑ کر مر گئیں حاتم نے متعجب ہو کر کہا الٰہی ان میں ایسی کیا دشمنی ہو گئی یقین ہے کہ اس مہرے کا اثر ہے آخر حاتم اپنا مہرہ اٹھا کر آگے چل دیا تھوڑے دنوں کے بعد ایک جنگل اژدہات کا ملا۔ اور وہاں کا ریزہ اس کے پاؤں کو چھید کر پشت پا سے گذر جاتا تھا آخر اس کے پاؤں چھلنی ہو گئے آخر کار اس جنگل کو طے کیا آگے چند قدم چلا تھا کہ وہاں کے کچھ آدمی کی بو پا کر دوڑے کتنے ان میں سے بلی کے برابر تھے اور کتنے لومڑی کے حاتم کی نگاہ جو ان پر پڑی سہم کر کانپنے لگا اور ایسا گھبرایا کہ سرت جاتی رہی ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ وہی پیر مرد آ پہونچا ہاتھ پکڑ کے کہنے لگا خاطر جمع رکھ ہراساں ہو وہی مہرہ پھر زمین پر ان کے روبرو ڈال دے قدرت خدا کا تماشہ دیکھ لے حاتم نے ہر چند مہرہ نکالنے کا قصد کیا پر ہاتھ ایسے کانپنے لگے کہ نکال نہ سکا آخر اسی پیر مرد نے نکال کر اس کے ہاتھ میں دیا کہ بسم اللہ کہکر زمین پر ڈال دے

حاتم نے جو اس مہرے کو پھینکا وہیں زمین رنگ بدلنے لگی جبکہ لال ہوئی تو بھی آپس میں لڑنے لگے ایک کے ڈنک سے دوسرے کا بدن پھٹ گیا حاتم کھڑا دیکھتا رہا یہاں تک کہ تین روز کے عرصے میں وہ بھی تمام ہو گئے چوتھے روز اس مہرے کو اٹھا کر شکر کا دوگانہ ادا کر کے روانہ ہوا چند روز کے بعد ایک شہر دکھائی دیا یہ اسمیں داخل ہوا لوگوں نے اجنبی جان کر کہا اے جوان تو کس راہ سے آیا حاتم نے کہا داہنی طرف کی راہ سے وہ حیران ہو کر کہنے لگا جیتا کیونکر بچا حاتم نے کہا عزیزو میں بے شک ان بلاؤں میں مبتلا ہوا تھا لیکن مدد الٰہی سے محفوظ رہا اب اس راہ میں کوئی خطرہ نہیں سوداگر جو وہاں اترے ہوئے تھے اس بات کو حاتم کی زبانی سن کر مستعد ہوئے کہ اب اسی راہ سے چلئے دور کی راہ کس لئے اختیار کیجئے کیونکہ یہ رستہ صاف ہو چکا ہے کچھ حادثہ نہیں اگر سوداگر آیا جایا کریں گے شہر آباد ہو جائے گا آخر لاد پھاند کر چلے گئے یہ خبر بادشاہ کو پہنچی کہ کاروانیا ایک مسافر کے کہنے پر جس راہ میں اژدہا اور ببول کا جنگل تھا اسی رستے گئے حکم کیا بہت سے ہرکارے ان کے پیچھے پیچھے چلے جائیں راہ کا احوال قرار واقعی تحقیق کر کے پھر آئیں اور وہ حاتم کو بلا کر اپنے پاس رکھا اور کہا اے مسافر راہ کے حادثے مسافری کے صدمے بہت تو نے اٹھائے ہیں چند روز یہاں دم لے قدرے آرام کر ہمارا ہم صحبت ہو حاتم چند روز وہاں رہا اس کے بعد رخصت ہوا شاہ نے دو رہبر اس کے ساتھ کر دئے حاتم شہر سے باہر نکلے چند روز کے بعد ایک مقام پر پہنچ کر رہبروں نے عرض کی کہ ہمارے ملک کی حد ختم ہوئی یہ سرحد شہر قطان کی ہے حاتم ان کو وداع کر کے آگے بڑھا جب قریب پہونچا تو اس نواح کے لوگ اس کو دیکھ کر کہنے لگے اے جوان کس راہ سے آیا ہے اس نے کہا فلانی طرف سے یہ سن کر سب کے سب متعجب ہوئے حاتم شہر میں گیا اور کاروانسرا میں اترا ایک دن وہ موتی اور دو لعل گراں بہا کہ ان کا ثانی سرکار عالی میں نہ تھا ایک ڈبیا میں رکھ کر بادشاہ کے در دولت پر گیا چوبداروں نے کہا اپنے داروغہ سے کہ ایک مسافر آیا ہے اس نے حضور میں جا کر عرض کی ارشاد ہوا احوال تحقیق کرو چوبداروں نے حاتم سے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا میں سوداگر ہوں شاہ آباد سے آتا ہوں ملازمت کا امیدوار ہوں اسی لئے اپنے داروغہ کی وساطت سے حضور پرنور میں عرض کی کہ ایک جوان شاہ آباد سے آیا ہے قدمبوسی کی آرزو رکھتا ہے بادشاہ نے حکم کیا کہ بلاؤ وہ حاتم کو بلا لائے حاتم آداب شاہانہ بجا لایا اور وہ جواہر نذر کئے جواہر کو دیکھ کر بادشاہ کا دل مارے خوشی کے دمکنے لگا اس سے احوال پوچھا اس نے خوش

کی کہ میں ایک مدت سے سوداگری کرتا تھا اب اس دنیا کو ہیچ سمجھ کر تجارت چھوڑ دی سیاحی
اختیار کر لی اس شہر میں آ کر حضرت کے اوصاف حمیدہ یہاں تک سنے کہ بے اختیار دوڑا
آیا بادشاہ نے اس کی گفتگو سن کر نوازش سے فرمایا اے جوان چند روز اس ملک میں اور ہم کو
اپنی صحبت سے مسرور رہو کہ یہی ہماری بندر ہے حاتم نے التماس کیا اگرچہ ہم لوگوں کو دو
چار روز بھی ایک جگہ رہنا دشوار ہے پر تجھ سے بادشاہ صاحب انصاف کی خدمت میں
حاضر رہنا سب طرح سے بہتر ہے میں نے دل و جان سے قبول کیا بادشاہ نے مہمانداری
کے احکام جاری کر دئیے اور حاتم سے کہا اے جوان ہماری خوشی اسی میں ہے کہ تو وہاں سے
اٹھ آ اور یہیں رہنا اختیار کر۔ القصہ حاتم وہیں آ رہا بادشاہ سے صحبت گرم کی چنانچہ
چھ مہینے اسی طرح گذر گئے آخر حارث شاہ ایسا اس پہ مبتلا ہوا جو ایکدن نہ دیکھتا چین
نہ پڑتا ناچار بلوا ہی لیتا غرض جان و مال سے بھی دوست زیادہ رکھتا تھا اور اکثر اپنے
ندیموں سے اس کی تعریف کر کے کہتا کہ یہ میرے شہر میں اپنی بود و باش ہمیشہ اختیار
کرے تو اوقات بخوبی کٹے۔ ایکدن کا ذکر ہے کہ حاتم نے جو حارث شاہ کو خوش دیکھا
کچھ لعل و زمرد پھر نذر گذرانے بادشاہ نے فرمایا اے جوان میں تیرا دل سے ممنون ہوں
بار بار کیوں شرمندہ کرتا ہے میں تجھ سے محجوب ہوتا ہوں کیونکہ ایک مدت سے تیری
خدمت میں حاضر ہے مگر کچھ فرمائش نہیں کرتا اب میرا جی یوں چاہتا ہے کہ جو تجھے درکار ہو
وہ بے تکلف مانگ میں عذر نہ کروں گا حاتم بولا آپ کی بدولت سب کچھ موجود ہے میاں جی
کو زیادہ تکلفات دنیا کیا درکار ہیں۔ بادشاہ نے کہا یہ کون بات ہے میرا ملک تیرا
ہے جو کچھ تو چاہے لے یا تجھے اپنے تصرف میں لا یا کسی کو دے ڈال مختار ہے حاتم نے
کہا شاہ کی عمر بڑھے سلطنت مدام قائم رہے میری سب آرزوئیں نکل چکی ہیں مگر ایک باقی
ہے بادشاہ نے پوچھا وہ کیا ہے اگر تو رغبت کرے تو بیٹی بھی اپنی دے دوں ملک و مال
تو کیا چیز ہے۔ حاتم نے عرض کی حضور کی بیٹی کو میں اپنی بہن جانتا ہوں یہ دھیان میرے
جی میں نہیں لیکن اور تمنا ہے۔ پر اس سوچ میں التماس نہیں کرتا ہوں کہ مبادا قبول نہ ہو
اور میں شرمندہ ہوں بادشاہ نے پھر مہربانی سے ارشاد کیا اے عزیز میں تیرے لطف کا
ممنون احسان ہوں اگر تخت خلافت بھی چاہے تو ابھی بخشدوں بیگم کے سوا جو چاہے
سو تیرا ہی ہے حاتم نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ یہ آپ کیا فرماتے ہیں وہ میری بجائے والدہ
کے ہیں اور تخت خلافت آپ کو مبارک رہے میری غرض اور ہے تب حارث شاہ نے
کہا کیا ہی عذر کیواسطے کہیں جلد کہہ میرا جی اکتا گیا وہ کیا ہے اس نے کہا بشرطیکہ آپ قول

دیں تو عرض کروں نہیں بادشاہ نے عہد کیا اور قسم کھائی تب حاتم نے التماس کیا حمام بادگرد کے دیکھنے کی آرزو ہے جو ارشاد ہو تو اس کی سیر کر دل کی کلفت دھوؤں بادشاہ نے یہ سن کر سر جھکا لیا حاتم نے پوچھا حضرت اس قدر متفکر کیوں ہیں ہر طرح سے آپ کا فرمانبردار ہوں جو آپ کی مرضی ہوگی بجا لاؤں گا شہریار نے سر اٹھا کر فرمایا اے عزیز کیونکر متفکر نہ ہوں مجھے کئی طرح کے اندیشے ہیں پہلے تو میں نے قسم کھائی ہے کہ کسی کو حمام بادگرد کی طرف نہ جانے دوں گا تجھ کو وہاں جانے کی پروانگی دوں تو عہد شکنی ہوتی ہے دوسرے یہ کہ تجھ سا جوان خوبصورت اور نیک سیرت اپنی جان سے ہاتھ دھوئے یہ جائے حیف ہے تیسرے یہ کہ جیسا تو ہے کوئی ایسا آج تک میرے پاس نہیں آیا حاتم نے عرض کی کہ میں اپنے خدا سے امیدوار ہوں کہ انشاء اللہ جلد واپس آؤں گا کسی طرح کا اندیشہ خاطر مبارک میں نہ لائیے۔ بادشاہ نے حاتم کی ہمت پر آفریں کی اور پوچھا کہ تو کس شہر کا رہنے والا ہے اور تیرا نام کیا ہے اس نے کہا میرا وطن یمن ہے نام حاتم بن طے ہے یہ سنتے ہی حارث شاہ اٹھا اور بغلگیر ہوا اور اپنے برابر اس کو بٹھا کر کہنے لگا کہ نشان بادشاہت تیری پیشانی سے ظاہر ہے اور نیک نامی مشہور ہے یہ کہکر اپنے وزیر سے فرمایا کہ سامان ارک حمام بادگرد کے دربان کو شقہ لکھ کر حوالے کرو اور اس کے بعد اٹھ کھڑا ہوا اور آبدیدہ ہو کر حاتم کو رخصت کیا۔ حاتم نے شہر سے رخصت ہو کر جنگل کا رستہ لیا۔ غرض ہمراہیوں سے قیل و قال کرتا ہوا چلا جاتا تھا پندرہ روز کے بعد حمام بادگرد نظر آنے لگا حاتم نے ان سے پوچھا یہ قلعہ ہے یا پہاڑ کیا دکھائی دیتا ہے انھوں نے عرض کی یہی حمام بادگرد ہے دیکھنے میں نزدیک ہے مگر سات روز میں پہونچے گا یہ کہکر آگے بڑھا ساتویں دن دروازے کے متصل جا پہونچے حاتم کیا دیکھتا ہے کہ وہاں ایک پہاڑ کے دامن میں لشکر عظیم پڑا ہے اس نے پوچھا یہ فوج کس کی ہے ہمراہیوں نے التماس کیا حمام بادگرد کے دربان کی آخر حاتم اس کے اندر داخل ہوا اس کے ہمراہیوں کے اکثر وہاں خویش و اقربا تھے باہم ملے اور پوچھنے لگے کہ تمہارا آنا کیونکر ہوا انھوں نے کہا اسی جوان یمنی کے ساتھ بادشاہ نے بھیجا ہے اور ایک نامہ بھی دربان کو اس کے واسطے لکھا ہے القصہ حاتم سامان ارک کے حبشی صاحب سلامت کر کے شقے کو حوالے کیا وہ اٹھ کر بغلگیر ہوا اور نامہ سر پر رکھ لیا بادشاہ کی مہر دیکھ کر بوسہ دیا اس کے بعد کھول کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ اس جوان یمنی کے ساتھ ہم نے عہد کیا تھا اس لئے بھیجا ہے اگر تو اس کو سمجھا کر کسی صورت سے الٹا پھیر دے گا تو ہم خوش ہوں گے اور تو سرفراز ہو گا اور جو کسی طرح سے نہ ملنے تو

حمام میں بخوبی پہنچا دیا یہ تا مقدور اس کے پھیرنے کی سعی کرتا وہ اس کو پڑھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور حاتم کو بتعظیم تمام کرسی پر بٹھایا مہمانداری کی شرطیں بخوبی بجا لایا قصہ کوتاہ چند روز بادشاہ کے حسب الحکم سمجھایا بجھایا کیا پر پتھر کو جونک نہیں لگی چنانچہ اس نے ان نصیحتوں کے جواب میں یوں کہا تم خیال سے ہاتھ اٹھاؤ جبکہ میں نے بادشاہ کا کہنا اس امر میں نہ مانا تو تمہاری کب سنتا ہوں مجھے تصدیع نہ دو بہتر ہے کہ جلد رخصت کرو سامان ارک نے جو دیکھا کہ ایک نصیحت نہیں سنتا نے جانے نہیں رہتے کہا ناچار بادشاہ کو عرضی لکھی کہ یہ جوان ہمت نہیں چھوڑتا اب جو حکم ہو بجا لاؤں بادشاہ کو جب یہ عرضی پہونچی اس نے پڑھ کر سر دھنا اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا آخر مجبوری لکھ کر بھیجا کہ اگر وہ راضی نہیں ہوتا تو مزاحمت نہ کرو جانے دو شاید اس کی عمر تمام ہو چکی حمام کا بہانہ ہے وہاں تو سامان ارک جواب کا منتظر تھا اور حاتم کو اپنے چلنے کی بڑی ہی غرض ادھر سے تقاضا تھا ادھر امروز فردا ہی حیص بیص میں فرمان شاہی آ پہونچا کہ اس کو نہ روکو امیر بھی سامان ارک نے نصیحت کے طور پر کہا اے عزیز اب بھی کچھ نہیں گیا اگر زندگی عزیز ہے تو باز آ نہیں تو پشیمانی کھینچے گا بلکہ جان سے جائے گا حاتم نے کہا یہ مبالغہ عبث ہے خدا کے واسطے مجھے معذور رکھ کہیں جانے دے تب ناچار ہو کر سامان ارک اٹھ کھڑا ہوا حاتم کو حمام کے دروازے پر لے گیا وہاں بھی کھڑے ہو کر بہت سا سمجھایا پر کچھ کام نہ آیا حاتم نے ایسا دروازہ اپنی تمام عمر میں نہ دیکھا تھا جو آنکھ اٹھا کر غور کی تو خط سریانی میں اس پر لکھا دیکھا کہ یہ طلسمات کیومرث بادشاہ کے وقت میں بنا ہے اس کا نشان مدتوں رہے گا اور جو کوئی اس طلسمات میں جائے گا وہ جیتا نہ نکلے گا وہیں بھوکا پیاسا سرگرداں رہے گا اگر اس کی زندگی ہے تو ایک باغ میں وارد ہوگا وہاں کے میوے کھائے گا اپنی حیات کے دن پورے کریگا جب اس نوشتہ کو حاتم نے دیکھا اور پڑھا تو دل میں خیال کیا کہ جو کچھ حقیقت تھی سو دروازے پر لکھی پائی اندر جانا کیا ضرور ہے چاہتا تھا کہ وہاں سے پھرے وہیں یہ خیال آیا کہ حسن بانو اس کے اندر کا احوال پوچھے تو کیا کہوں۔ لوگوں کو رخصت کیا آپ اندر گیا دس بارہ قدم چلکر جو پیچھے دیکھا تو نہ لوگوں کو پایا نہ دروازہ ہی نظر آیا مگر ایک جنگل لق و دق سا موجود تھا۔ متفکر نہ تھا دس بارہ قدم اور چلا کہ دروازہ نظر سے غائب ہوا بلکہ اس کے آثار بھی دکھائی نہیں دیتے کسی طرح اسکو ڈھونڈیے غرض تمام دن اسی تلاش میں پھرا پر دروازہ نہ ملا تب دلمیں کہنے لگا حمام کا بہانہ تھا کہ پاؤں رکھتے ہی اجل کے ہاتھ میں پڑ گیا اب بن جان دئے چھٹکارا نہیں غرض آگے چل نکلا چند روز کے بعد ایک سمت کا رستہ لیا تھوڑی دور گیا ہوگا کہ ایک آدمی کی صورت نظر پڑی یہ خیال کیا

اغلب ہے کہ آگے بستی ہوگی اس کیطرف گیا کیا دیکھتا ہے کہ وہ تھا ادھر ہی کو آتا ہے جب
نزدیک پہونچا اس صورت طلسمی نے سلام کیا اور ایک آئینہ بغل سے نکال کر حاتم کے
ہاتھ میں دیا حاتم نے اس کو لیکر اپنا منہ دیکھا اور اس سے پوچھا کہ حمام یہاں سے نزدیک
ہے اور تو کیا حجام ہے جو آرسی دکھاتا ہے اس نے کہا البتہ حاتم نے کہا تو حمام کو چھوڑ کر
کدھر جاتا تھا وہ بولا میں حمامی ہوں جس شخص کو دیکھتا ہوں لیجا کر حمام میں نہلاتا ہوں پھر
انعام کا امیدوار ہوں اگر آپ بھی مہربانی فرمائیں تو میرے دل کی کدورت جاتی رہے
آپ کی بدولت کچھ نہ کچھ مل جائیگا حاتم نے کہا بہتر ہے میرے بدن پر سفر کی گرد سے میل
بھی بہت جم رہا ہے چاہتا ہوں کہ اسے چھڑاؤں آج خوب طرح سے مل مل کر نہاؤں
مگر تو اکیلا ہے یا اور کوئی شریک بھی رکھتا ہے اس نے عرض کی ہیں تو بہتیرے مگر آج
غلام ہی کی باری ہے القصہ حاتم آگے آگے نائی پیچھے پیچھے چلے جاتے تھے وہ تین کوس کے
ہوں گے کہ ایک گنبد آسمان سے ملا ہوا نظر آیا حاتم نزدیک پہونچا [illegible] حمام کے
اندر گیا اور اس کو بلایا وہ بھی داخل ہوا اور دروازہ بند ہو گیا اس نے گھبرا کر جو پیچھے
دیکھا تو واقعی بند ہو گیا ہے پر نظر آتا ہے اس امید پر آگے بڑھا کہ جب جاؤں گا نکل
جاؤں گا۔ آخر حمامی اسے حوض پر لے گیا اور کہنے لگا کہ آپ اس میں اتریں تو بدن
پر پانی ڈال دوں میل چھڑاؤں حاتم نے کہا میں کپڑے اتار دوں تو اس میں اتر دوں
مگر ننگی یہ بھی نہیں ہو سکتا تب حمامی نے ایک لنگی پاکیزہ بہت نفیس حوالے کی حاتم نے
اس کو باندھ کر کپڑے رکھدئیے اور آپ حوض میں اتر پڑا پھر حمامی نے ایک [illegible]
طاؤس گرم پانی سے بھر کر اس کے ہاتھ میں دیا اس نے سر پر ڈال لیا اس نے پھر بھر کر
دیا اس نے اسے بھی اوپر ڈال لیا تیسری مرتبہ جوں ہی سر پر ڈالا ایک تڑاقہ ہوا حمام میں
اندھیرا ہو گیا ایک ساعت کے بعد تاریکی جاتی رہی تو کیا دیکھتا ہے کہ نہ حجام نہ حمام نہ
حوض مگر ایک [illegible] پانی سے [illegible]
دم نہ گذرا تھا کہ پانی [illegible] ادھر ادھر [illegible]
بڑھ کر گھٹنوں تلک بھی اور پہونچا تب تو یہ گھبرایا کہ یا الٰہی پانی ہر دم بڑھتا جاتا ہے
نکلنے کی صورت نظر نہیں آتی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آج میں ڈوب کر مر جاؤں گا یکایک مضطرب
ہو کر دروازے کی طرف سر ٹکرایا پر اسے نہ پایا اتنے میں پانی ڈوباؤ ہو گیا یہ پیراک تھا
پیرنے لگا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ اس حمام سے جو لوگ نہیں نکلتے تو یہی سبب ہے
کہ پیرتے پیرتے تھک کر ڈوب گئے میں بھی ہاتھ پاؤں مارتے مارتے ڈوب جاؤں گا

کیونکہ کوئی صورت نجات کی نظر نہیں آتی۔ مگر پھر جی کو ڈھارس دے کہنے لگا کہ خدا کریم ہے
اتنا نہ گھبراؤ داتا کی ناؤ پہاڑ پر چڑھتی ہے اور جو نہی آئی ہے تو بہتر ہے کیونکہ تو نے کچھ اپنے
مزے کے لیے مصیبت نہیں اختیار کی بلکہ مرتے ہوئے کو جلانے کے لیے اپنی جان جوکھوں
اٹھائی ہے چاہیئے کہ شاد رہ اگر ہزار جانیں اللہ کی راہ میں جائیں تو جائیں کچھ غم نہیں غرض
اسی طرح کی گفتگو سے دل کو تسلی دیتا تھا اتنے میں پانی اتنا بلند ہوا کہ اس کا سر بلند ہو کر
گنبد سے جا لگا اور یہ نہایت ماندہ ہوا تھا ہاتھ پاؤں شل ہو گئے تھے قریب تھا کہ بیٹھ
جائے وہیں ایک زنجیر لٹکی دکھائی دی حاتم نے بے اختیار دونوں ہاتھوں سے پکڑ لی
کہ بھلا ایک ساعت تو دم لوں کہ پھر ویسی ہی آواز آئی اور وہ گنبد کے باہر ہو گیا آپ کو
ایک جنگل میں کھڑے پایا ہر طرف دیکھنے لگا میدان کے سوا کچھ دکھائی نہ دیا جی میں
خوش ہوا کہ بارے اس طوفان سے نجات پائی اور طلسمات سے رہائی ہوئی آگے بڑھا
غرض تین دن تک بھٹکا پھرا ایک عمارت عالیشان چمکتی نظر آئی آبادی کی امید پر اسی
طرف چلا نزدیک پہونچا ایک باغ خوش قطع پر فضا دیکھا دل میں سوچنے لگا کہ ایسا بہار
کا باغ کس نے بنایا ہے البتہ اس کے قریب کوئی بستی ہوگی جب قریب پہونچا دروازہ کھلا
پایا چلا گیا کئی قدم بڑھ کے پھر کے دیکھا دروازے کا نشان بھی نہ پایا تب تو فکرمند ہوا
کہ یہ کیا بلا ہے اتنے صدمے اٹھائے ہنوز اس طلسم سے باہر نہ نکلا آخر ناچار ہو کر ایک مکان
کی طرف روانہ ہوا وہاں طرح طرح کے میوے لدے ہوئے دیکھے بھوکا تو تھا ہی میوے
توڑ کر کھانے لگا جتنا کھاتا پیٹ نہ بھرتا تھا غرض مکان کے قریب گیا پر سیر نہ ہوا لیکن
جو کچھ کھاتا اور سیر کرتا تماشا دیکھتا ایک بارہ دری کے قریب پہونچا اس کے متصل بہت سے
آدمی ننگے کھڑے تھے مگر ایک لنگ باندھے تھے سوکھی پتھر کی حیرت میں ہوا کہ یہ کیا
بھید ہے اس کا عقدہ کیونکر کھولوں اس فکر میں تھا کہ ایک طوطی نے بانگ دی کہ اے
جوان کیوں کھڑا ہے یہاں جو آتا ہے مگر جان سے ہاتھ دھوتا ہے حاتم نے جو سر اٹھایا
ایک طوطی پنجرے میں دیکھی اور یہ عبارت ایوان پر بھی دیکھی کہ اے بندۂ خدا اس حمام بادگرد
سے جان سلامت نہ لیجائے گا کہ یہ طلسمات کیومرث بادشاہ کا ہے ایک روز کیومرث
بادشاہ شکار کھیلتا ہوا اس جگہ آ نکلا تھا اتفاقاً اس نے ایک الماس پڑا دیکھا اٹھا لیا
پھر جو اس کو تولا پانچ مثقال کے برابر وزن پایا حیران ہو کر حکیموں سے پوچھا اس کا
ثانی مل سکے گا یا نہیں۔ انھوں نے عرض کی کہ آدم کے وقت سے کر اب تک نہ ایسا
دیکھا ہے نہ سنا تب اس نے کہا کہ لازم ہے کہ اس کو اسی جگہ رکھوں تا کسی کے ہاتھ نہ لگے

یہ بات ٹھہرا کر یہ حمام بادگرد کا طلسمات بنایا اس طوطی کو وہ ہیرا لگا کر پنجرے میں رکھ کر
یہاں لٹکا دیا اور کرسی جواہر نگار پر تیر و کمان اس واسطے رکھ دیا ہے کہ جو کوئی
اس طلسم میں وارد ہو اور پھر باہر نکلنے کا قصد کرے تو تیر و کمان اٹھا لے اور
اس طوطی کے سر میں ایک تیر مارے اگر لگا تو وہ اسی دم اس طلسم سے باہر ہو
اور ہیرا بھی اس کے لگے یا نہیں تو پتھر کا ہو جائے گا حاتم نے اس کو پڑھ کر بتوں کی
طرف دیکھا کہ جہاں کے تہاں کھڑے ہیں ہل بھی نہیں سکتے اندیشہ کیا کہ اے حاتم اگر
تو اس طلسم سے باہر نکلے تو اپنی جان سرگردانی میں کھو دے گا بہتر تو یہ ہے کہ جلد
انھیں میں مل جا جیسا ہو وہ جو آپ کو بچائے گا جب تک جیتا ہے رنج میں رہے گا
کسی تدبیر سے باہر نہ ہو سکے گا ہمیشہ شامی جدا تیرے انتظار میں تباہ ہو گا یہ سب
الجھیڑے بکھیڑے زندگی کے ہیں بہتر یہ ہے کہ جینے سے ہاتھ اٹھا پتھر ہو جا سب
فکروں سے چھوٹ جائے گا۔ خدا کارساز ہے اپنے کام آپ کرے گا یہ باتیں جی میں
ٹھہرا کر کرسی کے پاس گیا بسم اللہ کر کے تیر و کمان اٹھا کر ایک تیر اسی طرح سے
ہی بیٹھا طوطی پھڑک گئی تیر نے خطا کی پنجرے کی چھت میں لگا حاتم گھٹنوں
تک پتھر کا ہو گیا وہ جہاں بیٹھی تھی وہیں آ بیٹھی اور کہنے لگی اے جوان جا یہاں کا
یہ مکان تیرے قابل نہیں ہے حاتم اس جگہ سے اچھل کر تیر و کمان سمیت سو قدم پیچھے
جا پڑا اور اس کے پاؤں ایسے بوجھل ہو گئے تھے جو اٹھا نہ سکتے تھے اپنی اس حالت
پہ آنسو بھر لایا اور کہنے لگا کہ یہ غفلت کیا ہے کس خرابی اور خستگی سے ایک مدت تک
یہاں آ پہنچا اب ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا کیا لطف ہے اس سے بہتر ہے کہ ایک
تیر اور لگا انھیں بتوں میں شامل ہو جا یہ سوچ کر دوسرا تیر پھر مارا اس نے بھی خطا
کی یہ ناف تک پتھر ہو گیا طوطی نے پھر یہی بات کہی اے جوان میرے سر کی
یہ جگہ تیرے لائق نہیں حاتم آپ سے آپ وہاں سے دو سو قدم اچھل کر تالاب
کے قریب پہنچا زار زار رونے لگا اور کہنے لگا کہ مجھ سا نامراد کوئی نہیں جو میرا
تیر الٹا کام کرتا ہے پھر ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور کہا کہ اے حاتم اپنی
مرگ آنکھوں سے نہ دیکھنا چاہئے بہتر ہے کہ آنکھوں پر پٹی باندھ اور یہ جو ایک
تیر باقی ہے [illegible] لگا [illegible] جیتا رہا اچھا نہیں دیکھا طوطی کو
تاک کر آنکھوں پر پٹی باندھ کر اللہ اکبر کہہ کر جو تیر چلایا وہیں طوطی کی روح پرواز
کر گئی پنجرے کے باہر نکل پڑی اسی وقت ایک آندھی آئی گھٹا اٹھی بجلی کڑکنے لگی

اندھیرا ہوگیا سوجھنے سے رہ گیا شور و غوغا ایسا بلند ہوا کہ حاتم بے ہوش ہو کر گر پڑا
یہ وہم ہوا کہ میں بھی پت ہوا ایک ساعت کے بعد آندھی ہوا ہوگئی ابر جاتا رہا شور و
غوغا موقوف ہوگیا سورج نکل آیا جو ہیں آنکھیں کھلیں آپ کو ہتوں کے برابر
پڑے دیکھا جب خوب ہوش آیا اور جی ٹھہرا یا حواس بجا ہوئے تو کیا دیکھتا ہے نہ وہ حمام
ہے نہ باغ نہ کرسی نہ پنجرا نہ طوطی مگر الماس زمین پر پڑا تھا تارا سا چمک رہا ہے حاتم
اٹھ کھڑا ہوا اور دوڑ کر اسے اٹھا لیا سجدہ شکر ادا کیا وہ بت سب کے سب آدمی ہوگئے
حاتم کو دیکھ کر کہنے لگے اے جوان تو اس جگہ کیونکر سلامت رہا وہ باغ کدھر گیا حمام کیا
ہوا تب اس نے تمام سرگذشت کہی وہ دوڑ کر اس کے پاؤں پر گر پڑے اور کہنے لگے
ہم آج سے تمہارے ہو چکے یہ طوق زندگی جیتے جی ہماری گردن سے نہ نکلے گا اس
بات کو سن کر حاتم نے ان کی بہت تسلی کی اور اپنے ساتھ لے کر شہر قطان کا راستہ
لیا اگرچہ جانتا تھا کہ میں کس طرف جاتا ہوں اور شہر قطان کدھر ہے لیکن باری تعالے
اس کو راہ راست پہ لئے جاتا تھا تھوڑی دور چلا کہ وہی دروازہ نظر آیا جس راہ سے
داخل ہوا تھا جب اس سے باہر نکلا تھا تو سامان ارک کا لشکر دکھائی دیا ادھر متوجہ
ہوا اور اس سے جا ملا وہ اس کو دیکھتے ہی اٹھا نہایت تپاک سے بغل گیر ہوا اور
کرسی زریں پر بٹھایا آئین شائستہ ضیافت کی عطر و پان کی رسم کے بعد حاتم نے
وہاں کا تمام احوال بیان کیا وہ چار روز رہا پھر اس نے بہت سے لوگوں کو ساتھ
شہر قطان کی طرف روانہ کیا چند روز کے بعد شہر قطان میں داخل ہوا حارث سے
ملاقات کی بادشاہ نے نہایت الطاف و نوازش فرمائی اپنے برابر تخت پہ بٹھایا احوال
پوچھا اس نے وہاں کا ماجرا مفصل عرض کیا اور الماس بادشاہ کے روبرو رکھ دیا کہ حضور
کی نذر ہے لیکن اتنا چاہتا ہوں کہ ایک ذرا حسن بانو کو دکھاؤں تا کہ ان کو یقین آجائے
پھر خدمت شریف میں بھیجدوں گا بادشاہ نہایت خوش ہوا اور فرمایا بارک اللہ پھر
حاتم نے فرمایا کہ یہ بیچارے جو میرے ساتھ آئے ہیں پتھر کے ہو گئے تھے اکثر ان میں
امرا زادے اور سوداگر بچے ہیں بالفعل اسباب سواری کے محتاج ہیں امیدوار ہیں
کہ ایک ایک گھوڑا اور اسباب و خرچ راہ ہر ایک کو عنایت ہو جو اپنے وطن میں با آرام
پہونچیں حضرت کو دعا دیں گے حارث شاہ نے اس کے کہنے کے مطابق کیا پھر حاتم بھی
اس سے رخصت ہوا تب بادشاہ نے بہت سامان اور اسباب و سرانجام راہ اس کے
ساتھ کر کے نہایت عظم و شان سے روانہ کیا حاتم کئی مہینے کے عرصے میں بڑے ٹھاٹھ سے

شاہ آباد میں داخل ہوا تو لوگوں نے اس کو پہچان کر حسن بانو کو اطلاع دی کہ وہ جوان جو حمام بادگرد
کی خبر کو گیا تھا نہایت شان و شوکت سے آیا ہے انہوں نے چوبداروں کے مرد کو بھیجا کہ میری
طرف سے سلام کے بعد کہو اگر تکلیف نہ ہو تو اسی طرف چلے جائیں وہ دوڑا ہوا آیا اور پیغام
وسلام حاتم کو پہونچایا وہ سن کر اس کے محل کی طرف متوجہ ہوا غرض حسن بانو نے بدستور
اندر بلا لیا اور جڑاؤ کرسی پر بٹھا کر احوال پوچھا اس نے تمام کیفیت بیان کی پھر الماس بھی
نکال کر دکھایا تو حسن بانو نے سر نیچا کر لیا مارے شرم کے پسینے پسینے ہو گئی حاتم نے کہا
میں اپنا وعدہ پورا کر چکا ہوں اب تو بھی وفا کر اس نے آہستگی اور نرمی سے التماس کیا
میں بھی تیری ہو چکی ہوں جو چاہے سو کر جس کو چاہے اسے بخش اپنے پاس رکھا چاہتا ہے
تو رکھ مختار ہے اس بات کو حاتم نے سن کر کہا کہ جو کچھ تو نے کہا میں نے کیا جو میں کہوں سو
تو کر سچ تو یہ ہے کہ میں نے یہ محنت و مشقت اپنے واسطے نہیں کھینچی بلکہ عبداللہ منیر شامی
شہزادے کے لئے. لازم ہے کہ تو اسے قبول کر کیونکہ وہ مدت سے تیرے فراق میں رو رہا ہے
اور تیری جدائی کے درد سے جان کھو رہا ہے اپنے بیمار عشق کو شربت وصال پلانا ہی بھلا ہے
اس میں قصور کرنا عنداللہ و عندالناس برا ہے حسن بانو بولی کہ اب تم میرے باپ کی جگہ
ہو جو میرے حق میں مناسب جانو سو کرو اگر وہ میرے شوہر ہونے کے لائق ہو تو مجھے کچھ
عذر نہیں یہ سنتے ہی حاتم نے منیر شامی شہزادے کو کہلا بھیجا کہ تم پوشاک بدل کر سج سجا کر نہایت
زرق برق سے میرے پاس آؤ شہزادہ بڑے ٹھاٹھ سے شاداں و فرحاں آیا حاتم نے اس کو
بھی ایک جڑاؤ کرسی پر اپنے پاس بٹھایا حسن بانو نے پردہ میں سے جھانک کر جو دیکھا ہزار
جان سے عاشق ہو گئی اور نیچی نظر کئے شرم سے اٹھ کر دوسرے مکان میں چلی گئی حاتم بھی
منیر شامی کو کاروانسرا میں لے آیا رات کی رات وہاں رہا صبح کو حسن بانو نے ایک مکان
نہایت عالیشان خالی کروا دیا اس میں منیر شامی سمیت داخل ہوا نوبت رکھوا دی بیاہ کی
تیاری شروع ہوئی مجلس نشاط جمائی گئی دن کے بعد ساچق بادشاہوں کے طور پر بھجوا دی
دوسرے دن ادھر سے مہندی بھی اسی ٹھاٹھ سے آئی صبح کو بیاہ کی تیاری ہونے لگی اور
مکانوں کے فرش بدلے براتیوں نے کپڑے جھمجھماتے پہنے اور بھی طائفے بہت سے
بلوائے دو رستہ روشنی کے ٹھاٹھ. مینا کاری کے ٹٹیوں سمیت دلہن کے
محل تک بندھوائے. آتشبازی کی چادریں بھی جا بجا قرینے سے استادہ
کروائیں. لاکھوں گنج ستاروں کے گڑھوائے آدھی رات گئے وقت منیر شاہ
نہایت تجمل سے بیاہنے چڑھا.

وہ نوشہ کا گھوڑے پہ ہونا سوار
ٹھہر کر وہ گھوڑے کا چلنا سنبھل
وہ فانوسیں آگے زمرد نگار
ہزاروں تماشی کے تخت رواں
وہ شہنائیوں کی سہانی دھنیں

وہ موتی سہرا جواہر نگار
ہما کی وہ دونوں طرف مورچھل
کہ ہو سبز مینا بھی جن پہ نثار
اور اہل نشاط انبہ جلوہ کناں
جنہیں گوش زہرا مقفل سنیں

پھلجھڑیوں سے ہر کوچے میں جابجا پھولوں کا انبار تھا اناروں کی کثرت سے بازار گلزار تھا ہتابوں کی روشنی سے چودھویں رات کی چاندنی رات تھی ستاروں کی چمک سے دن سے زیادہ روشن رات تھی غرض تمام آتشبازی کی کیفیت روشنی کی کثرت سے براتیوں کی جمعیت سے نہ زبان کا یارا جو کہے نہ قلم کی طاقت جو لکھے۔

جب آئی دلہن کے مکاں پر برات
کہوں واں کے عالم کی کیا تم سے بات

یہاں مجلس نشاط وہاں سے زیادہ تر آراستہ تھی ساز بج رہے تھے ناچ ہو رہا تھا کتنے اشخاص پیشوائی کو گئے دولہا کو ہاتھوں ہاتھ لے آئے مسند شاہانہ پر بٹھایا حاتم نوشہ کے پاس جاکر ایک مسند پہ خوش و خرم بیٹھا اور براتی بھی اپنے اپنے قرینے سے شریک ہوئے

وہ دولہا کا مسند پہ آ بیٹھنا
طوائفوں کا اٹھنا اک انداز سے

برابر رقیبوں کا جا بیٹھنا
دکھانا وہ آ صورتیں ناز سے

غرض ناچ کا سماں راگ کا بیان کچھ نہیں کہا جاتا دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے اتنے میں قاضی آیا اس نے عقد پڑھایا مبارک سلامت ہوئی شربت اور ہار پان بٹنے لگے دولہا کو محل کی ڈیوڑھی پہ لے گئے وہاں سے کئی بوڑھی بیگمات انا سمیت آئیں نوشہ کو بسم اللہ کرکے اندر لے گئیں دلہن کے پاس مسند پر بٹھایا وہ بھی لباس عروسی پہنے جواہر سے آراستہ عطر میں ڈوبے پھولوں میں بسی نشۂ حسن میں چور ہو رہی تھی شہزادہ گھونگھٹ میں اس کی جھلک دیکھ کر ذرا ٹھہرا تھا مگر آرسی مصحف دیکھتے ہی غش کر گیا انا اسی دم گھبرا کر دوڑی گلاب پاش لاکر گلاب چھڑکنے لگی دیر کے بعد ہوش میں آیا شکر کا دوگانہ پڑھا حاتم کی ہمت پر آفرین و تحسین کی اس کے بعد جو رسمیں باقی رہی تھیں چاؤ سے ہنسی خوشی بجا لا کر پھر دلہن کو گود میں لے کر چنڈول میں سوار کیا بڑی دھوم دھام سے شادیانے بجواتا دولت خانے میں داخل ہوا چار روز تک محل سے پاؤں باہر نہ رکھا پانچویں دن برآمد ہوا حاتم کے پاؤں پر گر پڑا۔

حاتم نے اسے خوب سا بھینچ کر گلے لگایا اور وصل کی مبارکباد دی اور رخصت چاہی منیر شامی نے دو چار روز اور بھی اس کو منت رکھا صحبت نشاط دوبارہ گرم کی آئین مہمانداری خاطر خواہ بجا لایا تب حاتم نے متبسم ہو کر کہا کہ بھائی اب مجھے رخصت کر یہ شرط انصاف نہیں اپنی سی حالت سمجھ منیر شامی نے محجوب ہو کر اسی وقت رخصت کیا وہ نہایت خوشی و خرمی سے یمن کی طرف روانہ ہوا۔ تب تھوڑے دنوں میں شہر کے قریب جا پہونچا بادشاہ کو اس کے آنے کی خبر ہوئی وزیر کو پیشوائی کو بھیجا وہ اس کو نہایت جاہ و جلال سے بادشاہ کے حضور میں لے گیا اس نے دوڑ کر چھاتی سے لگا لیا یہ پاؤں پہ گر پڑا بادشاہ نے سر اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔ پیشانی چومی محل میں لے گیا اس نے مؤدب ہو کر اپنی والدہ کو مجرا کیا اس نے بھی سر سے پاؤں تک بلائیں لیں۔ یہ قدمبوس ہوا اس نے اٹھا کر چھاتی سے لگا لیا دل کو ٹھنڈا کیا محل میں مبارکباد کی دھوم مچی شہر میں آئین آئین ہوئی گھر گھر شادیانے بجے بادشاہ نے ہر ایک چھوٹے بڑے کو رتبے کے مطابق خلعت دیا زر و جواہر بخشا محتاجوں کو غنی کر دیا حاتم کا نئے سر سے ملکہ زرین پوش کے ساتھ بیاہ کیا پھر سب کے سب خدا کا شکر بجا لائے عیش و عشرت میں مشغول ہوئے ملک آباد ہوا ہر ایک غنی و غریب کا دل شاد ہوا بادشاہ اپنے دل میں عالم میں جا بیٹھا تو ہمیشہ اسے کہنے لگا کہ خلق میں ایسے بھی لوگ ہیں جو غیر کے واسطے اپنا سکھ چھوڑتے ہیں اور ان کے کام میں دکھ سہتے ہیں فی الحقیقت دونوں جہان میں بھلے وہی ہیں جینا مرنا بھی انہیں کا ہے۔ یہ چند کلمے ارشاد کر کے بادشاہ نے گوشہ پکڑا اور حاتم کو قائم مقام کیا غرض دس برس اور سات مہینے نو روز میں حاتم کی ہفت سیر تمام ہوئی منیر شامی اپنے مطلب کو پہونچا آخر یہ رہا نہ وہ رہا ایک کہانی کہنے سننے کو باقی رہ گئی۔

ہیں کدھر جہان میں حاتم کہاں رہا
افسانہ ان کا خلق کے لیکن میاں رہا

قطعہ تاریخ تصنیف کتاب از مصنف کتاب ہذا

اس قصۂ پر لطف کے اتمام کی تاریخ
یوں دل میں سمجھتا تھا نہایت ہے یہ مشکل
کر دور سر پاس کہا پیر خرد نے
لیو تکرنہ کہیں ہم اسے آرائش محفل

تمام شد